Acc: No
26427
6-3-59

دیوان حسن سجزی دہلوی

پیدائش سنہ ۶۵۳ ہجری وفات سنہ ۷۳۸ ہجری

(بسرپرستی)

عالیجناب راجہ راجایان راجہ سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ
کے۔سی۔آئی۔ای۔ جی۔سی۔آئی۔ای صدر اعظم باب حکومت
سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن

(باہتمام)

اقل العباد مسعود علی محوی بی اے (علیگ) سابق ششن جج سرکار آصفیہ

بمکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس حیدرآباد دکن
طبع سنہ ۱۳۵۲ھ شد

891 हि
H 23 D

JAMMU & KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 26427
Date 6-3-59
SRINAGAR

SK83

فہرست مضامین

کلیات حضرت امیر حسن سجزی دہلوی

۱۔	تمہید	از عالیجناب راجہ راجایان سر مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ بالقابہٗ	
۲۔	امیر حسن اور ان کا زمانہ	از مولوی مسعود علی صاحب محوی۔ بی اے (علیگ)	۱ تا ۱۰۶
۳۔	ضمیمہ دیباچہ	″ ″ ″ ″	۱۰۷ تا ۱۱۴
۴۔	غزلیات	حضرت امیر حسن سجزی دہلوی	۱ تا ۳۹۹
۵۔	رباعیات و متفرقات	″	۴۰۰ تا ۴۳۲
۶۔	قصائد		۴۳۳ تا ۵۵۹
۷۔	مثنویات	″	۵۵۹ تا ۶۲۴

...ی محوی بی۔اے

لبیب تیموری

...ضمیمہ دیباچہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹

Call No.......... Date 12.4.55

Account No..........

J. & K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before the last date stamped above. An overdue charges of 6 nP. will be levied for each day. The book is kept beyond that day.

راجہ راجایان سر مہاراجہ بہادر کشن پرشاد یمین السلطنت

سید یعقوب بزمی بی۔اے مسعود علی محوی بی۔اے

مرزا نظام شاہ لبیب تیموری

ملاحظہ ہو ضمیمۂ دیباچہ صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹

AC No 26427

Call No. .... Date 12.4.55

Account No. ....

J. & K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before the last stamped above. An overdue charges of 6 nP. will be levied for each day. The book is kept beyond that day.

امیر حسن

اور

اُن کا زمانہ

امیر حسن علا سجزی کے حالاتِ زندگی پر ہمارے دوسرے مشاہیر شعرا کی طرح ایک حد تک گہرا پردہ پڑا ہوا ہے۔ تھوڑے بہت جو کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں اُس کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ شعرائے عظام اور صوفیہ کرام کے طبقہ میں داخل ہیں، اور اس لیے شعرا کے تذکرہ نویسوں اور سیر الاولیا کے مؤلفوں کو ان کے متعلق کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے، اور بدقسمتی ہے یہ دونوں گروہ اپنی اجمال نویسی میں مشہور اور معروف ہیں۔ امیر موصوف کی زندگی کا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے لیے ہمیں اس سے بہتر کوئی اور تجویز نہیں معلوم ہوتی کہ پہلے اُن معتبر مولفین کے اقتباسات جنھوں نے اس معاملہ میں قلم اٹھایا ہے خود اُن کے الفاظ میں پیش کردیں اور بعدہ جو کچھ ہمیں امیر حسن اور ان کے عہد اور معاصر بادشاہوں کے متعلق عرض کرنا ہے وہ عرض کریں۔

مولانا ضیاء الدین برنی صاحب تاریخ فیروز شاہی (جو [illegible] ہجری میں ختم ہوئی) کیر از معاصر ہیں

نہ صرف امیر حسن کے معاصر بلکہ اُن کے ہم صحبت اور دلی دوست ہیں اس لئے ہم انھیں کی تاریخ سے ابتداء کرتے ہیں، مولانا موصوف سلطان علاء الدین خلجی کے عہد کے شعراء کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

اقتباس (۱) "در عصر علائی شعرائے بودند کہ بعد از ایشاں بلکہ پیش از"
"ایشاں چشم روزگار مثل ایشاں ندیدہ است لاسیما۔ امیر خسرو........"
"دوم شاعرے از شعرائے یگانہ در عصر علائی امیر حسن سنجری بودہ است"
"و او را تالیفات نظم و نثر بسیار است و بسلامتی ترکیب و روانی سخن"
"آیت بودہ است۔ و از بسکہ غزلہائے وجدانی در غایت روانی بسیار"
"گفتہ است او را سعدی ہندوستان خطاب شدہ بود۔ امیر حسن مذکور"
"باوصاف و اخلاق مرضیہ متصف بودہ است۔ و بعزت خداونداں"
"مکارم اخلاق کہ در لطائف و ظرائف و مجلسہا و استحضار اخبار"
"سلاطین و اکابر و علمائے بزرگ دہلی و استقامت عقل و زی و زیست"
"صوفیہ و لزوم قناعت و اعتقاد پاکیزہ و خوش بودن و خوش گزرانیدن"
"بے اسباب دنیا و تجرد و تفرد از علایق دنیا ہیچوں او کسی را کمتر دیدہ ام"
"و سالہا مرا با امیر خسرو و امیر حسن مذکور تردد و یگانگی بودہ است۔"
"و نہ ایشاں بے صحبت من بتوانستندے بود نہ من توانستمے کہ مجالست"
"ایشاں را گزرانم۔ و از محبت من میان ایشاں ہر دو استاد قرابتے شد"
"و در خانہائے یکدیگر آمد و شد کردن گرفتند۔ و از [illegible] دے کہ"
"امیر حسن بخدمت شیخ [illegible] سلطان المشائخ حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ دا شت"

"انچہ در مدت ارادت خود در مجالس شیخ شنیدہ است عین ملفوظ شیخ در چند"
"جلد جمع کردہ است و آنرا "فوائد الفواد" نام نہادہ۔ و ایں فوائد الفواد"
"دستور صادقان ارادت شدہ است و امیر حسن را نیز چند دیوان است"
"و صحایف بہ نثر و مثنویات بسیار است و چناں شیریں مجلس و ظریف"
"خوشباش و مزاجدان و مؤدب و مہذب بود کہ مارا راحتے و انسے کہ"
"بمجالست او می شد از مجالست غیر او نیافتیم"۔

دوسرا اقتباس محمد مبارک العلوی الکرمانی المدعو بامیر خورد کی کتاب "سیر الاولیا" سے دیا جاتا ہے۔ امیر خورد اور ان کے والد اور نانا بھی سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ کے معاصر اور مرید ہیں اور اس لحاظ سے مولانا ضیاء الدین برنی کی طرح انہیں بھی امیر حسن سے ذاتی واقفیت کا موقع حاصل تھا۔ انھوں نے امیر موصوف کا ذکر اپنی لاجواب کتاب میں جابجا کیا ہے۔ ایک جگہ تو مولانا ضیاء الدین برنی کی وہ عبارت جسے ہم اوپر دے چکے ہیں بجنسہ نقل کر دی ہے دوسری جگہ حضرت سلطان المشائخ کے خلفاء کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

اقتباس (۲) "منہم۔ آں ملک الملوک فضلا۔ آں بلطافت طبع"
"دلربا۔ یعنی امیر حسن علاء سجزی کہ غزلیات جگرسوز او از حقیق لہائے عاشقاں"
"آتش محبت بیروں می آرد، و اشعار دل پذیر او راحتے بدلہائے سخنوراں"
"میرساند، و لطائف روح افزائے او مایہ اہل ذوق است، و سخن ایں بزرگ"
"چاشنی شیخ سعدی دارد، و بیتے دریں گفتہ است۔"

"حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ است، کہ اہل معنی گلچین آں گلستان است"

"وایں بزرگ پیوستہ میان شعرا متمکن و متجمل بود۔ و ہیچ کس لطیفہ و نظمے"
"بہ بدیہہ بہتر از او نگفت۔ و بادشاہان و بادشاہ زادگان گوش بر ہر لطف"
"او می داشتند۔ و سرِ ہمہ سعادتہا آں بود کہ در سلک بندگانِ حضرت"
"سلطان المشائخ منسلک شد۔ و بنظر خاص سلطان المشائخ مخصوص"
"گشت۔ وقتے ایں بزرگ بخدمت سلطان المشائخ آمدہ چند عزیزے"
"حاضر بودند۔ سلطان المشائخ روئے بسوئے ایں بزرگ کرد و فرمود"
"کہ ایں ساعت ذکر فضلا داشتم کہ تو در آمدی۔ و از ملفوظات روح افزائے"
"سلطان المشائخ فوایدے بنوشت و عین تقریر سلطان المشائخ بقدرِ"
"امکان رعایت کرد کہ امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلاں عالم"
"شدہ است و دستور عاشقاں گشتہ، و شرق و غرب عالم گرفتہ سلطان الشعراء"
"امیر خسرو علیہ الرحمہ کرات گفتے کاشکے تمامی کتب کہ عمر دراں صرف کردہ ام"
"برادر امیر حسن را بودے و ملفوظات سلطان المشائخ کہ جمع کردہ اوست"
"مرا بودے تا من بداں در دنیا و آخرت فخر و مباہات کردمے۔ و ایں بزرگ"
"دریں عالم مجرد زیست۔ در آخر عمر در دیوگیر رفت و ہمانجا مدفن یافت رحمۃ اللہ علیہ"

ہندوستان غلاموں، خلجیوں اور تغلقوں کے ابتدائی دورِ حکومت تک علمی اور ادبی لحاظ سے ممتاز نظر آتا ہے۔ علما، فضلا، شعراء، اور متصوفین کے طبقہ اور زمرہ میں سربر آوردہ ہستیاں موجود ہیں، مگر فیروز شاہ تغلق کے انتقال (سنہ ۷۹۰ ہجری) کے بعد سے تغلقوں کی سلطنت میں ضعف آنا شروع ہو گیا اور اس کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد تیموری طوفان نے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام

اسلامی دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ اِس پر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر شخص بجائے خود لرزاں اور ترساں تھا علم و فن کی خدمت کرنے والا کون تھا۔ اور یہ درخت جو امن و اطمینان کی سرزمین اور قدردان بادشاہوں اور امیروں کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتا ہے کس طرح سرسبز اور بار آور ہو سکتا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ اس زمانہ کے بعد سے سلطنت تیموریہ کے قیام (سنہ ۹۳۲ ہجری) تک ہندوستان اور خصوصًا شمالی ہندوستان کا علمی اور ادبی چمنستان ویران اور سنسان نظر آتا ہے۔ نہ علمائے عظام کے حلقے ہیں اور نہ صوفیائے کرام کے جلسے۔ اگر کچھ لوگ کہیں ہیں بھی تو وہ قعرِ گمنامی میں پڑے ہیں۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو انہیں اس قعر سے نکال کر روشناسِ عالم کرے۔ ایسے کس مپرسی کے زمانہ میں بیچارے حسن کے حُسنِ صورت اور سیرت کی داستان سنانے والا کہاں سے آئے۔ سلطنت مغلیہ کے قدم آتے ہی ہندوستان نے پھر ایک گونہ امن و امان کی صورت دیکھی اور اس کے علمی اور ادبی چمن میں جو اسوقت تک خشک پڑا تھا پھر بہار کے آثار نظر آنے لگے۔ اور ان خوش نوا بلبلوں نے جو اس وقت تک دم بخود تھیں پھر چہچہانا شروع کیا۔ ہمایوں کے عہد میں حامد بن فضل اللہ المخاطب بہ جلال خاں والمعروف بہ شیخ جمالی نے' جو بادشاہ کے ندما میں داخل اور مشہور شاعر صوفی' اور بڑے سیاح تھے اور اثنائے سیاحت میں مولانا عبدالرحمن جامی اور مولانا جلال الدین محمد دوّانی کے ہم صحبت رہ چکے تھے "سیر العارفین" لکھ کر اہلِ دل کی بھولی ہوئی داستان از سر نو یاد دلائی۔ چونکہ حسن اس ممتاز طبقہ کے ایک رُکن تھے اس لیے ان کا ذکر اگر مستقل عنوان سے نہیں تو ضمنی طور سے بغیر آئے نہیں رہ سکتا تھا۔ چنانچہ وہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمۃ

کے حالات کے ضمن میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

اقتباس (۳)۔ "نقل است از مولانا شہاب الدین امام کہ روزے
"حضرت ایشاں (حضرت سلطان المشائخ نظام الدین علیہ الرحمہ)
"بزیارت مزار متبرکہ حضرت سلطان المشائخ شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ
"رفتہ بودند من و خدمت مولانا برہان الدین برکاب ایشاں بودیم۔ بعد از
"زیارت حضرت شیخ را بر حوض شمسی گزر افتاد تا بر سرِ مزار بعضے بزرگان
"کہ بالائے آں حوض آسودہ اند فاتحہ بخوانند ناگاہ خواجہ علا حسن سجزی با جمع
"یارانِ خود در کنارۂ حوض شراب میخورد۔ و اورا با حضرت شیخ در مبداء حال
"در بدایون اشنائی و صحبت بودہ است پیدا گشت و ایں دو بیت برزبان
"راند۔"

" سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر صحبتہا اثر بودے کجاست
" زہدِ تاں فسق از دلِ ماکم نکرد — فسقِ ما یاں بہتر از زہد شماست

" چوں حضرت شیخ ایں ابیات از او شنید بفور فرمود "در صحبت اثر ہاست"
" ایں سخن در دل او چناں اثر کرد کہ فی الحال سر برہنہ ناخت و خود را
" بپائے حضرت شیخ انداخت و تائب شد و بشرف ارادت مشرف
" گشت۔ و ایں خواجہ حسن دراں وقت کہ توبہ کرد ہفتاد و سہ سالہ عمر
" داشت و یکے از مقبولان و محبوبان حضرت شیخ شد...... و ایں غزل
" بعد از توبہ در قلم آوردہ است کہ مقطع آں اینست۔
" اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا قوتِ گناہ نماند"

اس کے بعد کا زمانہ ہندوستان کے علمی اور ادبی عروج کا زمانہ ہے جس میں بیشمار تذکرے اور تاریخیں لکھی گئیں۔ ان میں سے بعض کا انتخاب ہم اور دینا چاہتے ہیں۔ اکبر کے معاصر مورخین میں سے محمد قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ ہند کے اخیر میں بعض صوفیہ کرام کا ذکر کیا ہے۔ سلطان المشایخ نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ اور حضرت امیر خسرو کے حالات کے ضمن میں کئی جگہ امیر حسن کا بھی ذکر آگیا ہے۔ ایک جگہ تو تقریباً وہی عبارت نقل کردی ہے جو شیخ جمالی نے سیر العارفین میں لکھی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ توبہ کے وقت خواجہ امیر حسن کی عمر بجائے تہتر سال کے پچاس سال سے زائد بتائی ہے۔ دوسری جگہ جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے۔

اقتباس (۴)۔ "روزے شیخ نظام الدین اولیا با اصحاب خود از بازار میگذشت
"وامیر خسرو کہ در عنفوان جوانی بود نیز ہمراہ بود۔ خواجہ حسن شاعر کہ
"حسن و جمال وافر و فضل و دانش کامل داشت در دکان خبازے
"نشستہ بود۔ چوں چشم امیر خسرو بروے افتاد منظرے دید زیبا
"وحرکات موزوں و دلربا، مرغ دلش گرفتار گشتہ نزدیک دکان
"رفتہ پرسید نان چگونہ میفروشی۔ حسن گفت نان در پلہ ترازو می نہم
"وخریدار را میفرمایم کہ زر در پلہ دیگر گزارد۔ ہر گاہ زر گراں تر آید
"مشتری را راہی می نمایم۔ امیر خسرو گفت اگر مشتری مفلس باشد
"مصلحت چیست گفت درد و نیاز ہم عوض زری ستانم۔ امیر خسرو
"از حسن کلام خواجہ حسن حیران ماندہ کیفیت حال بہ شیخ (حضرت
"نظام الدین اولیا) عرض کرد۔ وخواجہ حسن را نیز در وطلب دامنگیر شدہ"

“ودراں زودی ترک دکان کردہ۔ اگرچہ آں وقت مرید شیخ نشد اما بیشتر”
“از اول بکسب علوم وکمالات ظاہری مشغول گشتہ بخانقاہ شیخ متردد”
“گردید ومیان او وامیر خسرو الفت تمام بہم رسید۔ ہردو نوکری شاہزادہ”
“محمد سلطان خاں شہید بن بادشاہ غیاث الدین بلبن وقت حکومت”
“ملتان اختیار نمودند امیر خسرو مصحف دار شدہ وخواجہ حسن”
“دوات دار گردید۔ و چوں محمد سلطان خاں شہید بدہلی می آمد”
“ہردو عزیز از خدمت شہزادہ فراغ می یافتند اکثر اوقات در ملازمت شیخ”
“بسر می بردند۔ ورفتہ رفتہ عاشقی ومعشوقی ایشاں شہرت یافتہ بجائے”
“رسید کہ صاحب غرضاں بعرض شہزادہ رسانیدند کہ ہمہ خلق ایشاں را”
“زبان گرفتہ از اہلِ ملامت میدانند، قابلِ خدمت نزدیک نیند۔”
“امیر خسرو دراں وقت غزلے کہ مطلعش ایں است گفت”
“زیں دل خودکام کارِمن برسوائی کشید خسرو افرمان دل کردن ہمیں بار آورد”
“بعدہٗ محمد سلطان خاں شہید از روے مصلحت خواجہ حسن را از”
“مصاحبت واختلاط امیر خسرو منع فرمود۔ امّا چوں سررشتۂ محبت”
“میان ایشاں استحکام داشت براں منع سودے مترتب نشد۔”
“واہلِ غرض باز ایں معنی بمحمد سلطان خاں شہید عرض کردند۔ ودریں”
“کرّت محمد سلطان اعراضی شدہ تازیانہ چند برخواجہ حسن زد۔ وخواجہ حسن”
“چوں ازانجا بیروں آمد راست بخانہ امیر خسرو رفت۔ وبمحمد سلطان خاں”
“شہید ہماندم ایں خبر رسید تعجب نمود ویکے از حضار مجلس کہ برحقیقت حال”

"مطلع بود معروض داشت کہ محبت مجازی ایشاں بزیورِ حقیقت آراستہ شدہ است"
"وجمال حال اینہا بہ پردہ عفت وصلاح پیراستہ۔ محمد سلطان خاں شہید"
"کس فرستادہ امیر خسرو را طلب نمودہ پرسید کہ محبتِ شما از شائبہ ہوا مبرا"
"است یا نہ۔ او جواب داد کہ دوئی از میانِ ما رخت بربستہ۔ محمد سلطان خاں"
"شہید گواہ طلبید۔ امیر خسرو دست از آستین برآوردہ گفت۔"
"مصرع۔ گواہ عاشق صادق در آستیں باشد۔ پس محمد سلطان خاں شہید"
"دید کہ اثر تازیانہ برہماں موضع کہ بر خواجہ حسن رسیدہ بود بر دستِ امیر خسرو"
"ظاہر است پس سکوت اختیار نمود۔ وامیر خسرو فی الفور ایں باعی خواند۔"

"عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست"
"تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست"
"اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت"
"نامیست مرا بر من و باقی ہمہ اوست"

عہد جہانگیری کے تصنیفات میں مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار" (۱۰۰۰ہجری) مشہور و معروف ہے اور علامہ مؤلف نے ایک حد تک روایات کی تنقید فرمائی ہے جس سے اس سے قبل کی اکثر تالیفات بالکل معرا نظر آتی ہیں۔ علامہ موصوف نے امیر حسن کا ذکر ایک مستقل عنوان میں کیا ہے۔ جو کچھ وہ تحریر فرماتے ہیں وہ حسبِ ذیل ہے۔

اقتباس (۵)۔ "امیر حسن بن علاء سجزی دہلوی۔ او را درمیان فضلائے عصر"
"عزتے و مکانے دیگر بود و درمیان مریدان شیخ نظام الدین بقربت وعنایت"

"شیخ امتیازے داشت و در حسن معاملت وصفائے سریرت وسائر صفات"
"حمیدہ یگانہ عصر بود، و باوصاف تصوف موصوف۔ او را بامیر خسرو"
"تقدم گونہ ہست اگرچہ ہر دو مصاحب و معاصر یکدیگر بودند، او را قصاید است"
"در مدح سلطان غیاث الدین بلبن و در کلام امیر خسرو در مدح این سلطان"
"کمتر چیزے نواں یافت ۔ و اکثر اشعار امیر خسرو در زمان سلطان غیاث الدین"
"بلبن در مدح خان شہید است کہ پسر اوست و حاکم ملتان بود و امیر خسرو"
"در ملازمت او مے بود۔ و ایں خان شہید التماس قدوم شیخ مصلح الدین"
"سعدی شیرازی از شیراز نمودہ، شیخ التماس او را مبذول نداشتہ فرمود"
"پیر شدیم و میل سیر ہندوستان نماندہ۔ و آنکہ در باب ملاقات امیر خسرو"
"با شیخ سعدی سخنان گویند اصلے ندارد۔ و میر حسن را کتابے است مسمی"
"بفوائد الفواد در آنجا ملفوظات شیخ را جمع کردہ در غایت متانت الفاظ"
"و لطافت معانی، آن کتاب درمیان خلفا، و مریدان شیخ نظام الدین"
"دستورے است ۔ گویند کہ امیر خسرو گفتے کاشکے تمام تصنیفات من"
"بنام میر حسن بودے و ایں کتاب از من بودے و ایں سخن ناشی از"
"غایت محبتے است کہ امیر خسرو را نسبت بہ میر خود بود........"
"..........................."
"مولد و منشا امیر حسن مقام دہلی است و در مدتِ حیات خود مجردانہ"
"زیست و در آخر عمر در دیوگیر رفت و ہمانجا مدفن یافت روضۂ او"
"ہم در انجاست رحمۃ اللہ علیہ وفات او در سنہ...... است"

اِس کے بعد جس قدر تذکرے اولیا یا شعراء کے لکھے گیے ان میں وہی واقعات اُلٹ پلٹ کے لکھے جاتے رہے جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ناقابل توجہ ہیں۔ البتہ عبدالرزاق المخاطب بہ **شاہ نواز خاں** کا تذکرۃ الشعراء موسوم بہ "بہارستان" جس میں قابل مؤلف نے ایک حد تک تنقید اور تقریظ سے کام لیا ہے۔ اِس قابل ہے کہ اس کے اقتباس کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ جو کچھ انہوں نے تحریر فرمایا ہے وہ یہ ہے۔

اقتباس (۶)۔ "خواجہ حسن دہلوی لقب وے نجم الدین بن علاء سجزی است
" مولد و منشائے او در دہلی است۔ میان فضلائے عصر عزتے و مکانے
" داشت و در مریدان شیخ (نظام الدین علیہ الرحمہ) نیز بالتفات خاص
" مخصوص بود و بحسن معاملت و صفائے سریرت و سایر صفات حسنہ
" یگانہ زمانہ بودہ۔ انچہ گویند در ابتدائے حال خواجہ کہ حسن و جمال وافر
" و فضل و دانش کامل داشت بر دکان خبازے نشست۔ روزے
" سلطان المشایخ باصحاب خود ازاں راہ میگذشت۔ امیر خسرو کہ در عنفوان
" شباب بود چنین حسن دلربا دیدہ شیفتہ گردید و نزدیک دکان رفتہ بپرسید
" کہ نان چگونہ میفروشی۔ حسن گفت نان در پلہ ترازو مے نہم و خریدار را
" میفرمایم کہ زر در پلہ دیگر گزارد۔ ہر گاہ زر گراں بر آید مشتری را
" راہی مینمایم۔ امیر خسرو گفت اگر خریدار مفلس باشد مصلحت چیست
" گفت درد و نیاز عوض مینمایم۔ امیر خسرو از حسن کلام حسن حیران
" ماند۔ و کیفیت حال بشیخ عرض نمود۔ بحسب اتفاق دراں زودی

"حسن ترک دکان کردہ بیشتر از اول بحسب کمالات صوری اشتغال نمود
اگرچہ دراں وقت بخدمت شیخ مرید نشد، امّا آمد و رفت میکرد۔
ایں حکایت از اکاذیب است۔ شیخ (عبدالحق) در اخبار الاخیار
آوردہ کہ بقیاس چناں درمے آید کہ امیر حسن را نسبت با امیر خسرو
تقدم گونہ باشد، چہ امیر حسن را در مدح غیاث الدین بلبن قصائد غرا است
و از امیر خسرو در مدح سلطان موصوف کمتر چیزے تواں یافت، اگرچہ
ہر دو معاصر و مصاحب یکدیگر بودند۔ چوں میانہ وے و امیر خسرو
الفت و محبت تمام بہم رسیدہ بود ہر دو نوکری سلطان محمد بن غیاث الدین
اختیار نمودہ بملتان رفتند۔ امیر خسرو بہ مصحف داری شہزادہ و خواجہ حسن
بدوات داری اختصاص یافتند۔ و بعد از شہادت شاہزادہ بدہلی آمدند
و امیر خسرو[ے] در مرثیہ او نثرے نوشتہ و بیاراں دہلی فرستادہ۔ گویند خواجہ حسن
وقتیکہ شش از پنجاہ متجاوز بود بر حوض شمسی با جمعے بہ تجرع مشغول بود۔
ناگاہ سلطان المشائخ از آں راہ میگزشت۔ خواجہ ایں دو بیت خواند

سالہا باشد کہ ما ہم صحبتیم — گر ز صحبتہا اثر بوئے کجا است
زہد تاں فسق از اول ما کم نکرد — فسق ما یاں بہتر از زہد شما است

شیخ فرمود صحبت را اثر ہاست انشاء اللہ تعالیٰ روزی باد۔
چوں وقت انتباہ رسیدہ بود فوراً بپائے شیخ افتادہ از جمیع مناہی
توبہ نمود و مرید گشت و غزلے در سلک نظم کشید کہ مقطع اش ایں است

اے حسن توبہ آنگہے کردی — کہ ترا طاقت گناہ نماند"

[ے] بظاہر کتابت کی غلطی ہے یہاں بجائے خسرو کے حسن ہونا چاہیے۔

"کتاب فوائد الفواد کہ مشتمل براحوال واقوال شیخ است تصنیف اوست"
"در غایت متانت الفاظ ولطافت معانی۔ گویند امیر خسرو گفتے کاشکے"
"تمام تصانیف من بنام حسن بودے واین کتاب ازمن۔ واین سخن"
"از غایت محبتے است کہ نسبت بپیر داشت۔ در شعر بسیار معتقد شیخ سعدی"
"بودہ وہمیشہ تلاش آں روش میکرد چنانکہ خود گوید

حسن گلے زگلستان سعدی آوردہ است
کہ اہل معنی گل چیں ازاں گلستانند

"لہذا اورا سعدی ہندوستان می گفتہ اند ومولانا عبدالرحمن جامی"
"در بہارستان آوردہ کہ خواجہ حسن را در غزل طرز خاص است اکثر قافیہ ہائے"
"تنگ وردیف ہائے غریب اختیار نمودہ لاجرم از اجتماع آنہا"
"شعر وے اگرچہ در بادی الرائے آسان می نماید اما در گفتن دشوار است بنابریں"
"اشعار وے را سہل ممتنع گفتہ اند۔ صاحب تاریخ فیروز شاہی آوردہ"
"کہ من کسے را در لطافت وسلامت عقل وتہذیب اخلاق مثل خواجہ حسن"
"ندیدہ ام سلاطین واغنیا بوے توجہ خاص داشتند۔ در آخر عمر وقتیکہ"
"سلطان محمد تغلق شاہ دہلی را خراب نمودہ دیوگیر دکن را پائے تخت"
"خود قرار دادہ موسوم بدولت آباد ساخت وے نیز بدانجا شتافت"
"ودرہماں اوان بدار الجنان منزل گزید "مخدوم اولیا" تاریخ است۔"
"دراخبار الاصفیا سال رحلت سنہ ہفتصد وسی وہفت نوشتہ کہ"
"یک سال ازاں تاریخ کم است ودر بالا گھاٹ دولت آباد کہ اکثر"

"مشائخ چشت مثل شاہ منتجب الدین معروف بہ زری زربخش و برادرش"
"شاہ برہان الدین غریب و شیخ زین الدین قدس اللہ اسرارہم درانجا آسودہ اند"
"مدفون گردید و دراں دیار مشہور بہ حسن شیر گشتہ۔ اشعار خواجہ مشہور است"

. . . .

ان اقتباسات کے بعد ہم عنوانات مندرجۂ حاشیہ سے مختصراً بحث کرنا چاہتے ہیں۔

امیر حسن اور انکے والد کا نام | بعض مولفین نے حسن کا نام جلال الدین بھی لکھا ہے مگر اجماع اسی پر ہے کہ ان کا نام نجم الدین حسن تھا، اسی کا آخری جز لے کر خود انہوں نے یا ان کے اساتذہ نے ان کا تخلص قرار دیا اور وہ ان کے حسن انتخاب اور حُسن نیت سے ایسا چمکا کہ صدیوں گزر جانے اور زمانے کے سیکڑوں پلٹے کھانے کے بعد بھی فارسی کی ادبی دنیا میں ابھی تک نہایت آب و تاب کے ساتھ روشن ہے۔ فوائد الفواد کے دیباچہ میں انہوں نے خود اپنے آپ کو "حسن علاء سجزی" لکھا ہے۔ یہاں غور طلب یہ امر ہے کہ "علا" سے کیا مراد ہے۔ اور دوسرا لفظ "سنجری" ہے جیسا کہ عوام میں مشہور ہے یا "سجزی" ہے۔ مولانا شاہ عبدالحق صاحب اخبار الاخیار، اور شاہ نواز خاں صاحب تذکرہ بہارستان نے "علا" کو ان کے والد کا نام قرار دے کر اس بحث کو مختصر کر دیا ہے، لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ لفظ علاء الدین یا کسی دوسرے لفظ کا امالہ یا اختصار ہے یا ان کا نام صرف اسی قدر تھا۔ اسپرنگر جس نے اودھ کے کتب خانۂ شاہی کی کتابوں کی فہرست نہایت محنت سے مرتب کی ہے، ان کے والد کا نام صاف طور سے

علاء الدین لکھا ہے۔ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے پاس اس کی کوئی سند بھی تھی یا محض "علا" کو علاء الدین کا اختصار سمجھ کر ایسا لکھ دیا ہے۔ یہ امر کہ اس سے سلطان علاء الدین خلجی سے انتساب مقصود ہے جس کے زمانہ میں انہیں ایک حد تک عروج ہوا بظاہر قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس بادشاہ کی دوسری انتسابی اشیاء کی طرح وہ بھی لفظ "علائی" سے ظاہر کیا جاتا نہ کہ محض لفظ "علا" سے۔

دولت آباد جو ممالک محروسہ سرکار آصفیہ حیدر آباد دکن کا ایک مشہور قصبہ اور امیر حسن کا مدفن ہے وہاں کے عوام الناس میں وہ "حسن شبر" کے نام سے مشہور ہیں۔ ایک غزل میں وہ خود بھی فرماتے ہیں۔

شیر دل خواندن حسن را، لطف بود
نے سگِ خود خواں کہ جاہ دیگر است

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا اپنے مخصوص اور چہیتے مریدوں کو بعض اوقات بعض پیار کے ناموں سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر خسرو کو "ترک اللہ" فرماتے تھے۔ امیر موصوف خود ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

بر زبانت چوں خطاب بندہ "ترک اللہ" رفت
دست "ترک اللہ" گیر و ہم بہ الہش سپار

ممکن ہے کہ امیر حسن کو بھی سلطان المشائخ نے کسی وقت ان کے ترک و تجرد کی بنا پر "شیر دل" فرمایا ہو جیسا کہ ان کے شعر مذکورہ بالا سے مترشح ہوتا ہے۔

اور وہ مختصر ہو کر صرف شیر رہگیا ہو، لیکن زیادہ تر رجحان اسی طرف معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس نے لفظ "شاعر" کو بگاڑ کر "شیر" کر دیا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کی صحبت میں کئی بزرگ تھے جو حسن کے نام سے موسوم تھے۔ ان میں تمیز کرنے کے لیے ہر شخص کے نام کے ساتھ اس کی صفت بڑھا دیجاتی تھی۔ مثلاً ایک حسن شاعر کہلاتے تھے دوسرے حسن قوال کے نام سے مشہور تھے۔ یہ قوال سلطان المشائخ کے پسندیدہ اور مقبول قوالوں میں تھے اور اس قافلہ میں شریک تھے جسے دہلی چھڑوا کر قسمت دولت آباد کھینچ لائی تھی۔ اور اس لیے ان امتیازی الفاظ کا قایم رکھنا اور زیادہ ضروری ہو گیا ہوگا۔

لفظ "سنجری" کے متعلق ہمارا خیال ہے کہ کاتبوں کی غلطی سے اس لفظ نے یہ صورت اختیار کر لی ہے، ورنہ فی الحقیقت وہ "سجزی" ہے، جو "سگزی" کی معرب شکل ہے "فوائد الفواد" جو اسی سال قبل دہلی کے فخر المطابع میں چھپی ہے اور جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس میں صاف طور سے حسن علا سجزی لکھا ہے۔ ہندوستان کے شرفا کے خاندانوں کی تاریخوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اور بیشتر خاندان عرب سے نکل کر ایران، افغانستان اور دوسرے قرب و جوار کے ممالک میں آباد ہوئے اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً ہندوستان آتے رہے ہیں۔ ایسے خاندان شاذ ہی ہونگے جو براہ راست عرب سے آکر ہندوستان میں آباد ہوئے ہوں۔ اس بنا پر قوی قیاس یہی ہے کہ حسن کا خاندان بھی عرب سے نکل کر پہلے سیستان یا سجستان میں آکر آباد ہوا اور اس کے بعد ہندوستان آیا۔ اس لحاظ سے انہیں "سنجری" نہیں بلکہ "سجزی" کہنا صحیح ہوگا۔ اس قیاس کی تائید

اس سے بھی ہوتی ہے کہ دنیائے اسلام میں کوئی شہر یا قصبہ "سنجر" کے نام سے موسوم نہیں ہے۔ سنجار البتہ ایک شہر ہے جس کی نسبت "صاحب معجم البلدان" لکھتے ہیں کہ وہ "جزیرہ (عراق عرب) کا ایک مشہور اور آباد شہر ہے۔ موصل سے تین روز کی مسافت پر ایک بلند پہاڑ کے دامن میں واقع ہے .... یہ شہر اکثر اہل علم و ادب اور شعراء کا مولد اور مسکن رہا ہے۔ منجملہ ان کے ہمارے زمانہ میں اسعد ابن یحییٰ ابن موسیٰ بن منصور شاعر ہیں، جو بہائے سنجاری کے خطاب سے یاد کیے جاتے ہیں"۔ اگر حسن کے خاندان کا تعلق اس شہر سے ہوتا تو وہ بھی وہاں کے دوسرے باشندوں کی طرح "سنجری" نہیں بلکہ "سنجاری" کہلاتے۔ "صاحب معجم البلدان" سیستان یا سجستان کے متعلق جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی سن لیجیے:۔

"سجستان یا (سیستان) اقلیم سوم میں واقع ہے۔ اس کا صدر مقام زرنج ہے جو ہرات سے جانب جنوب اسّی فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے یہ ریگستانی حصہ ہے جس میں کھجور کے درخت بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وہاں کے باشندے مضبوط قوی ہیکل اور بہادر ہوتے ہیں۔ رستم وہیں کا رہنے والا تھا۔ وہاں کے اہل علم جو مشہور ہوئے ہیں مثلاً ابو احمد خلف، ابی بکر الشافعی، وعلج عبداللہ بن سلیمان وغیرہ وہ سب "سجزی" کہلاتے ہیں"۔

اب صرف ایک صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر حسن کے خاندان کا کوئی تعلق سلطان سنجر سلجوقی یا اس نام کے کسی دوسرے شخص سے ہو اور اس نسبت سے اس خاندان کے لوگ اپنے آپ کو "سنجری" لکھتے ہوں۔ لیکن اس کا پتا نہ کسی تاریخ سے چلتا ہے اور نہ کہیں انھوں نے اپنی کسی نظم یا نثر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لیے جب تک مزید انکشاف نہ ہو انھیں "سجزی" ہی کہنا مناسب ہوگا۔

امیر حسن کا مولد و منشا | تمام تذکرہ نویسوں نے ان کا مولد دہلی بتایا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے خاقانی کے قصیدہ پر ایک قصیدہ لکھا ہے "مجرا داشتہ ویناداشتہ" جس میں اپنی نسبت فرماتے ہیں:-

پروردہ فضلِ ایزدش، ارشادِ غیبی مرشدش
بودہ بداؔیوں مولدش، دہلی است منشا داشتہ

پورا قصیدہ کُلیات میں موجود ہے جو ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکا مولد دہلی نہیں بلکہ بدایون تھا۔ بداؔیون اس زمانہ میں قبۃ الاسلام کہلاتا تھا اور ایک صوبہ کا صدر مقام اور مہتمم بالشان شہر تھا۔ یہ بتانا کہ ان کے والد وہاں کے مستقل باشندے تھے، یا کسی کاروبار کے سلسلے میں وہاں مقیم تھے اور امیر حسن کس عمر تک وہاں رہے، بغیر کسی مزید مواد کے محال ہے۔ شیخ جمالی نے اپنی کتاب سیر العارفین میں یہ فقرہ لکھا ہے۔

خواجہ علا سجزی با جمع یاران خود در کنارہ حوض شراب میخورد، و او را با حضرت شیخ (حضرت نظام الدین اولیا، علیہ الرحمہ) در مبدء حال در بداؔیون آشنائی و صحبت بودہ است پیدا گشت۔"

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسن بداؔیون میں اتنی عمر تک رہے کہ ان پر بداؔیون میں حضرت شیخ سے آشنائی اور ہم صحبتی کا اطلاق ہو سکتا ہے، لیکن یہ بالکل لغو ہے۔ حضرت سُلطان المشایخ سنہ ۶۳۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور (۱۶) سال کی عمر یعنی سنہ ۶۴۹ ہجری میں دہلی تشریف لے آئے۔ اس سے دو تین سال بعد امیر حسن پیدا ہوئے جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے۔ پس حسن کا مبدا ر

ؔ سیر الاولیاء مولفہ امیر خورد

حال ہیں بدایوں میں حضرت شیخ سے آشنا اور ہم صحبت ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔ یہ واقعہ بھی شراب خواری کے واقعہ کی طرح جس سے ہم آئندہ بحث کرینگے، بے بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ دہلی میں ان کا نشو و نما ہونا مسلم ہے جیسا کہ خود ان کے بیان سے ظاہر ہے۔

سال پیدائش اور امیر خسرو سے عمر کا مقابلہ

امیر حسن کا سالِ پیدائش کسی تذکرہ یا کتاب میں نہیں ملتا۔ ہمارے اکثر تذکرہ نویس حضرات اسے ایک غیر ضروری امر خیال فرماتے رہے ہیں حالانکہ کسی شخص کی سیرۃ یا تذکرہ میں اس کا ظاہر کرنا لازم اور ضروری ہے۔ ہم نے اس بارہ میں جو کاوش کی تھی وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ ہمارا سلسلۂ استدلال اس طرح تھا کہ امیر حسن حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات موسوم بہ "فوائد الفواد" میں جو ۷۰۷ھ ہجری سے شروع ہوتی ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک سال قبل جب سے میں مرید ہوا میں نے شیخ کے ملفوظات لکھنے شروع کیے ہیں۔ اس سے بلا شک و شبہ مرید اور تائب ہونے کا سال ۷۰۶ھ ہجری قرار پاتا ہے شاہ نواز خاں، صاحب تذکرۂ "بہارستان" جو ہماری رائے میں تمام متاخر تذکرہ نویسوں میں سب سے زیادہ معتبر اور مستند ہیں مرید ہونے کے وقت اُن کی عمر ۵۶ سال اور وفات کی تاریخ "مخدوم الاولیا" یعنی ۷۳۸ھ ہجری قرار دیتے ہیں۔ گویا ۷۰۶ھ ہجری یعنی مرید ہونے کے بعد ۷۳۸ھ ہجری تک امیر موصوف ۳۲ سال بقید حیات رہے۔ اس حساب سے ان کی عمر ۳۲ + ۵۶ = ۸۸ سال قرار پاتی ہے۔ اتنا معلوم ہو جانے کے بعد ان کے سال پیدائش کا دریافت کر لینا کچھ مشکل نہ تھا اگر ۸۸ کا عدد ۷۳۸ سے منہا کر دیا جائے تو سالِ پیدائش ۶۵۰ھ نکل آتا ہے۔ لیکن ہمارے اس حساب میں دو سال کی کمی رہ گئی تھی جیسا کہ ہمیں بعد کو معلوم ہوا۔

انڈیا آفس کے کتب خانہ کی فہرست کتب فارسی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے، امیر حسن کے دیوان کا جو قلمی نسخہ وہاں موجود ہے اس کا دیباچہ خود انہوں نے نثر میں لکھا ہے، جس میں منجملہ دوسرے امور کے تحریر فرماتے ہیں کہ "سنہ ۷۱۵ ہجری میں جبکہ میری عمر ۶۳ سال کی تھی میں نے یہ دیوان مرتب کیا۔ اس حساب سے ۶۳ کے عدد کو ۷۱۵ سے خارج کردیا جائے تو سنہ ۶۵۲ ہجری مطابق سنہ ۱۲۵۴ء نکل آتا ہے جو ان کی پیدائش کا صحیح سال ہے۔ حضرت امیر خسرو کا سالِ پیدائش مسلم طور سے سنہ ۶۵۱ ہجری ہے، جیسا کہ وہ خود ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

کنوں کہ ششصد و ہشتاد و چار شد تاریخ

مرا زسی و سہ آمد نوید سی و چہار

یعنی سنہ ۶۸۴ ہجری میں میرا چونتیسواں سال شروع ہوتا ہے۔ اس لیے مولانا شیخ عبدالحق، صاحب اخبار الاخیار کا یہ فرمانا کہ "امیر حسن را بر امیر خسرو گونہ تقدم، ہست" (ملاحظہ ہو انتخاب نشان ۵) صحیح نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت حال یہ ہے بلحاظ عمر امیر حسن، امیر خسرو سے ایک سال چھوٹے تھے۔ شیخ صاحب جس دلیل سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہے شیخ صاحب کا استدلال یہ ہے کہ "امیر حسن کے قصیدے غیاث الدین بلبن کی تعریف میں ہیں مگر امیر خسرو کے کلام میں ان کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ شیخ صاحب کا یہ استدلال مختلف وجوہ سے کمزور اور محل نظر ہے۔"

اول تو محض کسی بادشاہ کی مدح نہ کرنے سے لازمی طور سے عمر یا زمانہ کا تخمینہ یا اندازہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ امر بآسانی ممکن ہے کہ دو شاعر ایک ہی وقت اور زمانہ میں

The J & K University Library
Acc. No. 26427

ہوں اور ایک نے بادشاہِ وقت کی مدح میں قصائد لکھے ہوں اور دوسرے نے نہ لکھے ہوں۔ محض تقدم اور تاخر کا معیار یہ نہیں قرار پا سکتا۔

دُوسرے یہ کہ امیر حسن کے جتنے کلیات ہماری نظر سے گذرے اور جن کی تعداد نو دس سے کم نہیں، اور جن میں سے اکثر مختلف شاہی کتب خانوں کے نسخے تھے ان میں سے کسی ایک نسخہ میں بھی غیاث الدین بلبن کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں پایا گیا، نہ بحیثیت سلطان ناصر الدین کے وزیر اور مختار کل کے اور نہ بحیثیت بادشاہ کے۔

تیسرے۔ اور سب سے اہم امر یہ ہے کہ غیاث بلبن ۶۶۴ھ ہجری میں بادشاہ ہوا۔ اس وقت امیر خسرو کی عمر تقریباً ۱۳ سال اور امیر حسن کی تقریباً ۱۲ سال کی تھی۔ امیر حسن اپنے اس دیوان کے دیباچہ میں جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں، تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے تیرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اس لیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ انھوں نے ۶۶۴ھ ہجری سے پہلے جبکہ غیاث الدین بلبن صرف الغ خاں کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا اس کی مدح میں کچھ لکھا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ امیر حسن کے کسی دیوان میں بھی جو ہماری نظر سے گزرے ہیں بجز سُلطان علاء الدین اور اس کے خاندان کے کسی بادشاہ یا امیر کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں ہے۔ خود ان کے مرتبہ کلیات میں بھی جو انڈیا آفس میں ہے، غیاث الدین بلبن کی مدح میں کوئی قصیدہ نہیں پایا گیا۔

مولانا شیخ عبدالحق ان لوگوں میں نہیں ہیں، جن کی نسبت یہ گمان کیا جائے کہ انھوں نے بغیر کسی بنیاد کے یوں ہی ایک لغویات لکھدی ہوگی۔ اس خلش کو دور کرنے اور اس معمے کو حل کرنے کے لیے ہمیں بہت زحمت اُٹھانی پڑی۔ مختلف تاریخوں اور تذکروں کی ورق گردانی کے بعد جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ "الغ خاں"

کے خطاب نے مولانا موصوف کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ سُلطان ناصرالدین محمود جو سُلطان شمس الدین التمش کا چھوٹا بیٹا تھا۔ سنہ ۶۴۴ ہجری م ۱۲۴۰ء میں اپنے بھتیجے سُلطان علاء الدین مسعود کی جگہ پادشاہ ہوا۔ ناصرالدین ہندوستان کے ان مسلمان بادشاہوں میں تھا جن کی زندگی خلفائے راشدین کی زندگی کا نمونہ تھی۔ شجاع، عابد، زاہد اور بیحد خداترس تھا۔ تخت نشینی کے دن اس نے ملک غیاث الدین بلبن کو جو سُلطان شمس الدین التمش کے "بندگان چہل گانی" میں اور اس کا داماد تھا اور مختلف پادشاہوں کے زمانہ میں بازدار خاصہ، میر شکار اور امیر حاجب رہ چکا تھا اپنا وزیر بنایا اور خانِ اعظم "الغ خاں" کا خطاب دیکر تمام سلطنت کا کاروبار اس کے سپرد کردیا۔ سلطان ناصرالدین کی بیس سالہ حکومت میں تمام سلطنت کا نظم ونسق اسی کے ہاتھ میں تھا اور وہی مختارِ کُل تھا۔ اور عام طور سے "الغ خاں" کے خطاب سے پکارا جاتا تھا۔ سلطان ناصرالدین کی وفات کے بعد خود پادشاہ ہوا۔ غیاث الدین بلبن کے پوتے سلطان معزالدین کی سہ سالہ پادشاہی کے بعد "خاندان غلامان" کا خاتمہ ہوگیا۔ اور خلجیوں کا ستارۂ اقبال چمکا۔ اِن میں پہلا پادشاہ سلطان جلال الدین خلجی تھا۔ اِسے فریب اور دغا سے اس کے بھتیجے اور داماد علاء الدین نے مار ڈالا۔ علاء الدین نے سنہ ۶۹۵ ہجری میں ملک کو دوسرے دعویداروں سے پاک وصاف کرکے سریرِ سلطنت پر قدم رکھا اور اپنے چھوٹے بھائی الماس بیگ کو جس کا جلال الدین کے قتل میں بڑا حصّہ تھا "الغ خاں" کا خطاب دیا اسے سلطنت کے انتظام میں بڑا دخل تھا اسی لحاظ سے بیچارے شعراء کو اس کی خوشامد بھی کرنی پڑتی تھی۔ یہی خطاب ہے جس سے مولانا شیخ عبدالحق کو غلط فہمی واقع ہوئی۔ امیر حسن کے متعدد قصائد اور

قطعات اسی "الغ خاں" یعنی الماس بیگ کی مدح میں ہیں نہ کہ غیاث الدین بلبن کی مدح میں۔ اس دعوے کی تائید میں بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ "الغ خاں" کی مدح کے چند اشعار پیش کر دیے جائیں جس سے یہ معاملہ صاف ہو جائے۔ پہلی نظم جو امیر حسن کے دیوان میں "الغ خان" کی مدح میں ملتی ہے وہ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

معزالحق "الغ خان" معظم مدار ملک کشور گیر عالم
ورا "نصر من اللہ" نقش خاتم گرامی گوہر الماس کوکب

"الماس" کا لفظ صاف طور سے "الماس بیگ" کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

معزالحق والدنیا "الغ خان" زمان داور کہ دارد او ز تائید ازل از لامکاں دولت
فلک سر بر در ایں خانہ می مالد چو می داند کہ ہرگز سر نہ پیچد زیں مبارک خانداں دولت

"خانہ" اور "خاندان" دونوں الفاظ بتا رہے ہیں کہ شاعر کا ممدوح یعنی "الغ خاں" اور بادشاہ وقت دونوں ایک ہی خاندان کے ارکان تھے۔ یہ کیفیت اگر پائی جاتی تھی تو علاء الدین اور الماس بیگ میں پائی جاتی تھی۔ سلطان ناصر الدین اور غیاث الدین بلبن گو رشتہ دار ہوں مگر نسلاً ایک خاندان کے ارکان نہ تھے۔

تیسرا انتخاب اور زیادہ صحیح اور صاف ہے۔

خلق در سایۂ اقبال الغ خانی باد سایۂ دولت شہ بر سرش ارزانی باد
شہ ز تاریخ ازل ثانی اسکندر شد شاہ اقبال تو تا حشر ہمہ ثانی باد

اس میں "ثانی اسکندر" کے الفاظ اس خطاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو سلطان علاء الدین نے متواتر کامیابیوں کے نشہ سے مست ہو کر اپنے لیے مقرر کیا تھا۔ اگر مزید ثبوت کی ضرورت رہ گئی ہو تو یہ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

بزور بازواں عالم کشادی | ازیں اقبال برخوردار بادی
مقرر بر تو ہر چہ از بازوت خاست | الغ خانِ معظم بازوئے راست
خضر خان و مبارک شمع گلشن | دو چشم ملک ملک از ہر دو روشن

خضر خاں اور مبارک خاں سلطان علاء الدین کے بیٹے تھے۔ اِن کے علاوہ اور بہت سے اشعار ہیں جو صاف بتا رہے ہیں کہ امیر حسن کا ممدوح "الغ خاں" الماس بیگ تھا نہ کہ غیاث الدین بلبن اور مولانا شیخ عبدالحق صاحب جس نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ غلط ہے۔

نسب و مذہب ہمارے مکرم اور معظم دوست مولانا مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی یہ سنکر بہت خوش ہوئے تھے کہ امیر حسن کا مولد بدایون تھا اور فرمایا تھا کہ ان کا نسب معلوم ہو جائے تو شاید ہم لوگ اس کا پتا چلا سکیں کہ آیا ان کا خاندان وہاں کا باشندہ تھا یا ان کے بزرگ بہ سلسلۂ ملازمت وغیرہ وہاں مقیم تھے جوئندہ یابندہ ان کے کلیات کو بنظر امعان دیکھنے سے بعض اشعار ایسے مل گئے جن میں انھوں نے اپنے نسب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک فخریہ قطعہ میں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے اعتراض کا جواب ہے۔ فرماتے ہیں۔

بحر را مایہ از چو من ابر سیت | بہتریں دُر و کہتریں مطرم
از سخن آبم از تواضع خاک | لاجرم مہربان و مہر درم
شکم از غصہ پارہ کرد صدف | چوں شنید آبداریٔ گہرم
باز بعضے خسان و بد دہناں | زیں دُرر منکر اند و زیں غدرم
طعن ایں در سخن کنند مباد | ضرب شاں چیست یک شبہ سپرم

چار ما در کنند و ہفت پدر من زیک مادر و زیک پدرم
دست در شاخ من زنند مباد کہ بہ بیخ کسے رسد تبرم
در دنیا سرائے بولہبیت من بہ عزت ازیں سرا بدرم
خانہ بولہب چہ جائے قرار چوں در مصطفیٰ است مستقرم
قرشی الاصل، ہاشمی نسبم کز ہوایش برآمد ایں شجرم

اس سے ان کا ہاشمی النسب ہونا ظاہر ہے۔ امید ہے کہ جناب مولانا عبدالقدر صاحب بدآیون کے سادات کے شجرے ملاحظہ فرما کر اس مسئلہ پر کوئی مزید روشنی ڈال سکیں گے۔
ان کا زمانہ ان کا کلام، ان کی صحبت، اور ان کی ارادت صاف بتارہی ہے کہ وہ صوفی اور حنفی المذہب تھے۔

تعلیم سلطان غیاث الدین بلبن کا عہد جو ۶۶۴ھ ہجری م ۱۲۶۶ء سے شروع ہو کر ۶۸۵ھ م ۱۲۸۶ء میں ختم ہوتا ہے، امیر حسن اور امیر خسرو دونوں کی تحصیل علم کا زمانہ تھا۔ امیر خسرو کی تعلیم کے متعلق باوجود خود اُن کی کشادہ بیانی اور باوجود ان کے حالات سے طبقۂ شعراء اور صوفیہ کو اس قدر دلچسپی کے آج تک یہ نہ معلوم ہو سکا کہ انہوں نے کیا کیا علوم پڑھے اور کن کن استادوں سے پڑھے تھے تو بیچارے حسن سے بستہ زبان اور بمقابلہ اپنے دوست امیر خسرو کے غیر معروف شخص کی تعلیم کے متعلق یہ بتانا کہ ان کی تعلیم میں کن کن بزرگوں نے حصہ لیا اور وہ کس حد تک تھی، تقریباً محال ہے۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ یہ زمانہ علمی اور ادبی ترقی کے لحاظ سے ایک غیر معمولی زمانہ تھا۔ غیاث الدین بلبن کی خوش قسمتی اور اقبال مندی تھی کہ اس کے عہد حکومت میں ایشیا کے تیس چالیس ایسے حکمراں جنھیں تاتاری مغلوں کے

قیامت خیز طوفان نے اپنے ممالک سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا دہلی میں مقیم اور اس کی دربار کی زیبایش اور رونق تھے۔ بلبن ان سب کی تعظیم و تکریم میں بیحد مبالغہ کرتا تھا، اور سب کے لیے معقول وظائف مقرر کر رکھے تھے۔ ان میں سے بعض حکمران خود ذی علم تھے اور اکثروں کے ساتھ ایسے لوگ تھے جن کا شمار علماء اور فضلاء میں ہوتا تھا۔ انھوں نے خود دہلی کے اہل فضل و کمال کے ساتھ ملکر ایک ایسا علمی مجمع قایم کر دیا تھا جس کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ مولانا ضیاء الدین برنی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "اس عصر کو خیر الاعصار کہیں تو کچھ بیجا نہیں کیونکہ وہ بڑے بڑے معتبر سادات مشہور علماء اور ذی ہمت امراء کی ذات بابرکات سے مزین تھا۔ سادات میں قطب الدین شیخ الاسلام شہر (جد بزرگوار قاضیان بدایون) اور سید منتجب الدین و سید جلال الدین پسر سید مبارک و سید عزیز و سید معین الدین سامانہ و سادات گردیزد و سادات عظام کیتھل و سادات جنجیر و سادات بیانہ و سادات بدایون وغیرہ صحت نسب اور بزرگی حسب میں عدیم المثال تھے۔ طبقۂ علما اور صوفیہ میں مولانا برہان الدین بلخ مولانا برہان الدین بزاز، مولانا نجم الدین دمشقی شاگرد مولانا فخر الدین رازی، مولانا سراج الدین سجزی، مولانا شرف الدین دیوالجی، صدر جہاں منہاج الدین جرجانی قاضی رفیع الدین کازرونی، قاضی شمس الدین مراحی و قاضی رکن الدین سامانہ سے بزرگ شریک تھے"۔

اس علمی فضا اور اس ماحول میں امیر حسن، امیر خسرو اور شاہزادہ سلطان محمد (جس کے حالات سے ہم آئندہ بحث کرینگے) نے پرورش اور تعلیم پائی تھی۔ گو ہم امیر حسن کے اساتذہ کے نام اور ان کی تحصیل علم کی حد نہ بتا سکیں مگر جو کچھ ان کی

تصنیفات اور تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ فارسی کی نظم و نثر پر وہ بدرجہ کمال قدرت رکھتے تھے فارسی اس زمانہ کے مسلمانوں کی تقریباً مادری زبان تھی۔ عربی میں اگرچہ ان کی کوئی معتدبہ نظم یا نثر ہماری نظر سے نہیں گذری مگر جس طرح وہ عربی کے فقرے جابجا اپنے کلام میں استعمال کرتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان پر بھی عبور تھا۔ میرے والد مرحوم مولانا احمد علی سابق سررشتہ دار کمشنری و رزیڈنسی دہلی، صاحب "قصر عارفان" جو سلاسل اور حالات صوفیہ میں نایاب کتاب ہے تحریر فرماتے ہیں کہ امیر حسن کی "قواعد النحو" نحو عربی میں ایک مشہور اور معروف کتاب تھی۔ اس سے ان کی عربی دانی کا مزید ثبوت ملتا ہے۔ مولانا ضیاء برنی ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ کہ انہیں اخبار سلاطین و اکابر علمائے بزرگ دہلی کے حالات سے بڑی واقفیت تھی جس کے معنی یہ ہوئے کہ انہیں تاریخ پر بھی نظر تھی اس سے زیادہ ان کی تعلیم کے متعلق ہم کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے۔

امیر حسن اور امیر خسرو کی ملاقات

اقتباس نشان (۴) ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ صاحب "تاریخ فرشتہ" کی روایت کے مطابق ایک دن حضرت سلطان المشائخ مع اپنے ساتھیوں کے بازار سے گزر رہے تھے۔ امیر خسرو کی جوانی کا زمانہ تھا وہ بھی ہمراہ تھے۔ خواجہ حسن شاعر جو بڑے صاحب حسن و جمال تھے ایک نان فروش کی دکان پر بیٹھے تھے امیر خسرو انکا حسن و جمال دیکھ کر فریفتہ ہو گئے دکان کے پاس جا کر پوچھا کہ روٹی کس انداز سے بیچتے ہو۔ حسن نے کہا کہ ترازو کے ایک پلڑے میں روٹی رکھتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دوسرے پلڑے میں نقد رکھے جب نقد کا پلڑا جھک جاتا ہے تو خریدار کو چلتا کر دیتا ہوں۔ امیر خسرو نے کہا اگر خریدار نادار ہو تو کیا کرتے ہو

یا نانوائی تھے؟

کہا نقد کی جگہ درد و نیاز بھی قبول کرلیتا ہوں۔ امیر خسرو خواجہ حسن کا یہ انداز بیان اور حسن کلام سنکر حیران رہ گئے اور یہ کل کیفیت شیخ کی خدمت میں عرض کی۔ ادھر حسن کو دردِ طلب دامنگیر ہوا، اسی زمانہ میں دکان بند کر کے علوم اور کمالات ظاہری کے حصول میں کوشش کرنے لگے اگرچہ اس وقت مرید نہیں ہوئے مگر شیخ کی خانقاہ میں آنے جانے لگے اور ان میں اور امیر خسرو میں گہری دوستی ہوگئی"۔

جہانتک ہم واقف ہیں اس افسانہ کو سب سے پہلے ابو القاسم فرشتہ ہی نے شروع کیا اور وہ ایسا عام ہوگیا کہ اس سے ہمارے زمانہ کے ایسے اصحاب بھی جن سے تنقید کی بہت کچھ امید ہوسکتی تھی نہ بچ سکے۔ شاہ نواز خاں صاحب "تذکرہ بہارستان" نے البتہ اس حکایت کو "اکاذیب" میں شمار کیا ہے لیکن اس کے وجوہ نہیں بتائے ہیں اس معاملہ میں شاہ نواز خاں کی رائے سے پورا اتفاق ہے اور اس کے جو وجوہ ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ عرض کرتے ہیں۔

اول۔ فرشتہ نے مطلق یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ حکایت کہاں سے ملی اور اس کے پاس اس کی صحت کی کیا سند ہے۔ یہ صحیح ہے کہ فارسی مورخ اور تذکرہ نویس اور خصوصاً سیر الاولیاء کے مولفین ماخذ یا سلسلہ روایت کی مطلق پروا نہیں کرتے مگر ان کی اس عادت کی بنا پر ان کی ہر لکھی ہوئی حکایت قابل اعتبار نہیں متصور ہوسکتی۔

دوسرے۔ یہ حکایت ایسی دلچسپ ہے کہ اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو مولانا ضیاء الدین برنی اور امیر خورد جنھوں نے امیر حسن کے چشم دید حالات لکھے ہیں کبھی اسے چھوڑ نہ سکتے تھے۔ امیر خورد نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشائخ کی کرامتوں کا

ایک عنوان قایم کیا ہے اگر فی الحقیقت اس روایت کی کوئی حقیقت ہوتی تو امیر خورد ضرور اس کا ذکر کرتے۔ ایک نان پز کے دل میں ایک نگاہ سے درد طلب کا پیدا کر دینا کیا کم کرامت ہو سکتی ہے۔

تیسرے۔ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن اور امیر خسرو میں ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ حالانکہ مولانا ضیاء الدین برنی جو ان دونوں حضرات کے معاصر اور ہم صحبت دوست تھے فرماتے ہیں کہ ان دونوں استادوں میں میل جول اور آمد و رفت اور دوستی کا سبب میں ہوا ہوں۔ اِس سے ظاہر ہے کہ باہم تعارف کا سبب مولانا ضیا الدین تھے نہ کہ وہ بازاری ملاقات جس کا ذکر فرشتہ کرتا ہے۔

چوتھے۔ امیر حسن کے حسن و جمال کا تذکرہ کسی معاصر مورخ نے نہیں کیا ہے، اگر ایسا ہوتا تو ان میں سے کوئی شخص ضرور اس کی طرف اشارہ کرتا جیسا کہ ان کے حسن اخلاق، عمدہ عادات یا ترک و تجرد کا ذکر کیا گیا ہے۔

پانچویں۔ فرشتہ نے یہ حکایت جن الفاظ میں کی ہے، اس سے خود اس کی خامی اور عدم صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "خواجہ حسن ..... در دکان خباز ے نشستہ بود" اس سے ہرگز یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ وہ "نان فروشی" کرتے تھے اور جب وہ نان فروش نہ تھے تو امیر خسرو کا ان سے مزاحاً بھی یہ سوال کرنا کہ "نان چگونہ میفروشی" کس قدر بے موقع، خلاف تہذیب اور غیر قرین قیاس ہے۔

چھٹے۔ جو لوگ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا علیہ الرحمہ کے مریدوں کے اعتقاد اور طریقہ عمل سے واقف ہیں اور جس کی شہادت مختلف

کتابوں سے ملتی ہے وہ ایک لحظہ کے لیے بھی یہ باور کرنے کے واسطے آمادہ نہ ہونگے کہ سلطان المشایخ مع اپنے خاص مریدوں کے بازار سے گذر رہے ہوں اور ان میں کوئی بھی اس کی جرأت کر سکے کہ ایک نوجوان لڑکے کو نان بائی کی دکان پر بیٹھا دیکھ کر اس سے چہل اور مذاق کرنے کے لیے حضرت کا ساتھ چھوڑ کر چلا جائے۔ اور وہ بھی امیر خسرو سے مرید جو ابتدائے ارادت سے آخر دم تک سلطان المشایخ کے شمع جمال کے پروانے تھے اور خلوت و جلوت میں سایہ کی طرح ساتھ رہتے تھے۔ ان مریدوں اور معتقدوں کی ارادت اور ان کا ادب ان ابتدائی عربوں سے بالکل مختلف تھا جو حضرت سرورِ کائنات کو کھڑا چھوڑ کر خرید و فروخت کرنے اور کھیل تماشا دیکھنے کے لیے چلے جاتے تھے جس کی طرف کلام پاک میں ان الفاظ سے اشارہ فرمایا گیا ہے، وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا۔ ان وجوہ سے ہم فرشتہ کی اس روایت کو بھی اس کی دوسری روایت "تازیانہ" کی طرح، جس سے ہم آگے بحث کرینگے بالکل مہمل اور لغو سمجھتے ہیں۔

ملازمت غیاث الدین بلبن کی اولاد میں سلطان محمد اس کا بڑا بیٹا ان لوگوں میں ہے جنھیں تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ اس نے جس آب و ہوا میں پرورش پائی تھی اسکا ذکر قبل ازیں ہو چکا ہے وہ خود تعلیم یافتہ اور علم و فضل کا دلدادہ تھا۔ پادشاہ اسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ سنہ ۶۶۸ یا ۶۶۹ ھ میں غیاث الدین بلبن کا چچازاد بھائی شیر خاں جو سلطنت کا رکن اعظم اور ملتان کا گورنر تھا فوت ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان تاتاری مغلوں کا جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ ان کی روک تھام کے لیے سرحد پر ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جری، شجاع، مدبر اور قابلِ اعتبار ہو

سلطان بلبن نے تمام امور پر غور کر کے بالآخر شہزادہ سلطان محمد کو اس خدمت کے لیے منتخب کیا، اور اسے "قاآن الملک" کا خطاب اور ولیعہدی کا چتر و تاج دیگر کثیر اتباع اور بہت سی فوج کے ساتھ ملتان روانہ کیا۔ سلطان محمد نے ملتان پہنچکر سرحد کا انتظام شروع کیا۔ مغلوں کی ایک کثیر جماعت کو قتل کیا اور بہت سے اقطاع ان کے ہاتھ سے نکال لیے۔

سلطان محمد کا قاعدہ تھا کہ ہر دوسرے تیسرے سال اپنے باپ کی زیارت اور قدمبوسی کے لیے ملتان سے دہلی آتا رہتا تھا۔ ۶۷۸ھ ہجری کے دورہ میں وہ امیر خسرو اور امیر حسن کو جو اس وقت شاعری اور نام آوری کی اُفق پر روشن ستاروں کی طرح چمکنے لگے تھے، علی الترتیب مصحف داری اور دوات داری کی معزز خدمات پر مامور کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ یہ لوگ پانچ سال یعنی ۶۷۸ھ ہجری سے ۶۸۳ھ ہجری تک سلطان محمد کے ساتھ رہے۔ اس شہزادہ کے عادات اور اطوار کے متعلق مولانا ضیاء الدین برنی جو اس شہزادہ کے معاصر اور دربار رس لوگوں سے ہم صحبت تھے جو کچھ لکھتے ہیں وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے "کہ یہ شہزادہ بیحد مودب اور مہذب تھا اس کی صحبت ہمیشہ دانشمندوں، معتبروں فاضلوں اور ہنرمندوں سے معمور رہتی تھی، اور اس میں شاہنامہ، دیوان سنائی، دیوان خاقانی خمسہ نظامی پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحثیں ہوتی تھیں اور امیر خسرو اور امیر حسن اس کے دربار کے ملازم تھے ان لوگوں نے پانچ سال ملتان میں رہ کر اس شہزادہ کی خدمت کی ہے اور اسکے ندمائی حیثیت سے تنخواہیں اور انعامات پائے ہیں۔ اس شہزادہ کی دانشمندی کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اس نے چند صحبتوں میں ان دو شاعروں کے لطائف و فضائل

اور دانش وہنر دریافت کرکے انہیں اپنے تمام ندما میں منتخب کرلیا۔ انکے کلام کو پسند کرتا، اور ان کے ساتھ دوسرے ندیموں سے زیادہ مہربانی کرتا تھا اور انہیں زیادہ انعام اور بہتر خلعت دیتا تھا۔ میں نے خود امیر خسرو اور امیر حسن کو یہ کہتے سُنا ہے کہ خان شہید سا مؤدب اور مہذب شہزادہ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے دربار میں تمام تمام دن ایک نشست سے مؤدب بیٹھا رہتا اور زانو نہ بدلتا تھا ایسے مواقع پر ہم نے کبھی اسے چار زانو بیٹھے نہیں دیکھا اور نہ کسی مجلس میں اسکے مُنہ سے کوئی لغو، بیہودہ یا فحش بات سُنی۔ قسم بھی اگر کبھی کھاتا تو وہ "حقا" کے لفظ سے زیادہ نہ ہوتی تھی ...... ملتان کے قیام کے زمانہ میں ایک مرتبہ اس نے شیخ عثمان اور شیخ قدوہ فرزند حضرت شیخ بہارالدین ذکریا کو بلاکر عربی غزلوں کا سماع کرایا۔ ان بزرگوں اور ان کے ساتھی درویشوں کو خوب وجد ہوا جس وقت تک ان کی یہ حالت رہی شہزادہ برابر ہاتھ باندھے کھڑا روتا رہا اس کی مجلس میں اگر شعرائے قدیم کا وعظ او نصیحت کا کوئی شعر پڑھا جاتا تھا تو اسے بجد توجہ سے سنتا تھا اور اس طرح روتا تھا کہ لوگ حیران رہجاتے تھے۔ علم کا شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ملتان سے دو مرتبہ آدمی اور خرچ بھیجکر شیخ سعدی کو شیراز سے بلایا مگر ضعف پیری کی وجہ سے خود نہ آسکے اور ہر مرتبہ اپنا کلام اپنے قلم سے لکھ کر بھجوایا اور معذرت کی"

انتخاب نشان (۴) کے ملاحظہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حسب روایت فرشتہ امیر خسرو امیر حسن پر عاشق تھے اور ان کے ان تعلقات کی نسبت لوگوں کے خیالات بُرے تھے۔ اگر عشق کے معنی دوستی اور محبت کے نہ لیے جائیں تو یہ عاشقی

اور معشوقی اور حسن کو کوڑوں سے پٹوانے کا افسانہ بھی فرشتہ کی نان پزی یا نان فروشی کی روایت کی طرح بالکل بے سروپا نظر آتا ہے۔ اہلِ ہوس کے وہ تعلقات جن پر لوگوں کو نکتہ چینی اور ملامت کا موقع ملتا ہے عموماً زیادہ عمر والوں کی طرف سے کم عمروں کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہاں یہ معاملہ مطلق نہیں دونوں حضرات تقریباً مساوی العمر تھے۔ اور سلطان محمد کی ملازمت میں داخل ہونے کے وقت تقریباً ۲۷، ۲۸ سال کے تھے۔ دونوں کے ڈاڑھی مونچھیں نکل آئی ہونگی۔ پڑھے لکھے، معزز خدمتوں پر مامور تھے۔ محمد سلطان کا جس کی تہذیب اور متانت کا حال آپ سن چکے ہیں ان حضرات کے باہمی تعلقات کو قابلِ ملامت و سرزنش باور کر کے امیر حسن کو امیر خسرو سے نہ ملنے کا حکم دینا اور امیر حسن کے نہ ماننے پر انہیں کوڑوں سے پٹوانا، اور ان کوڑوں کے نشانات کا امیر خسرو کے ہاتھ پر نمایاں ہونا ایسے امور ہیں جنھیں کوئی ذی عقل انسان ماننے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ اگر فرشتہ نے ان دونوں حضرات کی عمروں، ان کے علم وفضل، تعلیم و تربیت اور سلطان محمد کے عادات و اطوار اور تہذیب و اخلاق پر تھوڑا سا بھی غور کیا ہوتا تو یہ لغو اور مہمل روایت اس کی تاریخ میں جگہ نہ پا سکتی تھی۔

شہزادہ سلطان محمد کی اس علمی و ادبی مجلس کو قائم ہوئے چودہ پندرہ سال (از ۶۶۹ھ تا ۶۸۳ھ) بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ زمانہ نے اپنے قاعدہ کے مطابق کروٹ لی، اور چشم زدن میں اس پُرلطف اور دلچسپ صحبت کو درہم و برہم کر دیا۔ سلطان محمد نے جو شکستیں تاتاریوں کو وقتاً فوقتاً دی تھیں ان کا داغ ان کے دلوں پر تھا۔ جب ارغون خاں ہلاکو کا پوتا ایران کا فرمانروا ہوا

تو تیمور خاں نامی ایک چنگیز خانی امیر جو افغانستان کا حاکم تھا لوٹ مار، اور اپنے قوم کے دامن سے شکستوں کی بدنامی کا داغ مٹانے کے لیے بیس ہزار سواروں کے ساتھ دیبال پور اور لاہور کے علاقہ جات پر حملہ آور ہوا اور انہیں تاخت و تاراج کرتا ہوا ملتان کی طرف بڑھا۔ سلطان محمد نے نہایت جرأت اور مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا، اور ایک گھمسان لڑائی کے بعد اُسے شکست دیدی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تاتاریوں کی اس شکست کے بعد شہزادہ سلطان محمد اپنی فوج کے پانسو فتح مند سپاہیوں کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک تاتاری مغل جو دو ہزار سواروں کو لیے کمیں میں بیٹھا تھا باہر نکل آیا، اور اس موقع کو غنیمت سمجھکر اس مختصر اور باخدا جماعت پر حملہ آور ہوا۔ کچھ لوگ نماز ختم کرچکے کچھ لوگ نماز میں تھے۔ یہ ناگہانی حملہ بھی سلطان محمد کو حواس باختہ نہ کرسکا، وہ سنبھلا اور اپنی مختصر جمعیت کو مرتب کر کے تاتاریوں کے حملوں کا جواب دینے لگا۔ اور اس نے کئی مرتبہ غنیم کے پروں کو توڑ دیا۔ مگر امیر حسن نے جو ملتان میں موجود اور غالباً اس معرکہ میں شریک تھے اپنے مرثیہ میں نماز کے واقعہ کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے وہ اپنے مرثیہ میں لکھتے ہیں کہ

"غزات اسلام از ملوک ترک و خلج و معارف ہندوستان و سائر سپاہی در نماز گاہ معرکہ ازاں جہت کہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد را باصلوٰۃ نسبت فرمود کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر" تکبیر گویان دست برآوردند ..... "عجب نہیں کہ "نماز گاہ معرکہ" کے الفاظ نے بعد کے مورخین کو اس روایت کے بنا لینے پر مائل کیا ہو۔ امیر خسرو کے مرثیوں میں اور مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ میں

کہیں نماز کے واقعہ کا ذکر نہیں ہے اگر اس کی کوئی حقیقت ہوتی تو ایسے مضمون کو نہ امیر حسن چھوڑ سکتے تھے اور نہ امیر خسرو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس معرکہ میں جو صبح سے شام تک قایم رہا ایک تیر سلطان محمد کے سینہ پر ایسا لگا کہ وہ اس سے جانبر نہ ہو سکا اور اس طرح اس ہونہار اور بے مثل شہزادہ کا عین شباب میں خاتمہ ہو گیا۔ اسی واقعہ کی بنا پر سلطان محمد تاریخوں اور تذکروں میں "خان شہید" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معرکہ میں خان شہید کے ساتھ دہلی کی فوج کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور بہت سے لوگوں کو تاتاری گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس معرکہ میں امیر خسرو کا شریک اور ان کا ایک مغل کے ہاتھ پڑ جانا اور دو سال کے بعد اس کی قید سے رہا ہو کر دہلی پہنچنا مسلم ہے، لیکن امیر حسن کے متعلق ہمیں ابتک کوئی ایسا مواد نہیں ملا جس بنا پر ہم یہ کہہ سکیں کہ وہ بھی قطعاً شریک معرکہ اور گرفتاری اور قید میں امیر خسرو کے ساتھی تھے۔ ہمارے مکرم استاد مولانا شبلی مرحوم نے "حیات خسرو" میں ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حسن کو بھی تاتاری گرفتار کر کے بلخ لے گئے تھے۔ وہ فقرہ یہ ہے کہ "امیر صاحب اور خواجہ حسن دہلوی بھی اس معرکہ میں شریک تھے، چنانچہ تاتاری ان کو گرفتار کر کے بلخ لے گئے"۔ اگر مولانا مرحوم کا مقصد دونوں حضرات کی گرفتاری سے ہے تو غالباً مولانائے موصوف نے کسی سند کی بنیاد پر ایسا تحریر فرمایا ہو گا جس سے ہم ناواقف ہیں۔ امیر خسرو نے اپنی گرفتاری کا ذکر بعض نظموں میں کیا ہے مگر حسن کے کلام میں کہیں اس کی طرف اشارہ نہیں پایا جاتا۔ اس حادثہ جانکاہ سے مسلمانوں کو مختلف حیثیتوں سے سخت صدمہ

اٹھانا پڑا۔ اس پر امیر خسرو نے نظم میں اور امیر حسن نے نثر میں نوحہ خوانی کی ہے۔ امیر خسرو کے ترکیب بند کے ہر بند کے پانچ پانچ شعر اور امیر حسن کی نثر بتمامہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ترکیب بند امیر خسرو

واقعہ است ایں یا بلا از آسماں آمد پدید
آفتست ایں یا قیامت در جہاں آمد پدید

مجلس یاراں پریشاں شد چو برگ گل ز باد
برگ ریزے گوئی اندر بوستاں آمد پدید

بسکہ آب چشم خلقے شد رواں از چار سوے
پنج آب دیگر اندر مولتاں آمد پدید

خواستم تا ز آتش دل بر زباں آرم سخن
صد زبانِ آتشینم در دہاں آمد پدید

جمع شد سیارہ در چشم مگر طوفاں شود
چوں ببرج آبی انجم را قراں آمد پدید

من نخواہم جز ہماں جمعیت ایں کے شود
خود محالست ایں بنات النعش پرویں کے شود

تا چہ طالع بد کہ شاہ از مولتاں لشکر کشید
تیغ کافر کش برائے کشتن کافر کشید

چوں خبر کردندش از دشمن بداں قوت کہ داشت
بے محابا خشم در سر کرد و رایت بر کشید

انچہ حاضر بود لشکر لشکرے دیگر نجست
زانکہ رستم را نشاید منت لشکر کشید

آنچناں رنگیں کنم امسال خاک از خون شاں
کز زمیں باید شفق را گونۂ احمر کشید

او دریں تدبیر و آگہ نہ کہ تقدیر فلک
صفحۂ تدبیر را خطِ مشیت در کشید

آں چہ ساعت بد کہ کافر بر سر لشکر رسید

جوق جوق از آب بگذشتند و ناگہ در رسید

جنگ شہ دیدی و بر گردوں غبار انگیختن
باد پا بر کافراں خاکسار انگیختن
علغلہ در انجم از جوش سپاہ انداختن
زلزلہ در عالم از سیر سوار انگیختن
ضربت مردانہ در پہلوئے نامرداں زدن
شعلۂ آتش ز تیغ آبدار انگیختن
دیو بندی را علم جمشید وار افراختن
ملک گیری را فرس خورشید وار انگیختن
آسماں اندر تضرع زاں فزع برداشتن
آفتاب اندر تیمم زاں غبار انگیختن

اندراں وقتے کہ فرق از مرد تا نامرد بود
اے بسا کس را کہ بہا خشک رو ہا زرد بود

روز را تاریکی آمد چوں بہم بر بافتند
زرد شد خورشید چوں خنجر بہ خنجر بافتند
روز بز ویک فرو رفتن شدہ از زرم تیغ
آسمانے بر سر خورشید لشکر بافتند
آبگوں شد خاک چوں جوشن بجوشن دوختند
گلستاں شد دست چوں اسپر در اسپر بافتند
کشتگاں افتادہ در صحرائے از اطراف سر
ہمچو صورتہا کہ در دیبائے اخضر بافتند
خواستند تا نطع نصرت گسترد لیکن چہ سود
کز فلک آں نطع را بر شکل دیگر بافتند

یکزماں شمشیر قاتلش نیا سود از قتال
از زوال روز تا شب اندراں روز زوال

یارب آں خوں بود کاندر روئے صحرا میدوید
یا بسوئے تشنگاں موجے ز دریا می دوید
کشتہ اندر خاک جاں میکند و بر خود می طپید
در گلویش موج می زد خون و بالا می دوید

ایں بدوزخ برد آب و آں بجنت برد جوے
گرچہ خون گبر و مومن ہر دو یکجا می دوید

شاہ لشکرکش بترتیب صف و آئین جنگ
مید وانید اشہب اقبال را تا می دوید

پائے پس می برد گردوں مو گرفتہ فتح را
فتح ہرچند از طلایع جانب ما می دوید

کافر اندر انتظار شب کہ تا بیروں شود
ناگہاں میزان ما را پلہ دیگرگوں شود

تا چہ شب بود آں کہ از چرخ آفتاب افتادہ بود
دیو آتش در جہاں میزد شہاب افتادہ بود

روز چوں باقی نبود آں آفتاب تحت را
روز باقی بود چیزے کافتاب افتادہ بود

گر حسین کربلا را رہ بہ بے آبی فتاد
او محمد بد کہ در آبش تاب افتادہ بود

کافر اندر خوں چو خر در پارگیں غلطیدہ بود
مومن اندر گل چو گوہر در خلاب افتادہ بود

فعل ایں گرگ کہن بنگر کہ از دست سگاں
شیر در زنجیر و فیل اندر طناب افتادہ بود

بے فزع بود آں قیامت را معین دیدہ ام
گر قیامت را نشاں اینست پس من دیدہ ام

دایرات آسمانی گردش پرکار کرد
مرکز اسلام را سرگشتہ چوں پرکار کرد

ذرہ را دیدی کہ آب چشمہ خورشید برد
سنگ را دیدی کہ کار لولوی شہوار کرد

با مغل ہر سال بہر دیں سر کارش بود
عاقبت جان گرامی در سر ایں کار کرد

دست تقدیر است گہ خوں ریز و جاں گہ دہد
ناتوانانیم و نتواں کینہ با قہار کرد

شیر نر از نیش موری صد خروش صعب زد
پیل مست از نوک خارے صد فغاں زار کرد

جمعہ بود و سلخ ذی حجہ کہ بود آں کارزار
آخر ہشتاد و سہ آغاز ہشتاد و چہار

مہر و مہ بر روئے آں فرخ لقا بگریستند
روز و شب بر سالِ آں اندک بقا بگریستند

بس کہ اندر عہد او ماہی و مرغ آسودہ بود
ماہیاں در آب مرغاں در ہوا بگریستند

خلق ملتاں مرد و زن مویہ کناں موکناں
کو بکو و سو بسو و جا بجا بگریستند

از خروش گریہ و بانگ دہل شب کس نخفت
بس کہ در ہر خانۂ اہلِ عزا بگریستند

در ازاں بند بلا ناگہ اسیرے باز گشت
روئے او دیدند ہر کس بے ریا بگریستند

گریہ چنداں شد کہ موج دیدہ از جیحوں گزشت
حالِ من ایں بود حالِ دیگراں تا چوں گزشت

دست مالم یا خود از دنداں کنم بازو کبود
یا بپوشم جامہ زیں مینائے چوں مینو کبود

ہم سیاہے شد ز ہند و ہم سفیدی شد ز ترک
بس کہ می پوشد کنوں ہم ترک ہم ہندو کبود

نیلگر را خود عروسے شد بخانہ بس کہ شد
بر مثال نو عروسے در عزائے شو کبود

خوبرویاں را کہ پیشانی زدند و خوں گریست
زیر ابرو سرخ شد بالاتر از ابرو کبود

بس کہ می کندند مو از فرق نازک سربسر
شد ز آزارِ چناں کندن تہ ہر مو کبود

موئے سر تا چند ازیں غم زار و گریاں بر کنم
ایں تن چوں موے بارے از سر جاں بر کنم

وہ کہ دل یکبارگی خوں شد برائے دوستاں
آہ ازاں جمعیت راحت فزائے دوستاں

بسکہ خون بے بہا خوردہ است خاک از دوستاں	واجب است از خاک جستن خوں بہائے دوستاں
خسروا ہر بار میگوئی فراخواہم درید	جامۂ جاں تا بدامن در عزائے دوستاں
جاں کہ صد جا پارہ شد از غم کجا باشد روا	پارہ را پارہ کردن از برائے دوستاں
دوستاں رفتند از بہر کہ میگوئی سخن	ختم مطلق کن سخن را از برائے دوستاں

یاد میکن رفتگاں را خاصہ در حال دعا
کت برحمت یاد نماید مگر دال دعا

یارب آں خورشید رحمت نور درجاں بادشاں	جاں ز فیض نور چوں خورشید تاباں بادشاں
بود شاں در روز ہیجا خانِ اعظم پیشوا	پیشوائے جنت الفردوس ہم خاں بادشاں
تشنگانے را کہ جانہا شاں زبے آبی برفت	بر سر از ابر کرم ہر لحظہ باراں بادشاں
بستگانے را کہ دشواری بر ایشاں دیر ماند	یارب امید رہائی زود آساں بادشاں
وانچہ باقی ماندہ اند وزاں بلا باز آمدہ	فضل یزداں بادشاں احسان سلطاں بادشاں

چوں محمد رفت شہ را عاقبت محمود باد
کیقبادش اسعد و کیخسروش مسعود باد

مرثیہ امیر حسن

دیر باز است تا سپہر ستمگر اگرچہ مدتے عقد موافقت می بندد و عہد مصادقت می پیوندد برمی گردد و روزگار ناساز گار اگرچہ رسم رضامی نہد و وعدۂ وفائی دہد در میگزرد

آسمان شوخ چشم کہ مردمک مردمی او بجس خساست معیوب است اگرچہ اول چوں مستاں بے آنکہ ہیچ کرمے باعث باشد چیزے می بخشد ولیکن آخر چوں طفلاں بے آنکہ ہیچ خیانتے مانع آید بازمی ستاند عادات ومعہودات زمانہ جافی ہمبریں منوال چہ بتجارب وچہ بتسامع دیدہ وشنیدہ آمدہ است کہ ہر کرا چوں ماہ برآمدہ می بیند میخواہد کہ روے کمال او را بداغ نقصان سیاہ کند و ہر کرا چوں ابر برسر آمدہ می یابد دراں می کوشد کہ جوہر او را پارہ پارہ در اطراف آفاق پراگندہ کند دریں بلغ حیرت وبستان حسرت چنانکہ ہیچ گلے بے خار نرست ہیچ دلے از خار خار نرست اے بسا سبزۂ نورستہ کہ از خزاں آفت درمقام لطافت زرد روئے ماندہ واے بسا نہال نوخاستہ کہ از تند باد اجل درخاک زمیں پہلو نہادہ ؎

در باد خزاں بیں کہ چہ حد بردی کرد　　　برسرو جواں چہ ناجوانمردی کرد

یکے از امثال ایں تمثیل واقعہ خسرو ماضی قاآن ملک غازیست انار اللہ برہانہٗ وثقل بالحسنات میزانہٗ روز آدینہ سلخ ماہ ذی حجہ سنہ ثلث وثمانین وستمایۃ (۶۸۳) کہ ماہ چوں مہر دردل کافر ہیچ جا پدید نبود آفتاب بمصاحبت لشکر اسلام تیغ زناں برآمد وشہزادہ اعظم کہ آفتاب آسمان ملک بود نورانیت غزا درغرۂ غزائے او لایح وجہد افراط جہاد درضمیر نیر او ثابت پائے مبارک دررکاب آورد شبانہ برائے مشکل کشائے عرضہ داشتند کہ ایتمر باتمامی لشکر بسہ فرسنگی فرود آمدہ است چوں بامداد شد برعزیمت کوچ ازاں مقام نہضت فرمود وبیک فرسنگی آں ملاعین پیش بازآمدہ بموضع مصاف درحدود بلغ سمرترہ برکرانۂ آب لاہور اختیار کرد۔ چنانچہ متصل آب دیہی بزرگ بود آنرا حصن حصین ساخت وصورت لبست کہ چوں کفار

مقابل شوند ہر دو آب در عقب لشکر باشد تا نہ ازیں حملہ کسے رو بفرار تواند نہاد و نہ ازال مخاذیل ساقۂ لشکر را آفتے تواند رسید والحق آں اختیار از غایت حزم و نہایت کاردانی اُن خان جہاں ستاں بود اما چوں قضائے بد میرسد سررشتۂ ہمہ مصالح در تاب میرود و سلک ہمہ تدبیرہا از انتظام می شود ؎

ہر کرا از بخت بد رہ اوفتد کار او ورکام بد خواہ اوفتد
بخت چوں دیوانہ از رہ گم شود عقل چوں شب کور در چاہ اوفتد

قضارا آں روز ماہ و آفتاب کہ نسبت بہ ملوک دارند نشانہ ماہی آویختہ بودند و مریخ کہ در سرخروئی او ہمہ از خون اعیان مملکت است ہمہ از ترکش آں برج خدنگ خذلان طعانہ طغیان می کشاد خان جوز اکمر را کہ اسدے بود از برج آبی خانۂ خوف و خرابی و دلائل فتن و مخایل فتور بریں نوع ظاہر و باہر و رمز و اشارات جاء القضا ضاق القضا در سیاق اوراق تحریر افتاد۔

القصہ نیمروز است کہ سوار چرخ در ولایت نیمروز رسید و روز آں شاہ گیتی فروز را وقتِ زوال نزدیک شد ناگاہ گروہے از سمت آں کفرہ پدید آمد خان غازی ہماں زمان سوار شد و مثال داد کہ تمامی خیل و خدم و حاشیہ و حشم او بر قضیۂ اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً صفے صد بار قوی تر از سد سکندر برکشیدند بعد از ترتیب میمنہ و ترکیب میسرہ بذاتِ عالی صفات در قلب گاہ چوں در جمع کواکب ماہ بجہاد ایستاد و کفار تتار علیہم الخذلان والخسران از آب لہاور عبرہ کردند و مقابل صف اسلامیان در آمدند ازیں وحشیان خرابی دوست بیابان زادہ پر ہائے بوم بر سرہائے شوم خود نہادہ و غزات اسلام از ملوک ترک و خلج و معارف ہندوستان

وسایر سپاہی در نماز گاہ معرکہ ازاں جہت کہ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد را باصلوٰۃ نسبت فرمود کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر تکبیر گویان دست برآوردند و در اول حملہ چندین زبردستان را از خیل مغل زیر تیغ گزرانیدند و نیزۂ ملوک درگاہ در اعضائے اعدا چناں می نشست کہ نیزہ وار از بالائے ہر یک خون برمیخاست و شست ترکان خاص در تیر تافتن چناں می بود کہ جامۂ بود بر اہل تتارہ تار تار می شد۔ ؎

در اول تگ خدنگ شہ جست گشتند تتاریاں ہمہ پست

خدایگان شیردل شمشیرزن باشمشیر ے چوں عقیدت خود صاف از میان مصاف ہر بار کہ حملہ می آورد شمشیر گوئی دراں حربگاہ برشمایل آں شاہ می لرزید و ہمہ تن زباں شدہ باوی گفت کہ امروز دفع ایں ملاعین بہ بندگان دولت حوالہ کن و نفس نفیس خود حرکت مفرمائے کہ شمشیر دو رویہ است و تیغ اجل راز خصمے بے محابا نتواں نست دا کہ از تقدیر قادر برکمال بکہ رسد من از عین الکمال چشم می زنم۔ ؎

مرو تا خاک تو بر چشم بندم مکن کز چشم بد اندیشہ بندم
فلک روئے چناں روشن ندیدہ است من از دیدہ برآں آتش سپندم

تازمانے کہ در میدان سیر غزا و رسوم ہیجا باقامت میرسانید ہر یک از اسلحہ بزبانِ حال در مقال آمدہ نیزہ می گفت کہ شاہا امروز دستِ از من کوتاہ کن کہ زبان سنان من از بسیاری جدال و قتال کند شدہ و مرا در روئے خصم مجال طعن نماندہ مبادا کہ برجہم و حرکت پریشان از من بظہور آید و تیر می گفت اے عقد شست تو عقدہ جود ابر کشادہ بقصد ایں فسدہ پیش مرو من خود در رفتن مہلکہ خاک بر سر

میکنم نبایدتنگ چشم فلک کہ بربام پنجم است و بر در خانۂ ہشتم در گوشۂ کمین از کمان کید وکین بر سبیل جسارت وجفا بر تو خدنگ خطا رواں کند، و کمندمی گفت کہ امروز سر رشتۂ تدبیر از دستِ تفکر نمی باید داد کہ من ازیں جنگ بے درنگ و رزم بے حزم تو برخود می پیچم ساعتے توقف کن کہ اسلام و اسلامیان چوں طناب بر بستۂ خیمۂ نعم تواند اللہ اللہ با ایں طائفہ رسم طناب اندازی راچندیں اطناب مدہ

من برغبت پیش تو سر بر طناب آوردہ ام
تو کمند از زلف اندازی کمند انداز من

فی الجملہ آں شاہ دیں پناہ کفر کاہ ہمہ قلب سپاہ بایں گروہ گمراہ از نیمروز تا شامگاہ غزوے بے اجبار و اکراہ میکرد و غوغائے غالبان وغا و غلیان طالبان غزا گوش گیتی و اصماغ سما کر کردہ زبانہ ہائے آتشیں کہ از سر نیزہ غزا مغز می خاست و زباں ہائے تیغ کہ در گذاردن پیغامِ اجل یک حرفِ خطا نمیکرد دراں قیامت ہمہ بدیں آیہ رواں بود کہ یوم یفرُّ المرءُ من اخیہ پشت زمیں چملِ چشم پیران بصر بباد دادہ پرخوں، وروئے آسمان چوں فرق پسران پدر گشتہ پر گرد

آہن شمشیر چوں آتش چہ تابی اے پدر
یا مرا داغ یتیمی بر جگر خواہی نہاد

ہم دریں ایں عناد اثنائے ایں آشوب و بلا ناگاہ تیرے از شست قضا بر بال آں شہباز فضائے غزا رسید و مرغ روح از قفس قالب آنحضرت بجانب گلشن و روضۂ رضوان نقل کرد اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون ہماں زمان پشت دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چوں دل یتیمان زار شکست و سد ملت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم

چو گورِ غریباں پست بیفتاد و اعتضادے کہ بازوے ملک را بود از دست بشد و اعتمادے کہ بیضۂ اسلام داشت از جائے برفت راست وقت غروب آفتاب عمر آں شاہ کہ آفتابش زرد شدہ بود بمغرب فنا فرو رفت و گردوں بر شعار سوگواراں جامہ در نیل زدہ و اشک سیارہ بر اطراف رخسارہ رواں گردیدن گرفت، زحل بر وقف قضائے وفا و شرط عزا کسوت سیاہ گردانید و از مرگ او بر اہل ہندوستان نوحہ می کرد، و مشتری بر دریغ آں اندام گرد اندود و قبائے خون آلود و دراعہ چاک میکرد و دستار بر خاک می زد، و مریخ کہ دستِ قوت او چوں چشم ترکاں روئے معیشت او چوں جعد زنگیاں تنگ و تاریک باد از تاسف آں خار خار کہ در دل خوں انگیخت چوں حوت در پیش آفتاب و چوں حمل در قبضۂ قصاب می طپید، و آفتاب از شرم آنکہ چرا در دفع ایں حادثہ و قمع ایں واقعہ نکوشید بر نیامد و در زمین فرو شد، و زہرہ چوں دید کہ اجرام از چنگ ایام چہ زحمت یافتند زاد فی الطنبور نغمہ دف را ورق بگردانید وسماع در پردۂ دیگر آغاز کرد و بر وفات آں شاہ بندہ نواز خود بجائے ساز نالیدن گرفت، و عطارد کہ در غزوات و فتوحات بر موافقت کاتب فتحنامہا در قلم می آورد، دراں نظم از سواد دوات خود روئے سیاہ می کرد و از اوراق دفترِ خویش پیراہن کاغذیں می پرداخت، و ماہ حالے در صورت ہلالے با قامت منحنی دراں قیامت زمین بسر بر دیوار و در افق میزد و مراتب مراثی نگاہ می داشت. نظم

روئے بخاک می نہی وہ کہ چنیں نخواہمت
ماہِ زمانۂ مرا زیر زمیں نخواہمت

گر بشکار میروی جان منست خاک تو
خلوت خاک خوش بود جان من ایں نخواہمت

حق تعالے و تبارک روح مطہر و مطیب آں شاہزادۂ غازی را بدارج علے

ومراتب والا برساناد ودمدم جام مالا مال تجلی جمال وجلال خویش بخشاد وہر شفقت ومرحمت وعاطفت وتربیت کہ درحق این شکستہ بیکس داشت سبب مزید درجات ومحو خطیات او گرداناد۔ آمین یارب العالمین"۔

یہ نظم ونثر دونوں مدتوں اس زمانہ کے اہلِ علم کی صحبتوں میں پڑھی جاتی اور مقتولین کے عزیزوں کو رُلاتی رہی ہیں۔

امیر خسرو کی نظم خواجہ حسن کی نثر سے صاف اور واضح تر ہے۔ ہر زمانہ کا ایک خاص طرزِ تحریر ہوتا ہے جس کی پابندی ایک حد تک ہر شخص کو کرنی پڑتی ہے۔ امیر حسن کی نثر میں بجائے واقعات کے زیادہ تر زور عبارت آرائی پر دیا گیا ہے جو اس زمانہ کے مذاق کے مطابق نہیں ہے۔ امیر حسن کی نظم کی صفائی اور سادگی اور فوائد الفواد کی نثر کی روانی دیکھ کر ہی سمجھ میں آتا ہے کہ انہوں نے یہ طرزِ تحریر اوائل عمر میں اختیار کیا تھا اور آگے چل کر اسے ترک کر دیا۔ سلطان محمد کی شہادت اور اس کی علمی اور ادبی مجلس کے درہم برہم ہو جانے کے بعد ملتان میں قیام کی کوئی وجہ نہ تھی۔ امیر خسرو اور امیر حسن دونوں دہلی چلے آئے۔ سلطان محمد کے حادثہ نے سلطان غیاث الدین کو زندہ درگور کر دیا تھا، اگرچہ بادشاہ اپنی شکستہ دلی اور رنج وغم کو چھپانے کی بہت کوشش کرتا تھا مگر اندر ہی اندر اس غم میں گھلتا جاتا تھا۔ دہلی پر مردہ دلی اور افسردگی کی ایک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ فضا عموماً شعر وشاعری کے مناسب اور موافق نہیں ہوتی چنانچہ ملتان سے آکر امیر خسرو اپنے وطن پٹیالی اور امیر حسن دہلی میں گوشہ نشین ہو گئے۔ سلطان محمد کے حادثہ پر پورے تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ سلطان غیاث الدین کا ۶۸۶ھ میں انتقال ہو گیا۔

اگرچہ سلطان غیاث الدین کی وصیت یہ تھی کہ اس کے بعد "خان شہید" کا بڑا بیٹا کیخسرو پادشاہ ہو، مگر امرائے دولت اور اعیان سلطنت نے سلطان کے دوسرے فرزند بغرا خاں کے بیٹے کیقباد کو جس کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی پادشاہ بنایا۔

یہ شہزادہ بقول مولانا ضیاء الدین برنی کے طبعاً سنجیدہ، خوش اخلاق اور خوبصورت تھا، شعر و سخن سے اسے مناسبت تھی۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے اس کی تعلیم و تربیت کا بڑا اہتمام کیا تھا۔ رات دن استاد، اتالیق اسے گھیرے رہتے تھے۔ شراب اور عورتوں کی صحبت سے سختی کے ساتھ روکا جاتا تھا۔ بعض طبیعتوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے جتنا زیادہ روکے جاتے ہیں اسی قدر اس کے دلدادہ اور فریفتہ ہوتے جاتے ہیں۔ کیقباد انہیں لوگوں میں تھا۔ ایک وسیع اور بنی بنائی سلطنت کا مالک ہو کر ایسا بدمست اور سرشار ہوا، اور اس طرح عیش و عشرت میں پڑ گیا کہ اسے دین و دنیا کا ہوش نہ رہا۔ اس کے دیکھا دیکھی وہ امرائے دولت اور اعیان سلطنت جو اب تک سطوت بلبنی کے ڈر سے اس قسم کے جذبات کو روکے ہوئے تھے کھل کھیلے۔ اور ہر طرف خوبرویوں کے جمگھٹے، اور شراب و کباب کی صحبتیں قایم ہو گئیں۔ شہر میں ایسے جلسے خاطر خواہ نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے پادشاہ نے "لعل کوشک" چھوڑ کر "کیلوکھری" میں جمنا کے کنارے ایک عالیشان قصر اور باغ تیار کرایا، اور اپنے مصاحبوں، خاصوں اور ملازمین کے ساتھ وہاں رہنا شروع کیا، اور تمام ملک کے چیدہ اور برگزیدہ مطرب اور تقویٰ و توبہ شکن شاہد آ کر اس پرستان میں جمع ہو گئے۔ مسجدیں ویران اور میخانے

آباد ہو گئے۔ اس عیش اور کامرانی میں جہانداری اور جہانبانی کا کسے خیال تھا۔ ملک کا تمام نظم ونسق ملک نظام الدین نامے ایک امیر کے ہاتھ میں تھا، نظام الدین کا خسر اور چچا ملک الامرا فخر الدین دہلی کا کوتوال اور اس کی بیوی پادشاہ کی مُنہ بولی ماں تھی۔ غرض کہ اندر باہر کُل کا مختار ملک نظام الدین تھا۔ ملک نظام الدین کے متعلق مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں کہ یہ شخص بڑا عالی ہمت، قدر دان علم وہنر، مردم شناس اور مخیر تھا۔ مگر دنیا کی طمع نے اسے اندھا اور بہرا کر دیا تھا۔ اور وہ اس وقت اس فکر میں تھا کہ کسی طرح معز الدین کا کام تمام کر کے خود پادشاہ ہو جائے۔ اس منصوبہ سے خاندان بلبنی کے ارکان اور اس خاندان کے ہوا خواہ منتشر ومتفرق اور نیست و نابود کیے جا رہے تھے کیخسرو خان شہید کا بڑا بیٹا جسے سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا مع اپنے ساتھیوں کے ملتان سے آتے ہوئے رہتک میں جانوروں کی طرح ذبح کرا دیا گیا۔ خواجہ خطیر سا نیک نام وزیر اور امرائے دولت کی ایک بڑی جماعت معزول، معطل اور منتشر ہو گئی۔ اس اثر اور قوت کے زمانہ میں ایسے لوگوں کے لیے جو "خان شہید" کے نمک خوار رہ چکے تھے اور اس کے خاندان کی ہوا خواہی کا دم بھرتے تھے کیا گنجائش تھی۔ امیر خسرو اور امیر حسن اُسی زمرہ کے لوگوں میں تھے جن سے ملک نظام الدین کھٹکتا رہتا تھا۔ اس لیے معزی دربار کے ابتدائی نقشہ سے یہ دونوں درخشاں تصویریں غائب ہیں۔ اس زمانہ میں امیر خسرو نے "خاں جہاں" نامی ایک امیر کی ملازمت اختیار کر لی، اور امیر حسن بھی ممکن ہے کہ کسی امیر کے مصاحب ہو گئے ہوں لیکن

نہ وہ خود اشارہ میں کچھ کہتے ہیں اور نہ کسی تاریخ یا تذکرہ سے اس کا پتا چلتا ہے۔
سلطان معزالدین کی غفلت اور ملک نظام الدین کی بے اعتدالیوں او
امرائے ملک کی تباہی کا حال جب سلطان معزالدین کے باپ بغرا خاں کو جو
پہلے لکھنوتی کا گورنر اور معزالدین کے بادشاہ ہوجانے کے بعد وہاں کا خود مختار
فرمانروا ہوگیا تھا معلوم ہوا تو وہ ایک طویل خط وکتابت کے بعد ایک کثیر جمعیت
کے ساتھ بیٹے سے ملنے اور اُسے سمجھانے کے لیے لکھنوتی سے چلا۔ قرار یہ پایا کہ
باپ بیٹے اودھ میں آکر ملیں۔ اس قرارداد کے مطابق باپ اپنے خدم اور حشم
کے ساتھ اودھ پہنچکر دریائے سرجو کے ایک کنارے پر اور بیٹا اپنے لاؤ لشکر
کے ساتھ دوسرے کنارہ پر خیمہ زن ہوا۔ طویل گفت وشنید اور قاصدوں کی
آمدورفت کے بعد یہ طے پایا کہ باپ دریا عبور کرکے بیٹے کی قیام گاہ میں آئے
اور وہ تمام آداب اور مراسم بجالائے جو پادشاہ دہلی کے شایان شان ہیں۔
باپ نے فطری محبت اور مصلحت وقت کے لحاظ سے یہ سب ذلتیں سہنا
قبول کیا۔ بیٹے کا دربار نہایت تزک واحتشام اور شان وشوکت سے مرتب
کیا گیا۔ بغرا خاں حسب قرارداد داخلے کے دروازہ سے پاپیادہ سراپردہ میں داخل
ہوا، اور "زمین بوس" کے مختلف مقامات پر آداب بجالاتا ہوا بیٹے کے سامنے
آیا۔ باپ کی یہ حالت دیکھ کر بیٹے سے نہ رہا گیا۔ بیتاب ہوکر تخت سے اترا اور
باپ کے پاؤں پر سر رکھ دیا۔ بیحد اصرار اور تپاک سے اسے تخت پر بٹھایا، اور
خود زانوئے ادب تہ کرکے اُس کے سامنے بیٹھا۔ چند روز باہم ملاقاتوں اور جشنوں کے
سلسلے جاری رہے۔ بغرا خاں نے بیٹے کو ملک داری اور جہانبانی کے متعلق

بہت سی نصیحتیں کیں اور اشارۃً اور کنایۃً سمجھا دیا کہ ملک نظام الدین کا وجود اس کی سلامتی اور بقا کے لیے سخت مضر اور خوفناک ہے۔ معز الدین چند روز باپ کی نصیحتوں کا پابند رہا۔ شراب و کباب اور رقص و سرود کے جلسے چند روز موقوف رہے مگر یہ کمبخت عادتیں جب راسخ ہو جاتی ہیں تو ان کا چھٹنا دشوار بلکہ محال ہو جاتا ہے۔ ذرا سی تحریک سے معز الدین کی توبہ ٹوٹ گئی اور پھر وہی عیش کی راتیں اور عشرت کے دن لوٹ آئے۔ سلطان معز الدین نے اگرچہ چند ہی روز میں باپ کی سب نصیحتیں بھلا دی تھیں مگر باپ کی درد انگیز اور عبرت خیز ملاقات کی یاد تازہ تھی اور چاہتا تھا کہ اس کے تمام واقعات نظم کے پیرایہ میں آجائیں۔ ملک نظام الدین اگرچہ ابھی تک زندہ تھا مگر اس کا درباری اثر زائل ہو چکا تھا اس لیے لوگوں نے اس کام کے لیے امیر خسرو کا نام لینے کی جرأت کی۔ ہمارا قیاس یہ ہے کہ امیر خسرو اس زمانہ میں خان جہاں کے ساتھ اودھ ہی میں تھے اور وہ باپ بیٹے کے اتحاد اور مصالحت پر ایک قصیدہ بھی لکھ چکے تھے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں:۔

زہے ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
پسر پادشاہے پدر نیز سلطاں کنوں ملک میں چوں دو سلطاں یکے شد

معز الدین نے اس مشورہ کے مطابق امیر خسرو کو بلا کر یہ کام اُن کے سپرد کیا اور امیر موصوف نے چھ مہینے کے اندر مثنوی "قران السعدین" تمام کی۔ اس زمانہ میں امیر حسن کا کہیں پتا نہیں چلتا کہ وہ کہاں اور کس شغل میں تھے۔ بظاہر ان کا کوئی تعلق دربار شاہی کے شعراء یا ندماء سے نہ تھا۔ خود امیر خسرو کا تعلق

معزی دربار کے ساتھ ایک سال سے زیادہ نہیں رہا۔ کیونکہ ۶۸۶ھ ہجری میں "قران السعدین" کا کام ان کے سپرد ہوا اور ۶۸۹ھ میں سلطان معز الدین تین سال اور چند ماہ حکومت کر کے مرگیا۔ سلطان معز الدین کے مرنے کے بعد تین چار مہینے کے اندر ہی ترکوں کی ترکی تمام ہوگئی اور خلجیوں کا ستارہ چمکا۔

خلجیوں میں پہلا تاجدار سلطان جلال الدین فیروز شاہ خلجی ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر (۷۰) سال کی تھی۔ یہ بادشاہ مکارم اخلاق، دینداری، جوانمردی، حلم و بردباری، عدل گستری میں اپنا آپ ہی نظیر تھا۔ شعر و سخن کا قدر دان اور خود بھی شعر کہتا تھا۔ صاحب "منتخب التاریخ" نے اس کے یہ شعر نقل کیے ہیں ؎

اے زلف پریشانت ژولیدہ نمیخواہم وان روئے چو گلنارت تفسیدہ نمیخواہم
بے پیرہنت خواہم یک شب بکنار آئی ہاں بانگ بلند است ایں پوشیدہ نمیخواہم

گوالیار کے محاصرہ کے زمانہ میں وہاں ایک عالیشان گنبد بنوایا تھا اور اس کے کتابہ کے لیے خود یہ رباعی تصنیف کی تھی۔

مارا کہ قدم بر سر گردوں ساید از تودۂ سنگ و گل چہ قدر افزاید
ایں سنگ شکستہ زاں نہادیم درست باشد کہ دل شکستۂ آساید

یہ رباعی سعد منطقی اور دوسرے درباری شعراء کو سنائی اور ان سے چاہا کہ اسکے عیب و صواب بیان کریں۔ درباری شعراء سے بجز تعریف اور توصیف کے اور کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ میری خاطر سے ایسا کہتے ہیں۔ اس رباعی میں جو خامیاں رہ گئی ہیں انہیں میں خود ایک دوسری رباعی سے رفع کیے دیتا ہوں۔ اس کے بعد یہ رباعی کہی۔

باشد کہ دریں جا گزر کس باشد کش خرقہ روائے چرخ اطلس باشد
شاید کہ زمین قدم میمونش یک ذرہ بما رسد ہماں بس باشد

صاحب تاریخ "فیروز شاہی" لکھتے ہیں کہ "جلال الدین کی لطافت طبع اور شناخت ہنر کی اس سے بہتر اور روشن تر دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے امیر خسرو پر جو شعرائے اولیں و آخرین کے سر دفتر ہیں، اپنے عرض ممالکی کے زمانہ میں خاص توجہ مبذول کی تھی اور بارہ سو تنگہ جو ان کے والد کی مواجب تھی ان پر جاری کردی تھی اور خلعت گھوڑا اور انعام اپنی طرف سے دیا تھا، ان کے حال پر بیحد نوازش اور مہربانی اور عنایت کرتا تھا۔ بادشاہ ہونے پر انہیں اپنا مقرب اور مصحف دار بنایا، اور جو خلعت امرائے عظام کے لیے مقرر تھا وہی امیر خسرو کے لیے مقرر کیا اور اسی بناء پر ان کے نام کے ساتھ امیر کا خطاب مستعمل ہونے لگا۔ سلطان جلال الدین کے ہم صحبت اور ہمنشین اس زمانہ کے چیدہ اور منتخب لوگ تھے مثلاً ملک تاج الدین کوچی، ملک اعز الدین غوری، ملک قیر، ملک نصرت صباح ملک چپ، ملک کمال الدین ابو المعالی، ملک نصیر الدین کہرامی، ملک سعد الدین منطقی یہ لوگ ظرافت و لطافت طبع میں مشہور روزگار تھے۔ طبقۂ ندما میں تاج الدین عراقی، امیر خسرو، موید جاجرمی، پسر ابیک دعاگو، موید دیوانِ صدر عالی، امیر ارسلان کلاہی، اختیار باغ اور تاج خطیب سے انشار پرداز دانشور، مورخ اور آداب داں لوگ شریک تھے۔ امیر خسرو روز نئی نئی غزلیں کہہ کر لاتے تھے، پادشاہ کو ان کے کلام کے ساتھ ایک قسم کی شیفتگی ہوگئی تھی وہ امیر موصوف کو بے شمار انعام اور اکرام دیتا تھا سلطان کے

دربار کے غزلخواں، ساقی، اور مطرب بھی ایسے ہی مشہور و معروف اور بے مثل لوگ تھے۔ غرضکہ سلطان جلال الدین کی یہ صحبتیں ایسی پر لطف اور دلکش ہوتی تھیں کہ دنیا میں ان کی مثال کا ملنا مشکل تھا۔"

اس دلکش اور لطف انگیز مرقع میں کہیں امیر حسن کی صورت نہیں نظر آتی اور نہ کہیں ان کا نام ملتا ہے۔ البتہ علامہ بدایونی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ "امیر خسرو سلطان معز الدین کے انتقال کے بعد سلطان جلال الدین کے ہمنشین ہوئے، شاہی قرآن ان کی تحویل میں رہتا تھا اور ہر سال ایک بھاری خلعت پاتے تھے۔ اسی طرح امیر حسن بھی اس کے ندیموں میں داخل تھے۔" علامہ موصوف نے امیر حسن کے ندما میں شریک ہونے کا واقعہ معلوم نہیں کہاں سے لیا ہے۔ ضیاء الدین برنی جو امیر حسن کے بے تکلف دوست اور بے حد مداح ہیں، اور جنھوں نے سلطان جلال الدین کے ساقیوں، غزلخوانوں اور مطربوں کا نام بنام ذکر کیا ہے اپنے دلی دوست امیر حسن کے ندما میں شریک رہنے کے واقعہ کو کس طرح چھوڑ سکتے تھے، علاوہ اس کے ان کے کسی دیوان میں جلال الدین کی مدح میں ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا، اس لیے ہمارا رجحان اسی طرف ہے کہ امیر حسن کو سلطان جلال الدین کے عہد میں بھی شاہی دربار تک پہنچنے کا موقع نہیں ملا اور ان کا تعلق بدستور لشکر شاہی سے رہا۔ ان کے اس تعلق کا پتا ان کی کتاب "فوائد الفواد" کے مختلف مقامات سے چلتا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اب میں نے لشکر ہی میں رہنا شروع کر دیا ہے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ آج میں آٹھ مہینے کی غیر حاضری کے بعد (حضرت سلطان المشائخ کی) دولت پابوس

سے مشرف ہوا۔ غیر حاضری کا سبب یہ تھا کہ میں دیو گیر کے لشکر کو گیا ہوا تھا۔ تیسری جگہ شمس دبیر کے ذکر میں کہتے ہیں کہ جس سال سلطان غیاث الدین لکھنوتی گئے تھے میں بھی لشکر میں تھا اور شمس دبیر جو میرے قرا بندار ہیں وہ بھی اسی لشکر میں تھے۔ میرا ان کا خشکی اور تری میں ساتھ رہا۔ کھانا پینا بھی ایک ساتھ تھا۔ چوتھی جگہ ۷۱۶ھ کی ایک صحبت میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کیا کہ جو شخص لشکر میں جاتا ہے اس کے دل میں یہ آتا ہے کہ اگر وہ فوت ہو جائے تو خدمتگار کو وصیت کر جائے کہ وہ اسے وہیں دفن کر دے نعش کو دور و دراز مقامات سے شہر میں لانا نہایت بیہودہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ یہی مناسب ہے۔ ایک جگہ اپنے افلاس کے ضمن میں فرماتے ہیں ؎

اکنوں کہ وقت لشکری آمد چہ ساں روم
اسپم گرو، سلاح گرو، چارپا گرو

غرضکہ ان اقتباسات اور شاہی لشکر کے ساتھ جانے آنے سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ انہیں فوجی خدمات سے کوئی تعلق تھا خواہ وہ زمرۂ اہل سیف میں ہوں یا اہل قلم میں۔ قدیم زمانے پر منحصر نہیں ہے اس زمانہ میں بھی ہر فوج اور لشکر کے ساتھ اہل قلم کی ایک جماعت کا رہنا لازم ہوتا ہے۔

سلطان جلال الدین کو علاء الدین اس کے داماد اور بھتیجے نے کڑا ے میں بلا کر نہایت بیرحمی اور دغا سے قتل کرا دیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین برنی نے علاء الدین کے عہد کے دس عجائبات بیان کیے

میں ۔ وسوال جسے وہ "اعجب العجائب" کے نام سے موسوم کرتے ہیں ۔ یہ ہے کہ "بغیر علاء الدین کے ارادہ اور اہتمام کے اس کے عہدِ حکومت میں ہر قوم کے بزرگ اور ہر علم کے استاد اور ہر ہنر کے ماہر اس قدر جمع ہو گئے تھے کہ دار الملک دہلی رشکِ بغداد غیرتِ مصر اور ہمسر قسطنطنیہ ہو گیا تھا۔ مولانائے موصوف نے اس زمانہ کے مشائخ، علماء، سادات، واعظین، ماہرانِ فنِ قرأت، ندما، مورخین، اطبا، منجمین اور سرود گویوں اور شعرا کا بہ تفصیل ذکر کیا ہے۔ طبقۂ شعرا میں پہلا نام امیر خسرو کا اور دوسرا نام امیر حسن صاحبِ تذکرہ ہذا کا ہے۔ اس کے بعد صدر الدین عالی فخر الدین قواس حمید الدین راجہ، مولانا عارف، عبید حکیم، شہاب انصاری، اور صدر بستی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کا نظم و نثر میں ایک خاص انداز اور مخصوص طرز تھا اور سب صاحبِ دیوان تھے۔ امیر خسرو سے شعرا اگر سلطان محمود غزنوی یا سنجر سلجوقی کے عہد میں ہوتے تو معلوم نہیں ان کو کتنی جاگیریں ملتیں اور کیا کیا عزت اور توقیر کی جاتی مگر سلطان علاء الدین ایسے نادرِ روزگار شعرا کو صرف ایک ہزار تنکہ مواجب "دیوانِ عرض" سے دیتا تھا اور ان کی کوئی خاص عزت یا احترام نہیں کرتا تھا۔ باوجود اس بے پروائی اور بے التفاتی کے خدائے تعالیٰ نے اس کے عہد کو ایسے اعجوبہ روزگار استادوں اور ہنرمندوں کی ذات سے مزین اور آراستہ فرمایا تھا۔ غرضکہ سلطان علاء الدین ہی کا عہد ایسا عہد ہے جس میں امیر حسن کو شاہی دربار سے تعلق رہا۔ ان کے دیوان میں اسی بادشاہ اور اوس کے اعزہ کی مدح میں قصائد اور قطعات ملتے ہیں۔ کسی دوسرے بادشاہ کی

مدح میں ایک شعر بھی نہیں ہے۔ چنانچہ وہ خود جابجا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہوگا۔ ؎

حسن را از غم و اندیشہ و رنج و محن بود ے
زباں ساکت، قلم ساکن، معانی کم، سخن کمتر
کنوں ے بیمنت از جاہ وجود و بذل و عدل شہ
سخن بسیار، و فضل افزوں، و شعر آساں سخن از بر

حسن کیں آستان کہف عصمت یافت در عالم
کمینہ مادح و کمتر سگ ایں آستاں بادا

جانِ من بندہ حسن شاداں زجاں بخشی شاہ
حرز جان خویش کردم مدح ایں درگاہ را

بندہ حسن چو از کرم شاہ قایم است
اول دعائے شاہ کند پس دعائے خویش

حسن دورِ سخن بر پادشہ نوش — کہ ایں معنی دریں دوراں تو داری

ایں روز خوش کہ دارم در دور شاہ حقا — ہرگز شبے زمانہ ننمود جز بخوابم

سلطان علاء الدین کہ باد از حق نظرہا سوئے او
الحق ز چشم مرحمت دارد نظرہا سوئے من
چونانکہ من بندہ شدم درگاہ شاہنشاہ را
گیتی غلامم می شود ترک فلک ہندوئے من

سُلطان علاء الدین نے تقریباً اکیس سال حکومت کرنے کے بعد ۷۱۶ھ میں انتقال کیا۔ اس کے انتقال سے سلطنت کا تمام نظم ونسق درہم برہم ہوگیا۔ ملک کافور نے جس کا خطاب "ملک نائب" تھا اور جو سلطان علاء الدین کا بڑا معتمد علیہ اور قوی ہوگیا تھا، امرائے دولت کو جمع کرکے علاء الدین کا ایک وصیت نامہ پیش کیا جس میں خضر خاں اپنے بڑے بیٹے کو ولیعہدی سے علٰحدہ کرنے اور اس کی جگہ شہاب الدین اپنے چھوٹے بیٹے کو جس کی عمر پانچ چھ سال کی تھی ولیعہد مقرر کرنیکا ذکر تھا۔ امرائے دولت نے کچھ اس جعلی وصیت نامے اور زیادہ تر ملک کافور کے اقتدار سے مرعوب ہوکر شہاب الدین کی بادشاہی قبول کی اس طور سے سلطنت کا تمام کاروبار ملک کافور کے ہاتھ میں آگیا۔ ملک کافور اپنے چند روزہ اقتدار کو نہایت بُری طرح اور بیحد ظالمانہ طریقہ سے کام میں لایا۔ خضر خاں کو جو گوالیار کے قلعہ میں علاء الدین کی زندگی میں محبوس تھا اندھا کرادیا اور خضر خاں کی ماں "ملکہ جہاں" کو قید کردیا اور اس کا تمام زر و زیور چھین لیا۔ سلطان علاء الدین کے دوسرے بیٹے شادی خاں کی جو نہایت خوبصورت نوجوان تھا اپنے حجام کے ذریعہ سے دونوں آنکھیں نکلوالیں۔ صرف مبارک خاں تیسرا بیٹا رہ گیا اسے ایک حجرہ میں بند کرکے کچھ لوگ اس غرض سے بھیجے کہ اسے بھی اندھا کردیں

شہزادہ ان لوگوں کو آتا دیکھ کر ان کا مقصد سمجھ گیا۔ اس کے گلے میں جواہرات کا ایک بیش بہا ہار تھا وہ ہار اس نے بڑھ کر ان لوگوں کے نذر کیا اور وہ احسانات انہیں یاد دلائے جو سلطان علاء الدین نے ان کے ساتھ کیے تھے۔ ان لوگوں کو رحم آگیا۔ اور وہ مبارک خاں کو اسی طرح چھوڑ کر چلے گئے۔ ملک کافور بقیہ خاندان اور امرائے علائی کی قلع قمع کی فکر کر رہا تھا۔ اور اس سے غافل تھا کہ قضا و قدر خود اس کی فکر میں ہے۔ پائیکوں کی ایک جماعت نے رات کے وقت ملک کافور کی خوابگاہ میں داخل ہو کر اس خواجہ سرا کا خاتمہ کر دیا اور صبح مبارک خاں کو قید سے نکال کر پہلے سلطان شہاب الدین کا نائب اور دو سال کے بعد بادشاہ بنا دیا۔ بادشاہ ہو کر اس نے اپنا خطاب سلطان قطب الدین قرار دیا۔ یہ دو سال کا زمانہ ایسے ہنگامے اور پریشانی کا تھا کہ اس میں کسی سے علم پرستی اور معارف نوازی کی کیا امید ہو سکتی تھی۔ البتہ سلطان قطب الدین کی تخت نشینی کے بعد ایک گونہ سکون کی صورت پیدا ہوئی۔ امیر خسرو نے اول ہی سال جلوس میں مثنوی "نہ سپہر" لکھ کر پیش کی اور سلطان قطب الدین نے حکم دیا کہ امیر موصوف کو ایک ہاتھی کے ہموزن روپیہ انعام میں دیا جائے جو اس وقت تک کسی بادشاہ نے نہیں دیا۔ اسی کے متعلق فرماتے ہیں۔

"شہا، گنج بخشا، کرم گسترا   معانی شناسا، سخن داورا

چنیں بخششے کز تو جم یافتم   در ایام پیشینہ کم یافتم

کنوں لابد از سحر سنجے چو من   بہ اندازۂ بخشش آید سخن

ہاتھی کے ہموزن روپیہ دینے کے متعلق مختلف روایتیں مشہور ہیں اس زمانہ میں

ہاتھی کا وزن کر لینا ذرا بھی مشکل نہیں مگر اُس زمانہ میں یقیناً ایک مشکل مسئلہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ ایک کشتی پر ہاتھی سوار کیا گیا اور اس کے وزن سے کشتی جتنی پانی کے اندر گئی اس پر نشان کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہاتھی کو اتار کر اس پر روپے بار کیے گئے، اور جب ان کے وزن سے کشتی اس خط کے برابر پانی کے اندر اتر گئی اس وقت یہ سمجھا گیا کہ روپے ہاتھی کے ہموزن ہو گئے۔

سلطان قطب الدین ایک عیاش اور بے خبر حکمراں ثابت ہوا اس کے عہد میں وہ قواعد اور ضوابط جو سلطان علاء الدین نے اس قدر خوض و فکر اور خونِ جگر کھا کر بنائے اور نافذ کیے تھے وہ سب برطرف اور منسوخ ہو گئے۔ اس کی صحبت شاہدوں، مسخروں، اور بھانڈوں سے گرم رہتی تھی۔ خسرو خاں ایک بروار بچہ پر فریفتہ تھا اور اسے بڑھاتے بڑھاتے اس قدر بڑھایا کہ اپنا وزیر بنا لیا اور آخرکار نہایت ذلت اور خواری سے اسی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امیر خسرو کو فیاضی کے جوش اور دولت کی مستی میں ایک مرتبہ کثیر انعام دیدینا اس کی علم دوستی یا معارف پروری کا نتیجہ نہ تھا۔ سلطان قطب الدین کے عہد حکومت اور خسرو خاں کی چند روزہ حکمرانی میں جو ۷۱۶ھ سے لیکر ۷۲۱ھ تک چلتی رہی۔ امیر حسن کا دہلی میں موجود رہنا اُن کی کتاب فوائد الفواد سے ثابت ہوتا ہے جو ۷۰۷ھ سے شروع ہو کر ۷۲۲ھ کو ختم ہوتی ہے یہ وہ زمانہ ہے جس میں وہ نہایت عقیدت اور محبت کے ساتھ حضرت سلطان المشایخ کے حاضر باش مریدوں کے زمرے میں شریک اور درباری زندگی سے بالکل علیحدہ نظر آتے ہیں اگر ان کا کوئی تعلق دربار ہوتا تو وہ حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں اس طرح حاضر نہ ہو سکتے تھے کیونکہ

سلطان قطب الدین بقول مولانا ضیاء الدین برنی کے حضرت سلطان المشائخ کا سخت دشمن تھا اور انہیں علانیہ بُرا بھلا کہتا تھا۔ بلکہ بارہا یہ کہہ چکا تھا کہ اگر کوئی شخص حضرت کا سر کاٹ کر لائیگا تو اُسے ایک ہزار تنگہ زر انعام دیا جائیگا۔ تمام ملازمین دربار حضرت موصوف سے ملنے کے لیے غیاث پور جانے سے ممنوع تھے۔ قطب الدین اور خسرو خاں کے قتل کے بعد زمانہ نے اپنے معمول کے مطابق کروٹ بدلی اور خاندان علائی جس کی بنیاد خاک وخون پر قایم ہوئی تھی۔ بہت ہی تھوڑے زمانہ میں خاک وخون میں مل گیا۔ اور خلجیوں کی جگہ زمانہ نے تغلقوں کو صاحب تاج وتخت بنا دیا۔ تغلقوں میں پہلا بادشاہ غیاث الدین تغلق ہوا۔ یہ بادشاہ نہایت منتظم، معتدل مزاج اور بڑا تجربہ کار تھا، جیساکہ امیر خسرو اس کی تعریف میں کہتے ہیں ؎

کارے نکرد جز بکمالات علم وعقل گوئی کہ صد عمامہ بزیر کلاہ داشت

اس نے بہت جلد ان تمام خرابیوں اور نقصوں کی اصلاح کرلی جو سلطان قطب الدین اور خسرو خاں کی بے اعتدالیوں سے انتظام مملکت میں پیدا ہوگئے تھے۔ دینے لینے میں بھی وہ اعتدال پسند تھا نہ رعایا سے زیادہ لیتا تھا اور نہ دوسروں کو زیادہ دیتا تھا۔ اس کی داد و دہش نہ اسراف اور تبذیر کی تعریف میں آسکتی تھی، اور نہ اس پر بخل اور امساک کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ وہ ہر خوشی کے موقع مثلاً شاہزادوں کے تولد، ان کی دوسری تقریبوں، اور فتوحات ممالک پر دہلی کے تمام سربرآوردہ بزرگوں، عالموں، استادوں، مدرسوں، مذکروں اور طلبہ کو شاہی دربار میں طلب کرکے ہر ایک کی حیثیت کے مطابق انعام

و اکرام دیتا تھا۔ اور جو گوشہ نشین اور آستانہ دار حاضر نہ ہو سکتے تھے ان کے پاس ان کا حصہ بھجوا دیتا تھا غرضکہ اس کے عہد حکومت میں ہندو مسلمان خاص و عام شہری اور لشکری سب بہ اطمینان تمام زندگی بسر کرتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو زمانہ نے زیادہ مہلت نہ دی چار سال چند ماہ حکومت کرنے کے بعد بنگالہ سے واپس ہوتے ہوئے اس کوشک میں ٹھیرا جو اس کے بیٹے سلطان محمد نے اس کے لیے بنوایا تھا۔ قرارداد یہ تھی کہ بادشاہ رات کو وہیں رہے اور صبح کو تغلق آباد میں داخل ہو جو بنگالہ کی فتح کی خوشی میں نہایت تزک و احتشام سے سجایا گیا تھا۔ بادشاہ نے اپنے تمام امراء دولت کے ساتھ وہیں کھانا کھایا۔ امراء وغیرہ ہاتھ دھونے کے لیے باہر گئے اتنے میں نو تعمیر مکان کی چھت گر پڑی اور بادشاہ پانچ چھ آدمیوں سمیت اس کے نیچے دبکر مرگیا۔ اور جو شہر جشنوں اور جلسوں کے لیے اس قدر اہتمام اور کوشش سے آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا وہ چشم زدن میں ماتم کدہ بن گیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق کو انتظام مملکت نے اتنی فرصت نہ دی کہ وہ علوم و فنون کی پرورش اور ترقی کی طرف توجہ کر سکے اس لیے اس کے عہد میں علماء فضلاء اور شعراء کی کوئی ممتاز حیثیت نظر نہیں آتی اور نہ اس طبقہ کے لوگوں کا اس کے عہد کی تاریخ میں کوئی تذکرہ ملتا ہے۔ اس زمانہ میں بیچارے امیر حسن کی بحیثیت شاعر کے کیا پرسش ہو سکتی تھی۔

امیر حسن کے اخلاق، عادات اور دوسرے حالات

امیر حسن کے عادات اور خصائل کے معلوم ہونیکا ہمارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں بجز اس کے جو مولانا ضیاء الدین برنی کی تاریخ یا خود ان کی کتاب "فوائد الفواد" سے مستنبط ہوتا ہے،

مولانا موصوف ان کی نسبت جوکچھ لکھتے ہیں اس کی تفصیل اس طرح کیجاسکتی ہے کہ امیر حسن کے اخلاق اور عقائد پاکیزہ تھے۔ وہ نہایت ذیعقل اور پابندِ وضع لوگوں میں تھے ان کی زندگی صوفیانہ تھی اور باوجود تجرد اور تفرد اور اسباب دنیا نہ ہونے کے ہمیشہ قانع اور خوش وخرم اور مرنج ومرنجان نظر آتے تھے۔ علم مجلس میں طاق اور علما اور فضلائے دہلی اور سلاطین ماضیہ کے حالات سے خوب واقف تھے۔ ان کی قناعت اور ان کے پاس اسباب دنیا نہ ہونے کی تصدیق تو خود ان کے اشعار سے ہوتی ہے جو جابجا بے اختیار ان کے قلم سے نکل گئے ہیں ؎

صیاد مرا یکے بیاموز — دولت بکدام دام گیرند

حدیث مفلسی من کہ نیست حد و قیاسش
بجملہ شہر رسید و بشاہ ما کہ رساند

گر حسن افلاس می ورزد مرنج — مایہ عاشق تہیدستی بود

حسن ہرچند مفلس شد زیادت گنج ہا دارد — در او بارش چہ می بینی بہ اقبال تو می نازد

مائیم یک قبا شدہ آن یک قبا گرو — در دست چرخ خانہ بہائے مرا گرو
اکنوں کہ وقت لشکری آمد چہ سان روم — اسپم گرو، سلاح گرو، چارپا گرو

کس نیست تا کہ کوزہ آبے دہد مرا — شادی گرو، ملیح گرو، زیرکا گرو[1]
یک خانہ پر کتاب کنوں کاغذے نماند — حجت گرو، قبالہ گرو، ماجرا گرو
عالم ز بینوائی اکنوں چناں شدہ ست — بر خلق می نہم چو حسن خویش را گرو

[1] یہ شاعر کے غلاموں کے نام ہیں۔

قناعت کا پتا اس سے چلتا ہے کہ ان کی مدت زندگی میں کئی خاندان حکمراں ہوئے اور بعض بادشاہ ان میں شعروسخن کے دلدادہ اور فدائی تھے مگر وہ ان سب درباروں سے علیحدہ رہے۔ سلطان علاءالدین ایک ایسا بادشاہ ہے جس کے زمانہ میں معلوم نہیں کس طرح ان کا بے لوث دامن بادشاہوں کی بیجا مداحی کی گرد سے ملوث ہوگیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انکا شمار ان معدودے چند شعرا میں ہوتا جو ہمیشہ اس گرد مزلت سے دامن بچا کر چلے ہیں۔ امیر خسرو نے باوجود تمام عمر بادشاہوں کی مداحی کرنے کے سچ کہا ہے۔ ؎

شعر ار چہ تر و فصیح باشد — از گفتن مدح دل بمیرد
گر خود نفس مسیح باشد — گردو نفس چراغ مردہ

امیر حسن کے دوست احباب ہمیشہ ان کو ترغیب دیتے اور تحریص کرتے رہے کہ آپ کو جدوجہد کر کے اپنی معاش میں ترقی کی فکر کرنی چاہیئے مگر انہوں نے مطلق اس کی طرف توجہ نہیں کی جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

ہم دریں محنت و محنت کدہ بگزار مرا — چند گوئی کہ در دولتیاں لازم گیر

حضرت سلطان المشائخ کی بیعت سے پہلے اتنا ضرور مستنبط ہوتا ہے کہ ان کی زندگی ایک حد تک آزادانہ اور لاابالی تھی "فوائد الفواد" کی پہلی ہی صحبت میں حضرت سلطان المشائخ نے غالباً انہیں کے استفسار پر تائب اور متقی کے متعلق ایک تقریر فرمائی ہے اور یہ بتایا ہے کہ متقی وہ ہے جس نے تمام عمر شراب نہ پی ہو اور کوئی گناہ نہ کیا ہو اور تائب وہ ہے جس نے سب کچھ کیا ہو اور بعدہٗ توبہ

کرلی ہو۔ مرتبہ میں دونوں مساوی ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ" دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ استقامت توبہ کا ذکر آیا ارشاد ہوا کہ جب کوئی شخص شراب سے توبہ کرتا ہے تو اس کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ اس کو پھر شراب کی طرف مائل کرتے ہیں اور ترغیبیں دلاتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کے دل میں تھوڑی بہت شراب کی خواہش باقی ہوتی ہے اگر دل پورے طور سے صاف ہوجاتا ہے تو پھر کوئی ہم نشین اس کی توبہ کا مزاحم نہیں ہوسکتا۔ اور یہی صدق توبہ کی دلیل ہے علاوہ اس کے جا بجا اپنے اشعار میں توبہ کا ذکر کرتے اور اپنی گذشتہ زندگی پر تأسف کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ اشعار مندرجۂ ذیل سے ظاہر ہوگا ۔

یک سرِ مو دولت سفید نشد ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند
اے حسن توبہ آنگہے کردی کہ ترا طاقت گناہ نماند

اے جوانی ہمہ در حشو سر آوردہ حسن
وقت تقبیل حواشی بساط پیراست

جز سیہ کاری نکردی تا سیاہت بود موے
چوں سفیدت شد کنوں بعد از سیاہی رنگ نیست

چوں حسن آنکہ از گنہ در نگذشت آں منم
آنکہ گناہ بندگاں در گزراند آں توئی

بسیار خطا کردی باز آے حسن اکنوں روے بہ زمیں آور، در ویشی درویشاں

آرے آخر ازپشیمانی بود حرف ندیم زاں ندیمیہا کہ میکردے پشیماں شد حسن

یہ سب کچھ سہی مگران کا دوستوں کے ایک مجمع کے ساتھ "حوض شمسی" پر بیٹھکر علانیہ شراب پینا جیساکہ شیخ جمالی لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو اقتباس نشان ۳) ہرگز قرین قیاس نہیں ہے جیساکہ ہم آئندہ چل کر دکھائینگے۔ یہ امر یقینی ہے کہ بیعت کرنے کے بعد ان کی زندگی اسلامی نقطۂ نظر سے قابلِ رشک ہوگئی تھی ایک جگہ خود کہتے ہیں۔

حسن ارچہ کج نہادے کلہ کرشمہ برسر

بہ بر تو بند اکنوں کمر امیدواری

"فوائد الفواد" پڑھیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس سختی کے ساتھ نہ صرف فرائض اور سنن بلکہ تہجد، نوافل، اوراد و وظائف کے پابند تھے، اور اُن کی زندگی بعینہ ایسی تھی جیسی ایک اہل اللہ اور حضرت سلطان المشائخ کے ایک بااعتقاد مخصوص مرید کی ہونی چاہیے۔ شیخ جمالی نے اگرچہ اپنی روایت کو مولانا شہاب الدین امام کی طرف منسوب کیا ہے جو بڑے پایہ کے بزرگ اور حضرت سلطان المشائخ کے مخصوص مریدوں اور خلفا میں تھے مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ روایت انہیں کہاں سے ملی، اور جب تک یہ نہ معلوم ہو اور وہ روایت درایت کے معیار پر ٹھیک نہ اترے اس کا باور کرنا کسی قدر مشکل ہے۔ یہ امور مسلم ہیں کہ امیر حسن ۷۰۶ھ میں مرید اور تائب ہوئے اور یہ سلطان علاء الدین کی حکمرانی کا زمانہ تھا۔ اگر شیخ جمالی کا بیان تسلیم کرلیا جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ شراب نوشی کا واقعہ بھی ۷۰۶ھ کا ہے۔ لیکن تاریخ فیروز شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ علاء الدین نے سنہ ۶۹۹ھ میں قلعہ رنتنبھور کا محاصرہ کیا۔

اثنائے محاصرہ میں اسے ملک کی چند بغاوتوں کی اطلاع ملی، اگرچہ یہ بغاوتیں بآسانی فرو ہوگئیں مگر علاءالدین کو دانشمند اور دوربین مدبرین کی طرح اس کا فکر دامنگیر ہوا کہ آئندہ اس قسم کی بغاوتوں کا قطعی انسداد ہوجانا چاہیے۔ بادشاہ دن بھر محاصرہ کے انتظامات میں مصروف رہتا تھا اور راتوں کو اپنے مشہور صاحب الرائے ملازمین کے ساتھ اس بارہ میں مشورہ کرتا تھا۔ مہینوں کی بحث مباحثوں کے بعد بغاوتوں کے چار اسباب قرار پائے۔ اول بادشاہ کا رعایا کے نیک و بد سے ناواقف ہونا۔ دوسرے علانیہ شراب خواری جس سے سلطنت کا کوئی راز چھپ نہیں سکتا۔ تیسرے اعیان سلطنت اور امراء کی باہم رشتہ داری۔ چوتھے زر و مال کی فراوانی۔ بادشاہ نے ان چاروں امور کے متعلق قواعد اور ضوابط مقرر کیے ہیں اس موقع پر بحث صرف انسداد شراب نوشی سے ہے اس لیے اسی کا انتظام مختصراً بیان کرینگے۔ علاءالدین اگرچہ ابتداءً خود شراب پیتا اور جلسے کرتا تھا مگر اس تجویز کے پختہ ہوجانے کے بعد اس نے بذریعہ اعلان شاہی شراب اور بھنگ وغیرہ کی خرید و فروخت قطعاً ممنوع کردی اور شہر کے تمام مشہور شرابیوں اور بھنگڑوں کو خارج البلد کردیا اور جو کثیر محاصل اس ذریعہ سے ملتا تھا اس سے دستکش ہوگیا۔ مخلص اور سچے مصلحین کیطرح اس نے اپنے گھر سے اصلاح شروع کی اپنے مجلس خانہ خاص کا تمام سامان شراب نوشی جو قیمتی چینی اور بلور کا تھا چکنا چور کرادیا۔ اور جتنے قرابے عمدہ عمدہ شرابوں کے تھے وہ سب بیرون شہر بھیجکر اُنڈلوادیے جس سے راستوں میں کیچڑ ہوگئی اور شہر کے دروازوں پر چوکیدار اور نقیب مقرر کردیے کہ چوری چھپے بھی شراب شہر میں نہ آنے پائے۔ جو لوگ ان احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے وہ مارے پیٹے

اور قید کر دیے جاتے تھے۔ جب قید خانوں میں جگہ نہ رہی تو بادشاہ نے بڑے کنوئیں کھدوائے جن میں مجرمین ڈال دیے جاتے تھے۔ علاوہ اس کے اس زمانہ میں قاضی کمال الدین صدر جہاں اور قاضی جلال حاکم شرع تھے جو اس قسم کے غیر مشروع حرکات کے انسداد میں ضرورت سے زیادہ سخت تھے۔ کیا ان حالات میں کوئی شخص یہ باور کر سکتا ہے کہ امیر حسن ایک مجمع کے ساتھ سرِ راہ بیٹھے ہوئے علانیہ شراب پی رہے ہونگے؟ شیخ جمالی کے بیان کا دوسرا جز یعنے امیر حسن اور حضرت سلطان المشایخ کا ابتدائی زمانہ میں بدایون میں ہم صحبت ہونا بھی محض لغو ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دونوں حضرات کا مسقط الراس بدایوں ہے حضرت سلطان المشایخ مسلم طور سے ۶۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور سولہ سال کی عمر میں مع اپنی والدہ ماجدہ کے دہلی تشریف لے آئے جیسا کہ خود حضرت موصوف کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے "بعد ازاں چوں شانزدہ سالہ شدم عزیمت دہلی شد" جو امیر خورد صاحب "سیر الاولیا" نے نقل کیے ہیں۔ اسطور سے حضرت سلطان المشایخ کا دہلی تشریف لانا ۶۴۹ھ میں قرار پاتا ہے۔ امیر حسن کا سال پیدائش ۶۵۲ھ ہجری ہے۔ جس وقت حضرت سلطان المشایخ ترک وطن فرما کر دہلی تشریف لائے ہیں اس وقت تک امیر حسن عالم وجود میں بھی نہ آئے تھے، بدایون میں ان کی ہم صحبتی کجا۔ بیعت کے وقت امیر حسن کی عمر ۷۰ سال کی ہونا بھی غلط ہے، ۷۰۶ھ میں مرید اور ۶۵۲ھ میں پیدا ہوئے اس لیے بیعت کے وقت انکی عمر ۵۴ سال کی تھی۔ امیر حسن کا پہلی ملاقات پر معتقد اور مرید ہو جانا بھی تمام دوسری روایتوں کے خلاف ہے۔ امیر خورد نے سیر الاولیاء میں حضرت سلطان المشایخ

کی کرامتوں کا ایک باب قایم کیا ہے اگر فی الحقیقت امیر حسن بقول شیخ جمالی مجلس شراب سے اٹھکر سروپا برہنہ دوڑ کر حضرت کے قدموں پر گرے اور تائب ہو گئے ہوتے تو ایسی اہم اور بین کرامت کو امیر خورد کس طرح ترک کر سکتے تھے جیساکہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ امیر خسرو اور مولانا ضیاء الدین برنی کے ساتھ مرید ہونے سے قبل حضرت سلطان المشایخ کی خدمت میں آتے جاتے رہے ہیں اور اس کے بعد بیعت کی ہے۔ غرضکہ شیخ جمالی کے بیان کا کوئی جزُ بھی تنقید میں صحیح نہیں ٹھہرتا۔ امیر حسن کی تنگی معاش کی شکایت خود آپ اُن کی زبان سے سُن چکے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ بالکل مفلس نادار اور محتاج تھے۔ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ جیسی انکے ہم چشموں اور ہمسروں کی مالی حالت تھی ویسی فارغ البالی انہیں نہ تھی ورنہ فوائد الفواد کی ۲۳؍ ربیع الآخر ۷۱۱ھ کی صحبت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں سے انہیں تنخواہ ملتی تھی۔ اس تاریخ کے واقعات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں اس ہفتہ میں تنخواہ میں توقف ہو جانے کی وجہ سے پریشان اور دلتنگ تھا۔ خواجہ ذکراللہ بالخیر نے یہ حال معلوم کرکے ایک برہمن کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ ایک شہر میں رہتا تھا اور بڑا مالدار تھا اس شہر کے حاکم نے اس پر مصادرہ کرکے اس کا تمام مال و اسباب چھین لیا۔ جس سے وہ بالکل مفلس اور نادار ہو گیا۔ ایک روز برہمن مذکور کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے حال دریافت کیا۔ برہمن نے کہا بہت اچھا ہے اس کے دوست نے کہا کہ مہاراج تمہارا تمام مال تو چھن گیا ہے حال اچھا کیا ہے۔ برہمن نے جواب دیا کہ میرا جنیو تو نہیں چھنا ہے۔ یہ حکایت بیان

فرما کر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس تقریر کی تقریب تمہاری سمجھ میں آئی۔ میں نے عرض کیا کہ اس حکایت سے بندہ کا دل قوی ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بیان میرے تسکین قلب کے لیے ارشاد ہوا تھا اور اس کا منشاء یہ تھا کہ توقف مواجب اور اسباب دنیا نہ ہونے کی وجہ سے مجھے رنج و افسوس نہ کرنا چاہیے اگر تمام دُنیا ہاتھ سے نکل جائے تب بھی کچھ پروا نہیں صرف حق کی محبت کا قایم رہنا کافی ہے۔ پھر ۲۹ رجب ۷۱۴ھ کی صحبت میں تقریباً تین سال چند ماہ کے بعد لکھتے ہیں کہ آج دولت قدمبوسی حاصل ہوئی میری تنخواہ جو بند ہو گئی تھی وہ مجھے مل گئی۔ اس کی اطلاع میں نے عرض کی۔ اثنائے گفتگو میں ارشاد ہوا کہ کاموں میں استقلال اور ثبات کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تنخواہ پاتے تھے اور اگر یہ تنخواہ سرکار سے تھی جیسا کہ قیاس چاہتا ہے تو عہد علائی کے دوسرے شعرا کی طرح اس کی مقدار ایکہزار تنگہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ تنگہ کے متعلق ہم نے کوئی خاص تحقیق نہیں کی ہے لغت میں اس کے معنی سکۂ مروج کے بتائے جاتے ہیں خواہ وہ چاندی کا ہو یا سونے کا۔ عام طور سے دیکھا یہ جاتا ہے کہ قدیم تاریخوں میں جہاں محض لفظ تنگہ کا استعمال ہوتا ہے اس سے مراد سکہ نقرئی ہوتا ہے اور جہاں اس کے خلاف مقصود ہوتا ہے وہاں تنگہ کے بعد طلائی کی تصریح کر دی جاتی ہے۔ ہندوستان کے ابتدائی شاہی خاندانوں کے تنگے مختلف الوزن اور لازمی طور سے مختلف القیمت رہے ہیں۔ راجہ درگا پرشاد سندیلوی اپنی کتاب گلستان ہند میں لکھتے ہیں کہ عام طور سے علاءالدین کے عہد کا تنگہ تقریباً ہندوستان کے انگریزی روپے

کے برابر ہوتا تھا۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ سلطان علاء الدین اپنے دربار کے شعرا کو ایک ہزار تنگہ مواجب دیتا تھا۔ مولانا ضیاء الدین برنی نے یہ امر سلطان علاء الدین کی ناقدردانی کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ مواجب سے ماہوار نہیں بلکہ سالیانہ مراد ہے۔ اگر ماہانہ ہوتا تو اُس زمانہ کے لحاظ سے جبکہ اعلیٰ سے اعلیٰ گھوڑے کی قیمت ایک سو تیس تنگہ سے زیادہ نہ ہوسکتی تھی اور دو جیتل یعنی آٹھ پائی کو ایک سیر مصری ملتی تھی۔ ایک ہزار تنگہ ماہوار جو قابلیت خرید کے لحاظ سے اس وقت کے دس ہزار سے بھی زائد ہوتے ہیں۔ مولانا ضیاء الدین کو کسی شکایت کا موقع نہ تھا۔ بظاہر قیاس یہی ہے کہ یہ مواجب سالانہ تھی اور اس حساب سے امیر حسن اور امیر خسرو اور دوسرے شعراء کو تقریباً ۸۴ تنگے ماہانہ ملتے تھے جو اس زمانہ کے لحاظ سے معمولی طور سے بسر برد کیلیے کافی تھے چنانچہ فوائد الفواد کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر حسن ایک متوسط حال شخص کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے یہاں نوکر چاکر غلام لونڈیاں تھیں۔ ملیح نامی ایک غلام کو انہوں نے حضرت سلطان المشائخ کے مواجہ میں آزاد کردیا تھا۔ ۱۳ر شعبان ۷۰۸ھ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ خواجہ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم صدقہ فطر دیتے ہو؟ بندہ نے بطریق استفہام عرض کیا کہ کیا میرے اوپر اس کا ادا کرنا واجب ہے۔ ارشاد ہوا کہ اگر نصاب کامل ہو اور وہ لابدی ضروریات سے زائد ہو اس سے لباس اور گھوڑا وغیرہ خارج ہے اگر نقد رقم پاس ہو تو ضرور دینا چاہیے۔ بندہ نے عرض کیا کہ نقد رقم تو نہیں رہتی۔ اسپر کچھ ارشاد نہ ہوا۔ مگر یہ فرمایا کہ اس وقت میرے پاس بہت کچھ ہی

جس زمانہ میں میں بالکل تنگ دست تھا، اس زمانہ میں بھی یہ حدیث سُنکر
کہ روزوں کا انحصار صدقۂ فطر پر ہے۔ قرض دام کرکے صدقۂ فطر دیا کرتا تھا۔
یہ سُنکر بندہ قدمبوس ہوا اور عرض کی کہ بندہ آئندہ سے صدقۂ فطر دیا کریگا۔
ارشاد ہوا کہ یہ صدقہ اپنی اور اپنے غلاموں اور چھوٹے بچوں کی طرف سے دیا کرو۔
اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ دیوگیر میں تھے تو میرے آزاد خدمتگار
ملیح نے ایک چھوکری پانچ تنکہ کو خریدی تھی جب لشکر وہاں سے چلنے لگا تو چھوکری
کے ماں باپ دس تنکے لیکر آئے اور نہایت عجز و انکسار سے التجا کی کہ دس تنکے
لے کر چھوکری ان کو واپس کر دیجائے۔ چھوکری کے ماں باپ کے رونے پیٹنے کا میرے
دل پر بہت اثر ہوا میں نے ملیح سے کہا کہ تو نے پانچ تنکے میں یہ چھوکری خریدی
ہے دس تنکے میں میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ ملیح راضی ہو گیا اور میں نے
دس تنکے میں اسے لیکر آزاد کر دیا۔ خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے بہت اچھا کیا......
فوائد الفواد سے اسی طرح کے بہت سے اقتباسات پیش کیے جاسکتے ہیں
جن سے مترشح ہوتا ہے کہ امیر حسن متوسط حال شرفا کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔
ان کے تجرد اور تجرید کے متعلق جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس سے صرف یہ سمجھنا
چاہیے کہ انہوں نے اہل و عیال کا جھگڑا اپنے ذمہ نہیں لگا یا ورنہ ان کی کتاب
فوائد الفواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بڑے کنبہ والے تھے۔ شمس دبیر کے ساتھ
جو سلطان غیاث الدین بلبن کے بیٹے کا معتمد ہو گیا تھا ان کی قرابت تھی
اور ان کے دو بھتیجوں میر چھجو اور شمس الدین کا ذکر اکثر جگہ آیا ہے۔ یہ دونوں بھائی
بھی حضرت سلطان المشایخ کے مرید اور بیحد معتقد تھے۔ شمس الدین کے متعلق

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ وہ سلطان المشائخ کے فدائیوں میں تھے اور جب جماعت خانہ میں موجود ہوتے تھے تو جب تک حضرت سلطان المشائخ کا جمال مبارک نہ دیکھ لیتے تھے تحریمہ نماز نہ باندھتے تھے۔ اس طرف اشارہ کر کے امیر حسن کہتے ہیں؎

در اثنائے نماز اے جاں نظر بر قامتت دارم
مگر از قامت خوبت قبول افتد نماز من[1]

اس کے علاوہ فوائد الفواد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچوں کو تسمیہ خوانی اور پھونک ڈلوانے کے لیے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں لایا کرتے تھے۔

امیر حسن کی شاعری مسلمانوں سے پہلے ایران میں جو شاعری تھی اس کا کوئی صحیح اور قابل اطمینان نمونہ ابتک دستیاب نہیں ہوا ہے۔ فتح اسلام کے بعد مسلمانوں نے فارسی زبان میں جو شاعری شروع کی وہ بالکل عربوں کے طریقہ پر تھی۔ عرب زیادہ تر قصائد کہتے تھے۔ اس لیے اہلِ فارس بھی ایک زمانہ تک قصائد ہی کہتے اور اسی میں اپنا زور طبیعت دکھاتے رہے۔ رفتہ رفتہ یہ حالت بدلی اور بعض شعرا، غزلیں بھی کہنے لگے، مگر ان کی غزلیں سیدھی سادی، روکھی پھیکی ہوتی تھیں۔ سعدی علیہ الرحمہ نے غزل کا رنگ بدلا، اور ایک حد تک جذبات واردات اور معاملات بیان کر کے غزل کے افسردہ اور مردہ قالب میں ایک نئی رُوح پھونک دی۔ اور اس نازک صنف شعر کو جدید تراش خراش اور نئے جوڑ توڑوں سے ایسا درست کیا کہ اس کا رتبہ کئی درجے بلند اور برتر ہو گیا، اگرچہ ابھی اس فن کے بادشاہ یعنی خواجہ حافظ اور دوسرے زعما یعنی فغانی

[1] صاحب سیر الاولیاء نے یہ شعر امیر خسرو کی طرف منسوب کیا ہے۔

نظیری، عرفی، کلیم، طالب اور صائب کے آنے میں مدتوں کا وقفہ تھا۔ غرضکہ امیر خسرو اور امیر حسن کے زمانہ میں شیخ سعدی علیہ الرحمہ ہی کا رنگ سب سے زیادہ کامل اور مقبول سمجھا جاتا تھا۔ اور غزل میں ہر شخص اسی کی پیروی کرنا چاہتا تھا۔ امیر حسن تو درکنار امیر خسرو سے باکمال شخص فرماتے ہیں ؎

خسرو سرمست اندر ساغرِ معنی بریخت
"شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود

امیر حسن نے تو شیخ کے اتباع کو اس حد تک پہنچا دیا تھا کہ انہیں ان کے معاصر "سعدی ہند" کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ وہ خود بھی جابجا اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

در خم معنی حسن را شیرۂ نوریخت عشق
"شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود[1]

از نظم حسن نوشد دیباچۂ عشق آرے
جلد سخنش دارد شیرازۂ شیرازی

حسن گلے ز گلستان سعدی آوردہ ست کہ اہلِ معنی گلچین آں گلستان است

گر بنوشی دردے از خم خانۂ دردِ اے حسن
داد معنی از مے سعدی شیرازی دہی

امیر حسن کے کلام کے متعلق ان کے معاصرین اور متاخرین نے جو رائے قائم کی ہے اور خود ان کا جو دعویٰ ہے پہلے اسے سُن لیجئے اس کے بعد ان کا کلام ملاحظہ فرما کر خود جو رائے قائم ہو سکتی ہو قایم فرمائیے۔

---

[1] یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اخیر مصرع درحقیقت امیر خسرو کا ہے یا امیر حسن کا یہی حال اس شعر کا ہے ؎
ہر قوم راست راہے، دینے و قبلہ گاہے ؎ ما قبلہ راست کردیم بر سمت کج کلاہے

(۱) امیر خسرو جو امیر حسن کے دوست اور معاصر ہیں ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں ؎

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر
کز سخنہائے تو ام بوئے حسن می آید

اگر یہ کنایہ فی الحقیقت امیر حسن کی طرف ہے تو اس سے امیر خسرو کی اس رائے کا اندازہ ہوتا ہے جو وہ امیر حسن کے کلام کے متعلق رکھتے تھے۔

(۲) ان کے دوسرے معاصرین مولانا ضیاء الدین برنی اور امیر خورد ان کے کلام کے متعلق جو کچھ رائے رکھتے ہیں وہ اقتباسات نشان ۱ و ۲ سے ظاہر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی نظم و نثر صحت ترکیب اور روانی سخن میں بے مثل ہے اور چونکہ ان کی غزلیں وجدانی اور رواں ہوتی ہیں اسلیے وہ سعدی ہندوستان کہلاتے ہیں ان کی جگر سوز غزلیں عاشقوں کے دلوں کے چقماق سے محبت کی آگ نکالتی ہیں اور ان کے دلپذیر اشعار سے سخنوروں کے دل راحت پاتے ہیں۔ اور ان کے روح افزا لطائف سے اہلِ ذوق لطف اٹھاتے ہیں ان کے کلام میں سعدی کے کلام کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

(۳) دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "حسن کا دیوان اس زمانہ (نویں صدی ہجری) میں عزیز و مکرم ہے اور جو لوگ سخن شناس ہیں انہیں خواجہ موصوف کے کلام کے ساتھ حسن اعتقاد اور بیحد التفات ہے۔ چونکہ ان کا کلام خواص و عوام میں بہت مشہور اور معروف ہے اس لیے صرف ایک غزل لکھی جاتی ہے ؎

ساقیا مے دہ کہ ابرے خاست از خاور سپید — سرو را سر سبز شد صد برگ را چادر سپید الخ

اکثر فضلاء نے اس غزل کا جواب لکھا ہے مگر کسی کی غزل ان کی غزل کو نہیں پہنچتی"۔

(۴) مولانا عبدالرحمن جامی بہارستان میں لکھتے ہیں کہ خواجہ حسن نے غزل گوئی میں ایک خاص طرز اختیار کیا تھا۔ اکثر تنگ قافیوں اور غیر معمولی ردیفوں میں شعر کہتے تھے ان کا کلام اگرچہ بظاہر آسان معلوم ہوتا ہے مگر ایسا کلام کہنا سخت دشوار ہوتا ہے اسی وجہ سے ان کے اشعار سہل ممتنع کہے جاتے ہیں۔

(۵) ملک الشعرا فیضی کا قول تھا کہ" امیر حسن آنے دارد کہ عاشق آں تواند شد اگرچہ امیر خسرو یوسف زمان بود" ایک فخریہ قطعہ میں لکھتے ہیں۔

وگر از علم من سخن طلبی — بر زبانم جہاں جہاں سخن است

وگر از پیر من نظر جوئی — روح فیاض خسرو حسن است

(۶) ہلالی ایک غزل کے مطلع میں لکھتے ہیں۔

ہلالی از کمال شعر دارد منصب شاہی

کہ سوز خسرو ست و ناز کیہائے حسن با او

(۷) مولانا شبلی مرحوم شعر العجم میں تحریر فرماتے ہیں کہ حسن کا صنف غزل پر خاص احسان ہے۔ ان کے اشعار سے یہ اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو سوز و گداز، اور جذبہ و اثر ان کے کلام میں موجود ہے۔ وہ ان کے کشتۂ محبت (امیر خسرو) میں بھی نہیں۔ خود اپنے کلام کے متعلق جو خیالات انھوں نے جابجا ظاہر کیے ہیں گو وہ شاعرانہ انداز اور تعلی کے پیرایہ میں ہوں مگر قابلِ لحاظ ہیں اور ان سے ایک حد تک خود ان کی رائے کا پتا چلتا ہے ؎

پر شد ز گل نظمم ہم مشرق و ہم مغرب — تو بوئے نمی یابی آخر چہ زکامست ایں

بر نظمِ حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بہ دیوانہا

ایں طرز شیوہ حسن است ورنہ پیش زیں چندیں شکر بعرصہ ہندوستاں نہ بود

بحسن نظم حسن یک زباں شدند ہمہ منش ہمے نہ ستایم بیک زباں تنہا

ہندوے چرخ زہر داد مرا ہمہ ہندوستاں پر از شکرم

ہاں اے حسن از عالم تلخی چہ کشی چندیں از گفتہ شیرینت بارے شکر ارزاں شد

خاست بعہد تو حسن از دو جہاں یگانہ ہم بدیہہ تر سخن ہم بدیع درفشاں

اپنی غزل کی برتری سے خوب واقف ہیں۔

ع شعر حسن شعر متیں، خاصہ غزل سحر مبیں

آں بلبلم کہ شہر پر آوازہ منست کز اوج کنگر فلک آواز میکنم

مست سماع قول من آند اہل ایں دیار اینک ہماں طریق غزل ساز میکنم

اے حسن بر آستین نظم خود نو کن طراز خاصہ ایں ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ

روز قیامت از حسن ہیچو شمار ہر کسے عرض سخنوراں شود در صف شاں علم توئی

حسن را در ہمہ حال آفریں گو — کہ گرد اندر سخن سحر آفرینی

تو بحسن ختم کن خاتم گویائے خود — زانکہ بر او میشود ختم سخن گستری

ان کی زندگی ہی میں ان کا کلام اس قدر مقبول ہو گیا تھا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشایخ حالت ذوق وشوق میں قوالوں سے فرمائش کر کے امیر حسن کی غزلیں سنتے تھے۔ امیر خورد اپنی کتاب سیر الاولیا میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر خسرو نے غیاث پورہ میں میرے والد کے مکان میں ایک دعوت کی جس میں حضرت سلطان المشایخ اور شہر کے دوسرے مشایخ عظام شریک تھے۔ بہلول قوال نے امیر حسن کی یہ غزل گائی۔

زہے ترکے کہ از خمہائے ابرو — کماں پیدا کند پنہاں زند تیر
بگوش مدعی کے جائے گیرد — مزامیرے کہ ہست اندر مزامیر

اس کے بعد امیر خسرو اپنی ایک غزل گانے کے لیے بیٹھے گر مطلع پڑھکر بند ہو گئے اور سعدی علیہ الرحمہ کی یہ غزل شروع کی ؎

معلمت ہمہ شوخی و دلبری آموخت
جفا و ناز و عتاب و ستمگری آموخت

لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ جب آپ اپنی غزل شروع کرتے ہیں تو ایک یا دو شعر پڑھکر بند ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ معنی کا اس قدر ہجوم ہوتا ہے کہ میں حیران ہو کر رہجاتا ہوں۔ اور آگے نہیں چل سکتا۔ امیر حسن کا دیوان ان کی زندگی ہی میں شایع ہو گیا تھا۔ اور وہ اس قدر و قعت کی نظر سے دیکھا جاتا

تھا کہ لوگ اسے سبقاً سبقاً استادوں سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ امیر خورد اپنی نسبت لکھتے ہیں کہ انھوں نے حسن کا دیوان قاضی شرف الدین نامی ایک بزرگ سے پڑھا تھا ایک شاعر کی زندگی میں اس کے کلام کی اس قدر وقعت ایک بڑی کامیابی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حسن کے مخالف اور معاندنہ تھے۔ کوئی زمانہ ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہا ہے۔ امیر حسن کی نظموں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی کچھ فرومایہ لوگ ایسے موجود تھے جو دوسروں کا کلام اپنی طرف منسوب کر کے حسن کا مقابلہ اور ان کے کلام پر اعتراض کرتے تھے۔ جن کے متعلق فرماتے تھے۔

از سخن دزدی نیار د شد کسے صاحب سخن ۔۔۔ دیو گر انگشتری دزدد سلیماں کے شود

از فضول حاسداں فضل حسن مخفی نماند ۔۔۔ آفتاب اندر پر خفاش پنہاں کے شود

شعراء کے کلام کی تنقید کا آج کل یہ طریقہ عام طور سے رائج ہو گیا ہے کہ اس کا منتخب کلام پیش کر کے ایک رائے قایم کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ طریقہ بالکل اطمینان کے قابل نہیں متصور ہو سکتا۔ کیونکہ کوئی شاعر دنیا میں ایسا نہیں جس کے کلام میں بلند اور پست نہ ہو۔ اس لیے اگر ناقد چاہے تو اسکا بلند اور منتخب کلام پیش کر کے اُسے فن کی اعلیٰ کرسی پر بٹھا سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کے سرسری اور پست اشعار سامنے لا کر اُسے کمال کی کُرسی سے کئی درجے نیچے لا سکتا ہے۔ کسی شاعر کے حسن و قبح اور کمال بیر کمال کا اندازہ کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس کا کلام بغور پڑھا اور جانچا جائے یہ عذر کہ اس زمانہ میں روز افزوں مشاغل اور تمدنی کاروبار سے کسے اتنی فرصت ہے کہ وہ کل کلام کو رائے قایم کرنے کے لیے پڑھے ہمارے

نزدیک قابلِ قبول نہیں ہو سکتا جسمیں اتنی فرصت یا قابلیت نہ ہو اسے، بقول ہمارے ایک دوست کے، مطلق یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوئی رائے قائم کرے۔

امیر حسن کے کلام کو سرسری طور سے بھی دیکھیے تو مفصلۂ ذیل خصوصیات صاف طور سے نظر آتے ہیں۔

(۱) ان کی غزلوں میں درد، سوز و گداز، اور جذبات پوری طور سے موجود ہیں جو غزل کی جان ہیں۔

(۲) ان کی زبان شیریں، رواں، نرم اور لطیف ہے۔ ان کی ہر غزل میں ایک آدھ شعر تیر ہوتا ہے جو دل سے نکلتا ہے اور دل ہی میں جا کر بیٹھتا ہے۔

(۳) مضامین صاف، ترکیبیں سلجھی ہوئی ہوتی ہیں۔ مضامین کے لیے زبان اور محاورہ میں فرق نہیں آنے دیتے۔

(۴) باوجود صوفی ہونے کے ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ کم اور عاشقانہ رنگ غالب ہے، جو اُس زمانہ کی خصوصیت ہے۔ اس زمانہ میں صوفیائے کرام جو "ہمہ اوست" کے قائل تھے وہ بھی اس مسئلہ کے علانیہ اظہار سے اجتناب کرتے تھے۔ اور یہی وہ مادہ ہے جس سے بشیتر شعر پر تصوف کا رنگ چڑھتا اور چمکتا ہے۔

(۵) اکثر غزلوں میں صرف قوافی پر اکتفا کرتے ہیں اور ردیف کا سہارا نہیں لیتے اور باوجود اس کے غزل سنبھال لیجاتے ہیں جو ان کے کمال قادر الکلامی کی دلیل ہے۔

(۶) اکثر مشکل اور تنگ قافیے اختیار کرتے ہیں اور متداولہ بحر، ردیف اور قافیوں سے بچتے ہیں۔ ان کے دیوان میں ایسی غزلیں کم ہیں جو متقدمین یا معاصرین کی غزلوں کی بحور اور قوافی میں ہوں۔

(۷) مختصر گوئی میں انہیں خاص ملکہ ہے شعر میں ایک لفظ ایسا لے آتے ہیں جو پورے ایک جملہ کے مساوی ہوتا ہے۔ ذیل کے اشعار ملاحظہ ہوں۔

زاشکِ حسن، حسن را تا لب رسید طوفاں
اے دستگیر عاشق دستے بگیر ورنہ (در سیلاب اشک غرق میشوم و میمیرم)

با حسن گفتی چرا عاشق شدی
صد جوابست ایں سوالت را ولے (از راہِ ادب جواب گفتن نمی توانم)

عقل گوید از چہ دیدی روئے گندم گونِ او
آدم آنجا ہا بلغزیدہ است، مسکیں آدمی (آدمی بیچارہ را چہ یارا کہ نلغزد)

مرد نئی تا ہمہ دل خوں نئی
لاف محبت چہ زنی چوں نئی (مرد ہمہ دل خون نئی)

بسیار خطا کردی، باز آ، ے حسن اکنوں
روئے بزمیں آور، درویشی درویشاں (بطفیل درویشی درویشاں)

اسی طرح کے بیسیوں اشعار ہیں۔

(۸) نرد اور شطرنج کے اصطلاحات بکثرت استعمال کرتے ہیں جیسے

تخت شاہیست کہ بر فیل نہد فرزیں بند
رُخ دریں عرصۂ منہ بیدق ایں شاہ نہ

شاہ انجم بر بساطِ آسماں
خانہ خانہ از رخت بگریختہ

پیل بند عشق شد برعرصۂ دل استوار شاہ رُخ بنما کہ ماتست از غزائے شاہ شاہ

نرد عشقت پاک می بازم ولے ترسم از انکہ کعبتین چشم غلطانی مرا بازی دہی۔ وغیرہا

بعض غزلیں از سرتاپا شطرنج کے اصطلاحات سے مملو ہیں۔ دیکھو غزل ۱۲۲ صفحہ ۲۵۶

(۹) بعض غزلوں میں ایک خاص لفظ کا التزام کر لیتے ہیں اور کل غزل اسی التزام کے ساتھ تمام کرتے ہیں دیکھو غزل ۸۹، صفحہ ۳۸۷۔ جس میں لفظ "شتر" کا التزام کیا ہے۔ بعض حضرات نے شتر اور حجرہ اور بعض نے شتر اور مو کا التزام کیا ہے انہیں کی سنت ادا فرمائی ہے۔

(۱۰) اپنے معاصرین سے زیادہ ایسی ترکیبیں اور الفاظ استعمال کرتے ہیں جو اِس زمانہ میں متروک ہیں۔ مثلاً

گفتی چو حسن بر من چوں شاد نمی آئی من غمزدۂ عشقم چوں شاد نمی آیم

"چوں" بمعنی "زیں" کے استعمال ہوا ہے۔

نزد تو آورد حسن قصۂ عجز و بیکسی تو بکمال مرحمت بیکس و عاجزش ممان

"ممان" بمعنی "مگزار"

ال سرو رواں گشت ہمی نالم از ایرا چوں بلبل ازاں سرو رواں دور شدم باز

"از ایرا" = ازیں جہت یا بدیں سبب

عشقت رسید و ملک دل بگرفت شاہنشاہ شد عقلم فضولی می نمود از شغل یکسوں کردمش

"یکسوں" بجائے "یکسو" کے یا "ہر ہمہ" بجائے "ہمہ" یا "جزکہ" بجائے "جز" یا "فرمودگی" بجائے "پسندیدہ" کے۔ ان کے کلام میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جنہیں بلحاظ طوالت ہم یہاں درج نہیں کر سکتے۔

(۱۱) لفظی رعایتوں کا ضرورت سے زیادہ خیال کرتے ہیں جس سے اکثر حالتوں میں شعر اپنے پایہ سے گر جاتا ہے۔

گفتم ز باغ وصل تو بوئے بمن رسد آواز از درنو بر آمد کہ بار نیست
مرا با خاتم ہمت فلک فیروزہ آمد بداں فیروزہ درصف صفا پیوستہ فیروزم
بکشائے رُخ فرخ و درج دہن تنگ مُہرے بغریباں کن و مُہرے بگدا بخش
تو بہر وصال گل زنی پر ما زیر پر فراق بالیم
صبر از برم بجست چو آہو بصید گاہ آں شہسوار سخت کماں را خبر کنید

رعایت لفظی کی مثالوں سے ان کا دیوان بھرا پڑا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ الفاظ کے تلفظ سے جو رعایت پیدا ہوتی ہے اس سے بھی کام لے لیتے ہیں۔ ع

کو پیک تا پیامے از ما بگل رساند کاندر غم عزیزاں تا چند خوار بودن

(۱۲) ان کے قصائد کو بجز دو ایک قصائد کے قصیدہ کہنا ہی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ قصائد کے جو حدود اساتذہ قدیم مقرر کر گئے تھے اور جو شان و شوکت اور طمطراق ان کے لیے ضرور ہے اس سے ان کے قصائد بالکل معرا ہیں۔ بعینہٖ یہ معلوم ہوتا ہے کہ غزلوں میں چند اشعار ممدوح کی تعریف میں بڑھا دیے گئے ہیں اور عجب نہیں کہ ایسا ہی ہوا ہو۔

(۱۳) مثنویاں جس قدر ہیں صاف اور قصائد سے زیادہ تر چست ہیں۔

(۱۴) قطعات اور رباعیات اول تو بہت کم ہیں اور جو ہیں اُن میں کوئی خاص بات قابلِ لحاظ نہیں نظر آتی۔

کاپیاں اور پروف دیکھنے میں ہمیں اُن کے جو اشعار پسند آئے انہیں

ہم لکھتے گئے تھے جو نذر ناظرین کیے جاتے رہیں۔

منتخب اشعار

دل شد و صبر است پا اندر رکاب — رو کہ سلطاں رفت و لشکر میرود

گفتی کہ چرا جدائی از من — ایں از فلک است از حسن نیست

گفتی کہ بخواب اندر مہمان شومت یک شب — اما تو کجا آئی چوں خواب نمی آید

در عرصات ہمچنیں روئے کشادہ اندر آئے — تا بدعا بدل شود دعوئ داد خواہ تو

از حسن ایں چہ سوالست کہ محبوب تو کیست — ایں سخن را چہ جوابست تو ہم میدانی

خلق گویند دل از صبر بجا آور باز — اے دل از صبر نشانے دہ اگر جائے ہست

باز ایں دلم بسوئے دل آرام می رود — از دام جستہ باز سوئے دام میرود

طرفہ سر و کاریست کہ با وعدۂ معشوق — صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد

دو سہ بار با تو گفتم کہ مرا بہ ہیچ لبتاں — نہ شد اتفاق، شاید کہ بایں بہا گرانم

تلخ کردم جہانیاں را خواب — زاں دعاہا کہ مستجاب نہ بود

اے حسن یار اگر خطائے کرد — ہم شکایت از او صواب نہ بود

گفتی کہ چرا حال دل خویش نگوئی — من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند

صبر من بیگانہ تر شد چوں تو برگشتی ز من — آشنا ہر گہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را

زلف از رویت نمی گردد جدا — کافراں را نیست از آتش نجات

یارب منجے برساں تا بپرسمش — کاں آفتاب شب روم از آسمان کیست

زلف تو شفیع محشرم باد — ہر چند کہ نامہ ام سیاہ است

یار یاری کند اگر خواہد — قصۂ من ہنوز بُراگر است
سنگ بر روئے خود زن آتشے در رخت خویش — اے حسن ایں سنت دیوانگان عاقل است
دوش چشم ہمہ کس در رہ تو حیراں بود — چاشنئ خمِ ابروئے کسے باوے ہست
آب مژہ ما گزراں شد ز سر ما — نیکو مثل است اینکہ ہم از ماست کہ بر ماست
مرا بزور گرفتی برحمت بگزار — کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گزاشت
یار آوارگی ہمی خواہد — رفتن حج بہانہ افتادہ است
ما گناہے نکردہ ایم و لے — خوئے بد را بہانہ بسیار است
دلم ربودی و ننواختی ہزار افسوس — چنانکہ دلبریت ہست دلنوازی نیست
روزم تو بر فروز شبم را تو نور بخش — ایں کار تست کار مہ و آفتاب نیست
جاں پیش کشم چو تو در آئی — در خلوت دوست جاں نگنجد
ہر چہ بغمزہ میکشی زندہ ہمی کنی بلب — چشم تو جور میکند لعل تو داد میدہد
حسن دعاے تو گر مستجاب نیست مرنج — ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند
مصلحت نیست کہ پندم دہی اے خواجہ حکیم — ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند
فراق روئے تو بسیار شد چہ چارہ کنم — مگر لباس حیاتے کہ ہست پارہ کنم
گرفتم اینکہ بہ بندم زباں ز نالیدن — تپیدن دلِ بیچارہ را چہ چارہ کنم
بہ شمشاد گفتم جوانی مکن — کہ ما نیز روزے جوان بودہ ایم
دل نہادیم بہ ہر حکم کہ از تقدیر است — ترک تدبیر پسندیدہ ترین تدبیر است
اینست بزرگ نعمتی صبر بحالت بلا — دام بلا قبول کن چوں زدۂ دم ولا
واللہ ار تیر زنی بر جگرم ہر بارے — از جگر بر کشم و باز بدست تو دہم

اے حسن گر دل تو بشکند از لشکر غم
عشق را مژدہ نصرت ز شکست تو دہم

گردیدن خود حرام داری
ما کشتن خود حلال داریم

مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلےٰ چاک زد
پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را

عمرے حسن ملازم اصحاب درد بود
بسیار خواستہ کہ ز ایشاں شود نشد

بر دل یار حسن بود فراموش گشتہ
ایں غزل خواندہ شد آں نادرہ گو یاد آمد

گفتی حسن چرا نہ کنی توبہ از شراب
واللہ کہ توبہ کردم و مستی نمی رود

مرد نئی تا ہمہ دل خوں نئی
لاف محبت چہ زنی چوں نئی

چوں شود حالم دریں سیلاب غم
ہم شتر غلطید ہم رخت اوفتاد

گرت روم بفدا عمر دوستاں تو باد
ہزار جان گرامی فدائے جان تو باد

خوں شد دل دیوانہ ام زلفت ببازی ہمچناں
آخر رسید افسانہ ام شب را درازی ہمچناں

بازم ایں ساعت ازاں روئے نکو یاد آمد
گل بخندید و مرا خندہ او یاد آمد

با رُخ خوے کردہ بر بام آمدی
چوں گلِ نو خاستہ باراں زدہ

شحنۂ عشقت چہ خواہد از دلم
خیمۂ اندر دہِ ویراں زدہ

مدعی گر نشد از شوق در آتش چہ کند
ہیزم او ہمہ تر بود کجا در گیرد

رفتن باد صبا، آمدن گل چہ کنم
من ترا دانم ازیں ہا بسے آیند و روند

طبیب علم ندارد ز درد ضربت عشق
چہ سود مند بود شربتے کہ او فرمود

تا چند حسن عشق، شراب و غم شاہد
باز آ کہ ز پیراں نہ پسندند جوانی

ہجر تو علامت قیامت
وصل تو لطیفۂ خدائی

داری تو زخم تیغ رواں، ما سرشک خوں | روزے میان ما و تو ایں ماجرا رود
روز غم تو مرمرا از ار شکست گو شکن | من ز شکستگی خوشم گر تو شکستہ پروری

قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ امیر حسن سعدی علیہ الرحمہ کے اتباع پر فخر کرتے رہے ہیں۔ اس امر کے جانچنے کے لیے کہ انھیں اس اتباع میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہم ان دونوں حضرات کی چند ہم طرح اور ہم قافیہ غزلیں پہلو بہ پہلو نقل کرینگے۔

سعدی	امیر حسن
۱۔ آں روئے بیں کہ حُسن بپوشیدہ ماہ را	۱۔ اے بر فراز سرو بر آوردہ ماہ را
واں دامِ زلف دانۂ خال سیاہ را	بر ماہ کج نہادہ بشوخی کلاہ را
۲۔ من سرو را قبا نشنیدم کمر کہ بست	۲۔ دل مے بری ز ما بگواہئ قد خویش
بر فرق آفتاب ندیدم کلاہ را	اے دوست راست کردہ چہ آری گواہ را
۳۔ گر صورتے چنیں بقیامت در آورند	۳۔ گویند آفتاب پرستند یک گروہ
عاشق ہزار عذر بگوید گناہ را	ما بندہ ایم آں دو رخ ہمچو ماہ را
۴۔ با دوستانِ خویش نگہ میکند چنانکہ	۴۔ اے روئے تو تمام چو مہ در ہمہ صفت
سلطاں نظر کند بہ تکبر سپاہ را	اطراف مہ رقم زدہ خط سیاہ را
۵۔ سعدی حدیث مستی و فریاد عاشقی	۵۔ بندہ حسن ز خط خوشت نسخہ کند
دیگر مکن کہ عیب بود خانقاہ را	ہر گہ کہ عرضداشت کند پادشاہ را
دیگر	
وقتے دل سودائی میرفت بہ بستانہا	۱ اے غمزۂ خونریزت تاراج بر جانہا
عیش و طرب آوردے بر لالہ و ریحانہا	کفر سر زلف تو غارتگر ایمانہا

گہ نعرہ زدے بلبل گہ جامہ دریدے گل　　بر شحنۂ عشق تو ہر روز ہمی بینم
تا یاد تو افتادم از یاد برفت آنہا　　در کشتن مسکیناں از خط تو فرمانہا
تا عہد بہ تو بستم عہد ہمہ بشکستم　　اے نرگس نورستہ ایں نوع روا داری
بعد از تو روا باشد نقض ہمہ پیمانہا　　من خستہ ہر جائے تو خفتہ بہ بستانہا
تا خار غم عشقت آویختہ در دامن　　تا روئے نہاں کردی مُہری بدہاں کردیم
کوتہ نظری باشد رفتن بہ گلستانہا　　عاشق بتو خوش باشد بلبل بہ گلستانہا
آں را کہ چنیں دردے از پائے در اندازد　　بسیار ہمی گویند از حور و قصور آوخ
باید کہ فرو شوید دست از ہمہ درمانہا　　اے آنکہ تواں داری بے تو چکنم آنہا
گر در طلبت رنجے ما را برسد شاید　　اے نقش بدیع تو آرائش ہر ایواں
چوں عشق حرم باشد سہل است بیابانہا　　در نقش تو حیرانم چوں نقش بہ ایوانہا
ہر کو نظرے دارد با یار کماں ابرو　　مانا کہ منجم را معلوم شد از اشکم
باید کہ سپر باشد پیش ہمہ پیکانہا　　کاں سال در احکامش بینم ہمہ بارانہا
گویند مگو سعدی چندیں زغم عشقش　　بر نظم حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ
میگویم و بعد از من گویند بدورانہا　　زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بدیوانہا

دیگر

باد گلبوئے سحر خوش مے وزد خیز اے ندیم　　دل بہ دلبر عاقبت تسلیم کردم اے سلیم
بسکہ خواہد رفت بربالائے خاک ما نسیم　　تا بروں دادم علم از عالم امید و بیم
اے کہ در دنیا نرفتی بر صراط مستقیم　　در کلاہ ہمت درویش تا یک ترک ہست
در قیامت بر صراطت جائے تشویش است و بیم　　ترک جنت خوشترست ہر چہ در جنت نعیم

قلب روئے اندودہ نستانند در بازار حشر
خالصے باید کہ از آتش بروں آید سلیم
غیبت از بیگانہ پوشیدہ است و می بیند بصیر
فعلت از ہمسایہ پنہانست و میداند علیم
نفس پروردن خلاف رائے ہر عاقل بود
طفل خرما دوست دارد صبر فرماید حکیم
آنکہ جاں بخشید و روزی داد و چندیں لطف کرد
ہم ببخشاید چو گشتے استخواں بیند رمیم
سعدیا بسیار گفتن عمر ضایع کردن ست
وقت عذر آوردن ست استغفر اللہ العظیم

یافتم الحمد للہ ہم بجوئے عشق دوست
آنچہ در الحمد میخواندم صراط مستقیم
در گلوئے قمریاں از شوق طوقے کردہ اند
تو ہماں خط بینی و عارف نوائے یا کریم
آب خضر اندر دہن شربت چہ آری اے طبیب
آسماں زیر قدم طالع چہ بینی اے حکیم
وقت سعدی خوش کہ خوش میگفت بعد از ہر چہ گفت
وقت عذر آوردن است استغفر اللہ العظیم
زاں ندیمہا کہ میکردے پشیماں شد حسن
آرے آخر از پشیمانی بود حرف ندیم

ہم انہیں تین غزلوں پر جو ہم نے دونو حضرات کے دیوانوں سے بلا کسی خاص لحاظ کے منتخب کرلی ہیں اکتفا کرتے ہیں۔ جس قدر کلام یہاں درج ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ پرداز خیال، بندش، روانی، سلاست اور سادگی میں امیر حسن شیخ کا پورے طور سے اتباع کرتے ہیں اور انہیں سعدی ہند کا جو خطاب دیا گیا ہے وہ غلط نہیں ہے، شیخ کی تقلید کہو یا زمانہ کا رنگ امیر حسن نے ہزلیات میں بھی ایک نظم لکھی ہے جو صفحہ ۴۰۹ کلیات ہذا پر درج ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرید اور تائب ہونے سے قبل کی ہے۔ اسی طرح ہم ان کی اور اون کے دوست امیر خسرو کی بھی چار غزلیں جو اُن کے دیوانوں سے سرسری طور سے لی گئی ہیں پہلو بہ پہلو نقل کرتے ہیں تاکہ اس صنف شعر میں دونوں کے کلام کا اندازہ کیا جاسکے۔

امیر خسرو

شبہا بروز آمد بسے کز دل نہادی یاد را
جانم ز تن آمد بروں بوئے نہ دادی باد را
شد بازوئے ہجرت قوی در کشتن بیچارگاں
چنداں قصاص افزوں کند عادت شود جلاد را
ایکہ میگوئی کہ وقتے لوح صبرت باد برد
سالہا شد تا فراموش کردہ ام آں باد را
ایں ہمہ خونابہ کاشامم ہمے زیں روز زید
بہتریں روزے خلل انداز دایں بنیاد را
چند گریم چوں سیہ روئی عشقم از قضاست
آب کے شستن تواند داغ مادر زاد را
تا بسوئے گفت شیریں سست دل خارا و کوہ
کندن از ناخن چو گل چیدن بود فرہاد را
نوک مژگان تو در دل ماند خسرو را چنانکہ
در رگِ بیمار نشتر بشکند فصّاد را

امیر حسن

دی سوئے سرو لالہ رخ پیغام دادم باد را
بنوشتہ خط بندگی آں سوسنِ آزاد را
تا پیش او افتد مگر اینک ز چشم دُر فشاں
در ہا ذخیرہ میکنم از بہر پیش افتاد را
مجنوں لباس عقل و دیں در عشق لیلی چاک زد
پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را
میخواستم کز دست دل امروز فریادے کنم
گریہ گرہ شد در گلو رہ بستہ شد فریاد را
دی بعد فرض بامداد از دور دیدم روئے او
من در غزل خواندن شدم رخنہ فتاد اوراد را
ہر کس رہے دارد ولے چہ سود کز خوان ازل
بوسہ بخسرو میرسد تیشہ زدن فرہاد را
گر عمر اینست اے حسن در پائے خوباں صرف کن
چندیں چہ کہگل میزنی دیوار بے بنیاد را

دیگر

باز دل گم گشت در کویش منِ دیوانہ را
از کجا کردم نگہ آں شکل قلاشانہ را
گاہ گاہ اے باد کانجا ہات می افتد گزر

باز نو کردم ز سر عہد مے و میخانہ را
ساقیا لختی بدہ ان آفت فرزانہ را
باز مد زنجیر زلف شاہداں آویختیم

زاشنایان کہن یادے دہ آں بیگانہ را
چوں کنم بس می نیابم ایں دل دیوانہ را

عمر بگذشت و حدیث درد ما آخر نشد
یار بے واند زہر گردانی عشاق خویش

شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را
شمع بہ روشن کند جانبازی پروانہ را

شعلہ گو در جاں بگیر و سینہ گو ز آتش بسوز
جاں چو جائے عشق او شد عقل را گفتم برو

شمع زینہا نیست کو رحمت کند پروانہ را
در حریم محرم او چوں کنم بیگانہ را

جاں ز نظارہ خراب و ناز او زاندازہ بیش
ماہ من از چیست کاندر کلبہ ام نائی شبے

ما بوئے مست و ساقی پر دہد پیمانہ را
یا مگر از گنج روزی نیست ایں ویرانہ را

حاجتم نبود کہ فرمائی بترک نام و ننگ
در دلم صد گونہ غوغا ئیست گر مہماں شوی

زانکہ رسوائی نیاموزد کسے دیوانہ را
از حضور ت کعبہ میسازم من ایں بتخانہ را

خسروست و سوز دل وز ذوق عالم بیخبر
دل چو رفت از تو نصیحت با کہ گوئی اے حسن

مرغ آتشخوارہ کے لذت شناسد دانہ را
مرغ چوں جست از قفس دیگر چہ ریزی دانہ را

دیگر

یارے کہ از جدائی اویم گماں نبود
امسال رونق گل تر آنچناں نبود

ماہیست بے دیم کہ شبے درمیاں نبود
بے سرو و گل بدیہہ بلبل رواں نبود

بیگانہ وار از سر ما سایہ برگرفت
گلزار بود مجلس و قول مغنیاں

مارا ز آشنائی آں ایں گماں نبود
بر قول صوفیاں ہمہ خود بود آں نبود

گل آمد و بباغ رسید ند بلبلاں
ایں کارواں گل پس صبا لے رسید لیک

واں مرغ رفتہ را ہوس آشیاں نبود
ماہے کہ در و لست دریں کارواں نبود

دامانش چوں گزاشت حق صحبت قدیم / دانستہ ام کہ از تو بہ بینم شب فراق

گیرم کہ دست ہیچ کسش در عناں نبود / آں روز رستخیز مرا در گماں نبود

جانم بجا و من نیم از زندگاں ازانکہ / لعل بتاں جواہر غیبم نثار کرد

زو بود جملہ زندگی من بجاں نبود / ورنہ مرا چنیں صدف در فشاں نبود

رفتم ببوے صحبت یاراں بسوئے باغ / مرغ ار چہ عشق نامہ خود خواند بامداد

گوئی بباغ زاں ہمہ گلہا نشاں نبود / دستانش را طراوت ایں داستاں نبود

خسرو اگر گل تو ز گلزار شد منال / ایں طرز شیوۂ حسن ست ورنہ پیش ازیں

دانی کہ ہیچگہ چمنے بے خزاں نبود / چندیں شکر بعرصۂ ہندوستاں نبود

دیگر

گرچہ از عقل و دل و دیدہ و جاں برخیزم / چیست مطلوب تو تا از سر آں برخیزم

حاش للہ کہ من از شوق فلاں برخیزم / ور بجاں حکم کنی از سر جاں برخیزم

یکزماں پیش من اے جان جہانم بنشیں / اندریں رشتہ دکانیست مرا از طاعت

تا بداں خوشدلی از جاں ز جہاں برخیزم / گر نہ سودائے تو باشد ز دکاں برخیزم

ہوسم ہست کہ پیش تو دمے بنشینم / یک جہاں طعنہ زنندم کہ نشینی بیکار

وز سر ہر چہ بگوئی پس ازاں برخیزم / گر تو دستے بدہی از دو جہاں برخیزم

مردم دیدہ مرا بہر تو در خوں بنشاند / بے تو از دنیا و عقبیٰ چو نخیزد چیزے

من برویت نگرم وز سر جاں برخیزم / تو بیا تا ہم ازیں وہم ازاں برخیزم

ناتواں گشتم ازاں گونہ کہ نتوانم خاست / سوئے گور من اگر بگذری اے سرو رواں

ور مرا دست بگیری تو رواں برخیزم / سرو تو بنگرم از دور و رواں برخیزم

از پس حشر کہ از گور بر انگیزیدم — اگر از زمزمہ عشق تو در نفخہ صور
ہم ز بہر تو بہر سو نگراں برخیزم — نیم بانگے شنوم رقص کناں برخیزم
خسروم آخر و مپسند کہ ہر دم با تو — در وے از درو بنہ بر سر من بندہ حسن
شادماں شینم و با آہ و فغاں برخیزم — تا ازیں زہد فروشی ز باں بر خیزم

ممکن ہے کہ غزل کے میداں میں امیر حسن اپنے دوست امیر خسرو کے دوش بدوش چل سکتے ہوں بلکہ بعض خصوصیات میں ان سے دو قدم آگے ہوں۔ لیکن قصاید، مثنوی اور دوسرے اصناف شعر، اور عام طباعی اور پرگوئی میں سچ یہ ہے کہ وہ امیر خسرو کو نہیں پہنچ سکتے جس کا اقرار وہ خود کرتے ہیں اور جس خوبصورتی سے یہ اقرار کرتے ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہے۔

خسروا از رہ کرم وپذیر — انچہ من بندہ حسن می گویم
سخنم چوں سخن خسرو نیست — سخن این ست کہ من می گویم

انصاف اور محبت کا زمانہ تھا، امیر خسرو باوجود ان تمام کمالات کے جو فطرت نے ان کی ذات مجمع الصفات میں جمع کر دیے تھے، اپنے دوست امیر حسن کے کلام کی خوبیوں سے منکر نہ تھے۔ ایک غزل کے مقطع میں کہتے ہیں۔

خسروا شعر تو اسرار حدیث است مگر — کز سخنہائے تو ام بوئے حسن می آید

اگرچہ امیر خسرو کا معیار سخن اس قدر بلند تھا کہ وہ اپنے زمانہ کی شاعری کو زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ قطعہ

کس دریں روزگار نتواں یافت — کہ سخن با فروغ میگوید
ہر کہ گوید کہ راست میگویم — راست گویم دروغ میگوید

مہ تقریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد پردار خیال اور طرز ادا میں جو تبدیلی ہوئی اس کے لیے ملاحظہ ہو حافظ کی غزل جو
[illegible]

امیر حسن کم گو شعراء میں ہیں جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ؎

رسم حسن ہمیشہ چو کم گفتن آمدہ ست — زیں بیشتر مجال نداد ایں قصیدہ را

ان کے اس دیباچہ سے جو انڈیا آفس کے نسخہ میں خود ان کا لکھا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تیرہ سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا اور پچاس برس تک نظم اور نثر لکھتے رہے (۶۳) سال کی عمر تک جو کچھ انہوں نے کہا اور قابل اشاعت سمجھا وہ ۷۱۵ھ میں بمقام دہلی شایع کیا جس میں دس ہزار ابیات بتائے جاتے ہیں یہ کلیات ان کے انتقال سے ۲۳ سال قبل کا ہے۔ اس ۲۳ سال کی مدت میں انہوں نے جو کچھ کہا اس کی نسبت یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ مروجہ اور موجودہ دیوانوں میں ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر ہے۔ اس کا پتا اسی وقت چل سکتا ہے جبکہ انڈیا آفس کے نسخہ کا مقابلہ موجودہ دیوانوں سے کیا جائے ظاہری قیاس یہ ہے کہ آخر زمانہ میں انہوں نے جو کچھ کہا اس نے موجودہ دیوانوں میں بہت کم جگہ پائی۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمہ اور امیر خسرو کا انتقال ان کی زندگی میں ہوا مگر حضرت سلطان المشائخ اور امیر خسرو کا کوئی مرثیہ یا نوحہ ان کے موجودہ دیوانوں میں نہیں پایا جاتا، جس سے قیاس مذکورۂ بالا کی ایک درجہ تک تائید ہوتی ہے۔

امیر حسن نے اپنے اشعار میں جن کا ذکر کیا ہے وہ حسان، خاقانی، رشید وطواط، سعدی، خسرو اور حسینی ہیں۔ موخرالذکر حضرات کے سوائے، جن کا ہم کوئی پتا نہ چلا سکے باقی حضرات طبقہ شعرائے عرب و عجم کے مشہور اور معروف ارکان ہیں۔

اودھ کے شاہی کتب خانہ کے نسخہ میں غزلوں کے (۵۳۳۰) اور قصائد

کے (۴۹۰) اور رباعیات کے (۲۰۷) جملہ (۶۰۲۷) ابیات بتائے گئے ہیں۔ شاد ایڈیشن یعنی نسخۂ ہذا میں غزلوں کے (۵۴۱۹) اور قصائد کے (۲۱۲۶) رباعیات کے (۴۵۸) اور مثنویات کے تقریباً ۱۴۰۰ ابیات ہیں۔

شمالی ہندوستان کا حال ہمیں معلوم نہیں مگر حیدرآباد میں جتنی غزلیں عام طور سے حسن کے نام سے قوالی میں گائی جاتی ہیں اور جنھیں حضرات صوفیہ امیر حسن کے انتساب کی بناء پر بڑے ذوق وشوق سے سنتے اور وجد کرتے ہیں وہ امیر حسن کی نہیں بلکہ منشی غلام حسین صاحب نامی ایک صاحب کی ہیں جو حسن تخلص کرتے تھے۔ اور ملتان کے رہنے والے تھے" ان کا دیوان ۱۳۰۴ھ ہجری میں سراج المطابع جہلم میں طبع ہوا تھا۔ منشی غلام حسین مرحوم صوفی منش، مستعد اور صحیح المذاق شاعر معلوم ہوتے ہیں۔ عراقی کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:

شراب عشق کاندر جام کردند ز چشم مست ساقی وام کردند
چو راز خویشتن کردند خود فاش عراقی را چرا بدنام کردند

اگرچہ وہ عراقی کے دیوان مطبوعہ مطبع نولکشور میں نہیں پائی جاتی۔ اسی پر امیر حسن اور منشی غلام حسین مرحوم نے غزلیں لکھی ہیں جو ذیل میں درج کیجاتی ہیں۔

غزل امیر حسن

بتاں کز زلف مشکیں دام کردند جہانے زیر ہر مو رام کردند
بتقوی نام نیکو بردہ بودم نکورویاں مرا بدنام کردند
بہشتے گشت صحن خانہ امروز مگر ایشاں گذر بربام کردند
من از اخلاص میخواندم دعائے وزاں سوختم بر دشنام کردند

غم نوشیں لباں زاں تشنگاں پرس | کہ دریاہائے خوں آشام کروند
ملایک دیگے اندر طعن ایشاں | بر آورند لیکن خام کردند
حسن را جامۂ جاں چاک ازاں شد | کہ دُردِ دردش اندر کام کردند

غزل منشی غلام حسین مرحوم

شراب درد کاندر جام کردند | نصیب عاشق بدنام کردند
گرہ کز طرۂ لیلےٰ کشادند | دل مجنوں اسیر دام کردند
قضا روزیکہ نقش دار بربست | سوئے منصور زاں پیغام کردند
قد رعنائے آں سرو دلآرائے | قیامت بود قامت نام کردند
ثنائے زلف و رخسار تو ایماہ | ملایک ورد صبح و شام کردند
ہلال عید میجستم کہ ناگاہ | اشارت بر لب آں بام کردند
حسن آہ و فغان و گریہ و سوز | زعشقم ایں ہمہ انعام کردند

یہی حال اس غزل کا ہے جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے۔

دل کند سجدہ بایں طرز خرامیدن تو | دیدہ صد شکر بجا آرد ازیں دیدن تو
اے حسن بوسہ بپایش زدنت بے ادبی ست | پائے نازک نشود رنجہ ز بوسیدن تو

جس طرح ضیائے آفتاب میں ستاروں کی روشنی ماند پڑ جاتی ہے اسی طرح نام آور شاعروں کے سامنے گم نام شاعر چند روز میں بے پتا ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ منشی غلام حسین مرحوم و مغفور شاعری کے آسمان پر ایک روشن ستارے کیطرح چمکنے کے مستحق تھے۔ مگر امیر حسن کی نام آوری کے آفتاب نے انہیں چمکنے نہ دیا اور جو کچھ ان کی بضاعت بازار شہرت میں آئی وہ سب امیر حسن کے نام سے

بکی - بعینہٖ یہی حال ان لوگوں کے کلام کا ہوا جنھوں نے سعدی اور حافظ سے مشہور استادوں کے تخلصوں پر دست درازی کی تھی -

امیر حسن کی تالیفات و تصنیفات | کلیات کے علاوہ جو غزلیات قصائد اور مثنویات پر مشتمل ہے ان کی سب سے زیادہ مشہور اور معروف تصنیف "فوائد الفواد" ہے - اس کا آغاز شعبان ۷۰۷ھ سے ہوتا ہے اور شعبان ۷۲۲ھ کو ختم ہوتی ہے اس پندرہ سال کی مدت میں جتنی مرتبہ مؤلف کو حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا اور اس بابرکت صحبت میں جو گفت و شنید ہوئی اسے مختصر اور مؤثر طریقہ سے قلمبند کرتے گئے ہیں عبارت صاف اور رواں ہے اور جو روایتیں اور حکایتیں حضرت سلطان المشائخ کی زبانی لکھی ہیں وہ دلچسپ اور نتیجہ خیز ہیں - ان کی یہی تالیف ہے جس کی نسبت امیر خسرو فرماتے تھے کہ کاش میری تمام کتابیں میرے بھائی حسن کے نام ہوتیں اور ان کی یہ تالیف میرے نام ہوتی - اس میں شک نہیں کہ اس کہنے کی وجہ بقول مولانا شاہ عبدالحق کے وہ ارادت اور محبت تھی جو امیر خسرو کو اپنے پیر حضرت محبوب الٰہی سے تھی - ورنہ امیر خسرو کی مجموعی تصنیفات کے مقابلہ میں "فوائد الفواد" کو کیا وزن ہو سکتا ہے - حضرت سلطان المشائخ کے دو ملفوظات افضل الفواید اور راحت المحبین امیر خسرو کی طرف منسوب ہیں - صاحب سیر الاولیاء کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر خسرو اور امیر حسن کے علاوہ بعض دوسرے حضرات مثلاً خواجہ محمد مولانا بدرالدین اسحاق کے فرزند نے جو حضرت فریدالدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے نواسوں میں تھے اور خواجہ عزیز الدین صوفی نے

بھی حضرت سلطان المشائخ کے ملفوظات جمع کیے تھے جو علی الترتیب انوار المجالس اور تحفۃ الابرار و کرامت الاخیار کے نام سے موسوم تھے، لیکن جو شہرت اور قبولیت فوائد الفواد کو ہوئی وہ ملفوظات میں سے کسی ملفوظ کو نصیب نہیں ہوئی۔ فوائد الفواد کی تالیف کا زمانہ سخت سیاسی ہنگاموں اور عظیم الشان ملکی تغیرات کا زمانہ تھا۔ اسی عرض مدت میں سلطان علاء الدین خلجی نے اپنے بیٹے خضر خاں کو ولیعہدی سے معزول کیا۔ سلطان علاء الدین کا انتقال ہوا، ملک کافور نے جسے علاء الدین نے سیاہ وسفید کا مالک کر رکھا تھا، علاء الدین کے پنج سالہ بیٹے شہاب الدین عمر کو بادشاہ بنایا اور اس کے بڑے بھائیوں خضر خاں اور شادی خاں کی آنکھیں نکلوالیں۔ ملک کافور مارا گیا۔ قطب الدین مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ خسرو خاں کافر نعمت نے اسے قتل کیا اور خود بادشاہ بنا۔ غیاث الدین تغلق نے اس کافر نعمت بروار بچہ کو مار کر سلطنت حاصل کی۔ یہ سب ہنگامے اور شورشیں ہوتی رہیں مگر حضرت سلطان المشائخ کے دائرہ صحبت میں نہ اسکا ذکر ہے اور نہ فکر۔ یہ جماعت اپنے ذوق وشوق اور ذکر وشغل میں ایسی محو ہے کہ یہی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اس عہد اور دنیا میں ہے جس میں یہ تہلکے مچے ہوئے ہیں۔ تمام فوائد الفواد پڑھ جائیے کہیں ان واقعات کا کنایۃً یا اشارۃً بھی ذکر نہیں ملیگا جو کمال یکسوئی کی دلیل ہے۔

"فوائد الفواد" تصوف کے دلچسپ نکات اور حکایات اور حضرت سلطان المشائخ کے برگزیدہ اقوال کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ سے علاوہ سلطان المشائخ کے حالات بابرکات کے خود امیر حسن کے حالات پر بھی ایک گونہ روشنی پڑتی ہے،

۲۸ر رمضان المبارک شنبہ کی صحبت میں لکھتے ہیں کہ آج دولتِ پابوس حاصل ہوئی۔ خواجہ ذکر اللہ بالخیر حسب عادت کوٹھے پر تشریف فرما تھے۔ دروازہ کے پاس سیڑھی تھی جب میں زمین بوس ہوا ارشاد ہوا کہ وہیں بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ دروازہ کا ایک پٹ ہر بار ہوا سے بند ہو جاتا تھا۔ میں نے اس پٹ کو ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑ لیا تاکہ بند نہ ہونے پائے۔ تھوڑی دیر کے بعد میری طرف دیکھا کہ میں پٹ پکڑے بیٹھا ہوں ارشاد ہوا کہ پٹ کیوں نہیں چھوڑتے میں نے سر زمین پر رکھ کر عرض کیا کہ میں نے یہ دروازہ پکڑا ہے۔ متبسم ہو کر فرمایا کہ تم نے یہ دروازہ پکڑا ہے اور مضبوط پکڑا ہے' شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "ہر درے وہر سرے می باشید یک در گیرید ومحکم گیرید" بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دیوانہ صبح کے وقت ایک دروازہ پر کھڑا تھا دروازہ کھلا اور اس میں سے بہت سے آدمی نکلے ایک داہنے طرف دوسرا بائیں طرف ایک منہ کے سامنے چلدیا۔ دیوانہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ پریشان اور مختلف راستے اختیار کرتے ہیں اسی وجہ سے کہیں نہیں پہنچتے اگر سب مل کر ایک راستہ پر چلیں تو منزلِ مقصود کو پہنچ جائیں اسی طرح کی بیسیوں نصیحت آمیز حکایتیں درج کی ہیں جس نے فوائد الفواد کو خاندان نظامیہ چشتیہ کا دستور العمل اور رفتار نامہ بنا دیا ہے۔

امیر حسن کے ممدوحین امیر حسن کے ممدوحین میں سب سے زیادہ باوقعت اور قابلِ عزت حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء علیہ الرحمہ ہیں۔ اگرچہ حضرت موصوف کی شان میں زیادہ اشعار نہیں پائے جاتے مگر جس طرح نظم ونثر میں ان کا ذکر کیا ہے اس سے امیر حسن کی دلی ارادت اور حقیقی عقیدت مترشح

ہوتی ہے۔ حضرت سلطان المشائخ کے حالات اور ان کی مقدس زندگی اور عام محبوبیت کے ذکر کا نہ یہ موقع ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسلمانوں میں شاید ہی کچھ لوگ ایسے ملیں جو اس ذات بابرکات اور اس کے فیوض سے ناواقف ہوں۔ امیر خسرو نے خوب فرمایا ہے

قطب عالم نظام ملت و دیں ۔۔۔ کافتاب کمال شد رخ او
وز جنید و ز شبلی و معروف ۔۔۔ یادگار یست ذات فرخ او

حضرت سلطان المشائخ کی مجلس ایک ایسی مجلس تھی جو علماء، فضلاء اور متصوفین سے مملو تھی۔ اس مجلس کے جس رکن پر نظر پڑتی ہے وہ بجائے خود ایک کامل فرد نظر آتا ہے۔ طبقۂ علماء اور صوفیہ میں قاضی محی الدین کاشانی، مولانا وجیہ الدین پایلی، مولانا فصیح الدین، خواجہ کریم الدین سمرقندی، قاضی شرف الدین فیروز گہی، مولانا بہاء الدین، شیخ مبارک گوپاموی، مولانا نظام الدین شیرازی، مولانا بدر الدین تولہ، مولانا شمس الدین یحییٰ، شیخ نصیر الدین محمود اودھی، مولانا علاء الدین نیلی، مولانا ضیاء الدین برنی حاضر رہتے تھے۔ طبقۂ شعراء میں سے اس مجلس میں زانوئے ادب تہ کرنے والے امیر خسرو اور امیر حسن سے لوگ تھے امیر حسن جابجا اپنے اشعار میں اپنے پیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

پیش تو ہر فضل کہ خوانم خطا ست ۔۔۔ اصل ہمہ نظم نظام است وبس

ولہ

ہر کہ رویت نگرد کے نگرد سبزہ و گل ۔۔۔ اہل فردوس چہ محتاج تمنائے دگر
با تو صد سال اگر باشم و چیزے نشوم ۔۔۔ بہ از انم کہ بہ ہر چیز شوم جائے دگر

گفتیم ترنج بیت بیادت چو پنج گنج | ماخود حسن نہ ایم غلام نظامیم

سماع کے جواز اور غیر جواز کی بحث جو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے زمانہ سے شروع ہوئی تھی، اس کا سلسلہ حضرت سلطان المشائخ کے زمانہ تک جاری تھا۔ امیر حسن نے اپنے کلام میں مختلف جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مدعیاں گر شدند منکر رقص و سماع | ما بسماع الست رقص کناں میرویم

سبب رقص گواہی من ار نشنوند | من ازیں ذوق یکے رقص دگر خواہم کرد

خلق آفاق شعبہ زور اند | ما گرفتار نغمہ زیریم

مصلحاں می کشند نان از طعن | ما ز شوق سماع میمیریم

مطرباں را بخانہ نتواں برد | خانہ در کوئے مطرباں گیریم

سماع کے متعلق ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ کے مواجہ میں جو گفتگو ہوئی تھی اسی کو نظم فرمادیا ہے۔

بخیل نزپے حرمت گزر کند ز سماع | کہ خوب گفت بخیل ایں لطیفہ ز رمے

کہ گر حلال بود ہم شنید نتواند | ازاں قبل کہ ندارد کرامت کرمے

نہ صدق بود درو کز سرود گیرد ذوق | نہ آں کرم کہ بہ مطرب بہ بخشد او درمے

امیر حسن کا دُوسرا ممدوح سلطان علاء الدین خلجی اور اسکا بھائی الماس بیگ المخاطب بہ الغ خاں اور علاء الدین کے بیٹے خضر خاں، شادی خاں، مبارک خاں وغیرہ ہیں۔ علاء الدین اپنے چچا اور خسر سلطان جلال الدین خلجی سے نیک نہاد اور نیکدل بادشاہ کو نہایت دغا اور بے رحمی سے قتل کرکے بادشاہ ہوا۔ مگر اس کا عہد فتوحات اور حسن انتظام اور آئین طرازی کے لحاظ سے ایک ممتاز عہد سمجھا جاتا ہے،

اس سلطان اور اس کے اراکین خاندان کے سوائے کسی اور پادشاہ کی تعریف امیر حسن سے ثابت نہیں جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ شہزادوں میں سب سے زیادہ اور عزیز ممدوح خضر خاں معلوم ہوتا ہے جو ایک زمانہ تک ولیعہد بھی رہا ہے اور حضرت سلطان المشائخ کا مرید اور معتقد ہونے سے خواجہ تاش بھی تھا اس کے غسل صحت کے ایک موقع پر لکھتے ہیں۔

ز آبجیواں نشست سر شہزادۂ دوراں بلے   از پے سر شستن خضر آبجواں واجب بت

اس کے یہاں لڑکا پیدا ہوا اس کی تہنیت بادشاہ کو دیتے ہیں۔

بباغ دولت او خضر ساں نہالے خاست   وز اں نہال نہالے دگر ببار آمد

امیر حسن کا دیوگیر جانا دارا شکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ کے مریدوں میں چار حضرات فاضل اور کامل ہوئے امیر خسرو، شیخ نصیر الدین چراغ دہلی، شیخ برہان الدین غریب، اور شیخ حسن دہلوی ... حضرت شیخ نے دین اسلام کے رواج اور ہدایت کے لیے شیخ برہان الدین غریب کو برہان پور اور دولت آباد جانے کا حکم دیا" اور شیخ حسن دہلوی کو مع اپنے دوسرے مریدوں کے ان کے ساتھ کر دیا۔ یہ روایت بھی محل نظر ہے۔ یہ مسلم ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نے بھی اپنے سلسلے کے دوسرے بزرگوں کی طرح اپنے بعض خلفاء کو خلق اللہ کی ہدایت کے لیے ہندوستان کے بعض شہروں میں جا کر رہنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ سیر الاولیا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موصوف کے ایما سے شیخزادہ کمال الدین ماتوہ اور شیخزادہ عزیز الدین

جو حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر کے خاندان سے تھے۔ دیوگیر اور مولانا وجیہ الدین
چندیری میں جا کر رہے۔ صاحب سیر الاولیا نے جو حضرت برہان الدین غریب
کے معاصر ہیں، حضرت موصوف کے حالات بتفصیل لکھے ہیں مگر انہیں دیوگیر
بھیجے جانے کا مطلق ذکر نہیں کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں "بعد از نقل سلطان المشایخ
مولانا برہان الدین غریب چند سال در حیات بود، دست بیعت بخلق میداد،
چوں در دیوگیر رفت برحمت حق پیوست" اگر وہ حسب ایمائے حضرت
سلطان المشایخ دیوگیر بھیجے گئے ہوتے تو صاحب سیر الاولیا ضرور اس کا
ذکر کرتے۔ علاوہ اس کے حضرت برہان الدین غریب اگرچہ حضرت
سلطان المشایخ کے قدیم مرید تھے مگر خرقہ خلافت انہیں سید خاموش عم
امیر خورد اور حضرت سلطان المشایخ کے خدام بشر اور اقبال کی کوشش
اور سعی سے حضرت سلطان المشایخ کے وصال کے بہت قریب زمانہ
میں ملا۔ جب حضرت برہان الدین غریب کا دیوگیر بھیجا جانا ثابت نہیں تو امیر حسن
کو ان کے ساتھ کر دینا کس طرح صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ امیر حسن کا ۷۲۲ھ
تک دہلی میں موجود رہنا خود ان کی کتاب فوائد الفواد سے ظاہر ہے۔
قیاس غالب یہی ہے جیسا کہ صاحب منتخب التواریخ بدایونی لکھتے ہیں کہ امیر حسن
اور حضرت برہان الدین غریب دہلی کے دوسرے باشندوں کے ساتھ
سلطان محمد تغلق کے عہد حکومت میں دیوگیر (دولت آباد) تشریف لائے
اور اُس وقت حضرت سلطان المشایخ کا وصال ہو چکا تھا سلطان محمد تغلق
جو اپنے باپ غیاث الدین تغلق کے دفعۃً انتقال کے بعد بادشاہ ہوا دنیا کے

عجیب و غریب انسانوں میں تھا نہ اس کی سخاوت، داد و دہش، ہمت، علم پروری، معارف نوازی، کی کوئی حد تھی اور نہ اس کی سیاست اور خونریزی کی کوئی انتہا۔ خود نماز روزے کا پابند، مشہور خطیب، خوشنویس، شاعر، دبیر، فلسفی اور طبیب تھا۔ حافظہ ایسا قوی پایا تھا کہ جو بات ایک مرتبہ سن لیتا وہ تمام عمر نہ بھولتا تھا۔ ان اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ اس کے بعض افعال اور اطوار ایسے تھے جن سے اس پر جنون کا شبہ کرنا بیجا نہ تھا۔ منجملہ اس کی مجنونانہ کارروائیوں کے ایک دہلی کی تباہی اور بربادی تھی۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ تمام ہندوستان کا بادشاہ ہے اس لیے اس کا دارالسلطنۃ ایسے مقام پر ہونا چاہیے جسے اطراف مملکت سے وہی نسبت ہو جو مرکز کو دائرہ سے ہوتی ہے۔ تاکہ ضرورت کے وقت ہر حصۂ ملک کی خرابیوں کا بعجلت تدارک ہو سکے۔ اس مقصد کے لیے کسی نے اوجین اور کسی نے دیوگیر تجویز کیا۔ دیوگیر بادشاہ کو پسند تھا اور آخر انتخاب کا قرعہ اسی کے نام نکلا۔ سلطان محمد تغلق سے دیوانہ کے لیے اتنا کافی تھا ۷۲۷ھ میں فوراً احکام صادر ہوئے کہ دہلی کے تمام باشندے چھوٹے بڑے، وضیع وشریف، امیر و غریب دہلی چھوڑ کر دیوگیر جا کر آباد ہوں جسے اب دولت آباد کا خطاب عطا کیا گیا تھا۔ جو لوگ پشتہا پشت اور صدیوں سے دہلی میں رہتے اور املاک اور جائدادوں کے مالک تھے۔ ان کے لیے یہ حکم قیامت تھا، مگر حکم حاکم مرگ مفاجات سبکو تعمیل کرنی پڑی۔ اس زمانہ کی کٹھن منزلیں اور دور دراز راستے، لاکھوں آدمیوں کے چپقلش میں جس طرح

ملے ہوئے ہونگے اس کا اندازہ کرنا بھی اس وقت دشوار ہے۔ سیکڑوں خاندان برباد اور تباہ ہوگئے۔ ہزاروں آدمی راستہ میں مرگئے اور اگر موقع ملا تو دوسرے ملکوں کو چلے گئے جو لوگ دولت آباد پہنچے انہوں نے ناموافقت آب و ہوا اور چالیس دن کے سفر کے مصائب سے بجائے شہر کے وہاں کے قبرستانوں کو آباد کیا۔

امیر حسن تمام عمر مجرد اور اہل و عیال کے بار سے سبکدوش رہے۔ حضرت سلطان المشائخ ان کے پیر و مرشد اور امیر خسرو ان کے دوست کا انتقال ۷۲۵ھ میں ہوچکا تھا۔ اگرچہ دہلی کی یہ دو بڑی دل بستگیاں ختم ہوچکی تھیں تاہم وہ دولت آباد پہنچکر دہلی کی یاد سے غافل نہ تھے جیسا کہ ان کے بعض اشعار سے ظاہر ہوتا ہے ؎

مپرس کز مے فرقت چگونہ مخمور | زدوست دور تواں شد ولے نہ چنداں دور
کجاست حضرت دہلی و خوبرویانش | کیے بہشت دروں و بروں اوپر حور
اگرچہ غیبتے افتاد بر طریق مجاز | ولے بر اہل محبت محقق است حضور

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

مباد ایہیچ کس از دوستاں چنیں کہ منم | بکام دشمن و از جملہ دوستاں تنہا
ز دور چرخ خراب و ز دور حادثہ زار | ز اہل بیت غریب و ز خانماں تنہا
سفر گزیدہ ہمہ مردماں و من غافل | چو خفتۂ کہ بماند ز ہمرہاں تنہا

ایک دوسری غزل میں فرماتے ہیں ؎

حسن بکوئے عدم گم شدند یارانت | بجو نشان چنیں گم شدہ کجا جویند

دہلی کی تباہی کی طرف کس خوبصورت پیرایہ میں اشارہ کرتے ہیں۔

آخر نہ ترسید از ولم آں شحنۂ خونریز آہ
شہرے کہ یار آباد بود امسال ویراں از چہ شد

سلطان محمد تغلق کی اسی قسم کی سوء تدبیریوں سے ملک میں ہر طرف بغاوتو کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ جن کے فرو کرنے کے لیے لشکروں اور فوجوں کے بھرتی کی ضرورت ہوتی تھی اور اس کے لیے شمال ہندوستان ہی کا میدان موزوں تھا۔ اس غرض سے پادشاہ کو دہلی آنا پڑا۔ دہلی اور اس کے قرب و جوار کے قصبے ویران اور سنسان پڑے تھے۔ اور وہ شہر جو چند روز پیشتر بغداد اور قاہرہ کا ہمسر اور مدمقابل تھا اس وقت وام و دو کا مسکن اور مامن بن گیا تھا۔ یہ سماں دیکھ کر پادشاہ کے دل میں خدا جانے کیا کیا خیال پیدا ہوئے ہونگے اور اپنی اس نامعقول حرکت پر کتنی ندامت ہوئی ہوگی۔ اس کا علم ہونا تو مشکل ہے مگر اتنا مسلم ہے کہ جو رعایا جبراً دولت آباد لیجا کر آباد کی گئی اُسے اجازت ہوگئی کہ جو چاہے دہلی واپس جائے اور جو چاہے دولت آباد میں رہے۔ اس حکم نے دونوں شہروں کو بے رونق کر دیا۔ کچھ لوگ دہلی آکر از سرِ نو آباد ہوئے۔ کچھ لوگ وہیں رہ گئے۔ امیر حسن اور حضرت برہان الدین غریب اور حضرات صوفیہ کی ایک بڑی جماعت وہیں رہی۔ جن کے مرقدوں سے اس وقت دولت آباد کے گرد و نواح کے ویرانے آباد ہیں۔ امیر حسن تقریباً دس گیارہ سال دولت آباد میں زندہ رہکر اسی سرزمین کے پیوند ہو گئے۔ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْہَ اللہ۔ ایک غزل میں

خود کہتے ہیں ؎

بچرخ بریں میکنی تکیہ دایم ندانی کہ چرخ بریں ہم نماند
چہ مونس ہمے گیری از ہر قرینے کہ مونس نپاید قریں ہم نماند
اگر بگزرد مرد کج گوئے کم داں سخن دانِ باریک بیں ہم نماند
سخن را اگرچند سحر آفریدند سرانجام سحر آفریں ہم نماند
ہمیں نالۂ ماند بکیس حسن را بتر سم ازاں روز کیں ہم نماند

یہ دن ۳۶ یا ۳۷ھ میں آگیا۔ اور گلشن سخنوری کا ایک بولتا ہوا بلبل خاموش ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْن۔

مسعود علی محوی۔ بی۔ اے (علیگ)
سابق سشن جج سرکار آصفیہ
حیدرآباد دکن ۱۳۵۱ھ م ۱۹۳۳ء

اس کے طبع ہو جانے کے بعد جو مزید حالات حضرت امیر حسن کے ہمیں معلوم ہوئے ہیں وہ ضمیمۂ دیباچہ میں ملاحظہ ہوں۔

مسعود علی

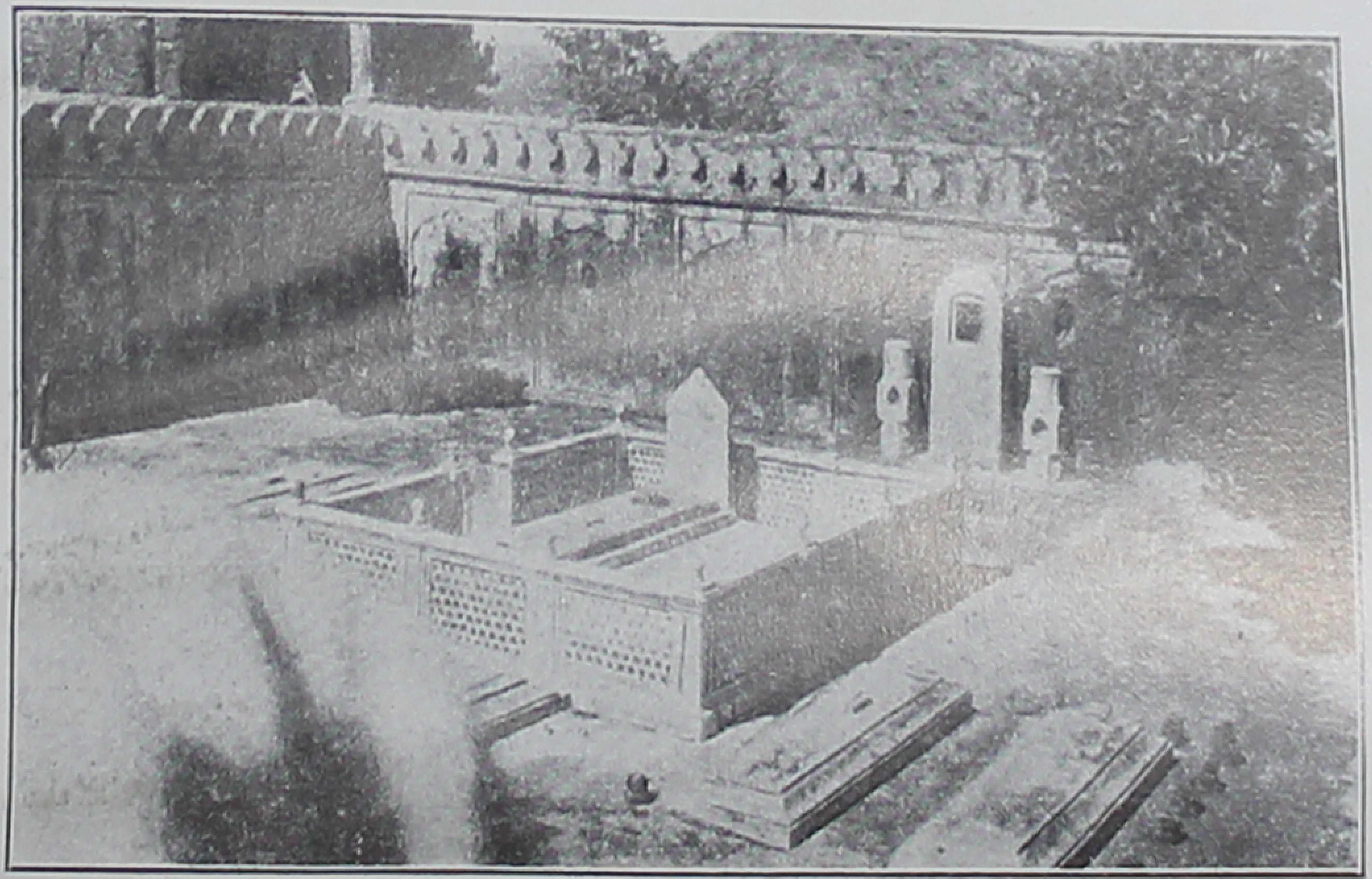

نقشہ مزار حضرت امیر حسن علیہ الرحمہ واقع خلد آباد ضلع اورنگ آباد
ممالک محروسہ سرکار آصفیہ حیدر آباد دکن

Call No. .... Date......12 : 4 : 55....

Account No. ....

J. & K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before the last stamped above. An overdue charges of 6 nP. will be levied for each day. The book is kept beyond that day.

ضمیمہ دیباچہ

ہزاکسیلنسی راجہ راجایان راجہ سرکشن پرشاد مہاراجہ بہادر یمین السلطنۃ کے۔سی۔آئی، جی۔سی۔آئی۔ای، صدر اعظم باب حکومت سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن المتخلص بہ شاد کے نام نامی اور اسم گرامی اور ان کی علمی خدمات سے ہندوستان کی ادبی دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو واقف نہیں۔ آپ کی علمی اور خصوصاً ادبی خدمات کا اگر مجملاً بھی ذکر کیا جائے تو بجائے خود ایک کتاب ہو جائے۔ یہ کتاب اگر کبھی مرتب ہوئی تو اس کے تین بڑے عنوان ہونگے۔ اول آپ کی قلمی امداد، دوسری لسانی امداد، تیسری مالی امداد۔

قلمی امداد میں آپ کی تمام تصنیفات اور تالیفات نظم و نثر داخل ہیں۔ اگرچہ آپ انگریزی، عربی، فارسی، اردو، ہندی، تلنگی اور مرہٹی زبانوں سے واقف ہیں اور ان میں بلاتکلف گفتگو فرما سکتے ہیں مگر شعر زیادہ تر فارسی، اردو یا ہندی میں فرماتے ہیں۔ کلام کا ایک مخصوص پختہ اور بامزہ صوفیانہ رنگ ہے جس عجلت اور تیزی سے آپ شعر کہہ سکتے ہیں فی الحقیقت حیرت انگیز ہے اور جب تک کسی شخص کو ذاتی تجربہ نہ ہو وہ اس کے باور کرنے کے لیے، آمادہ نہیں ہو سکتا ایسے شخص کے لیے نثر لکھنا کیا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصنیفات

ہیں مختلف ناول، ڈراما، سفر و سیاحت نامے اور عروض و قوافی پر رسالے شامل ہیں۔

لسانی امداد سے میرا مقصد وہ ترغیب و تحریص اور دل افزائی ہے جس نے بیسیوں ہونہار بتدیوں اور نوجوانوں کو ادبی میدان میں قدم رکھنے کی جرأت دلائی اور بیسیوں افسردہ خاطر شعرا کی بجھی ہوئی طبیعتوں کو اپنی محبت آمیز تعریف اور توصیف سے ابھارا اور اس ادبی مشغلہ سے غافل نہیں ہونے دیا۔ آپ کی مالی امداد سے بیسیوں ایسے مؤلف مصنف ناظم اور ناثر گنوائے جا سکتے ہیں جنھیں اپنے علمی اور ادبی مشاغل جاری رکھنے کا موقع ملا اور جن کا کلام محض آپ کی مالی امداد کی وجہ سے دنیا سے مفقود ہو جانے سے بچ گیا۔

اسی اخیر زمرہ میں امیر حسن علیہ الرحمہ بھی شریک ہیں۔ جب عالیجناب سر مہاراجہ بہادر نے انکے کلیات کے طبع فرمانے کا ارادہ فرمایا تو مجھ سے اس کی تالیف اور ترتیب کے لیے ارشاد ہوا۔ کچھ عالیجناب ممدوح کا ارشاد کچھ ذاتی شوق دونوں نے مل ملا کر بلا لحاظ ان دقتوں اور مشکلوں کے جو اس کام میں پیش آنے والی تھیں مجھے اس ذمہ داری کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

سب سے پہلا کام مختلف دیوانوں کو جمع کرنا اور ایک دیوان کو اصل قرار دیکر دوسرے دیوانوں سے اس کی تکمیل کرانا تھا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ اس کے لیے تمام دیوانوں پر نظر ڈالنی پڑتی تھی اور جو جو غزلیں یا نظمیں اصل دیوان میں موجود نہ ہوتی تھیں وہ دوسرے دیوانوں سے نقل کر کے اس میں شریک کرائی جاتی تھیں۔ اسی کام نے تقریباً پورا ایک سال لے لیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ

اگر اس کام میں میرے نوجوان دوست سید محمد یعقوب ۔ بی اے (نظام کالج) مدرس مدرسہ
چادر گھاٹ کی مدد نہ شریک ہوتی تو یہ کام اتنی مدت میں بھی تمام نہ ہو سکتا تھا
ان تمام مراتب کے طے ہو جانے کے بعد کارپردازان مطبع سے سابقہ تھا۔ جن حضرات
کو ان بزرگوں سے سابقہ پڑا ہے وہی ان دل خوں کن محنتوں اور جگر خراش تکلیفوں
کا اندازہ کر سکتے ہیں جو اس سابقہ میں جھیلنی پڑتی ہیں۔ کلیات کے طبع ہو جانیکے بعد
ان کی تفصیل اور توضیح بیکار ہے۔

سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالبؔ — خدا سے کیا ستم و جور نا خدا کیجے

کلیات کے ابتدائی حصہ کے پروف اور کاپیاں میں نے تنہا دیکھیں، اخیر حصے
کی کاپیاں اور پروف دیکھنے میں میرزا نظام شاہ صاحب لبیبؔ تیموری نے مدد
فرمائی مگر باوجود ان کی اس مدد کے کتابت کی بہت سے غلطیاں رہ گئیں اور ایک
طویل اغلاط نامہ لگانا پڑا، اگرچہ وہ زیادہ تر نقطوں کی غلطیوں پر مشتمل ہے۔ مطبوعہ کلیات
کے چالیس پچاس نسخوں میں ان غلطیوں کی اصلاح کرادی گئی ہے مگر تمام نسخوں میں
یہ عمل مشکل تھا جو حضرات اپنے نسخہ کو صحیح رکھنا چاہیں وہ ان غلطیوں کی خود اصلاح
فرما سکتے ہیں۔ چونکہ یہ کلیات مختلف دیوانوں سے نقل کیا گیا ہے اس لیے پانچ
سات غزلیں ایسی ہیں جو کاتبوں کی سہو نظری سے مکرر ہو گئی ہیں۔ کاپیاں صحت
کے لیے جزاً جزاً وصول ہوتی تھیں اور خود غزلوں کے الفاظ اور تعداد اشعار بھی بدلے
ہوئے تھے اس لیے اس غلطی کی اصلاح مشکل تھی۔ امیر حسن کے جتنے دیوانوں سے
اس کلیات کی ترتیب میں مدد لی گئی ان میں سے مفصلہ ذیل دیوان قابل ذکر ہیں
(۱) خود عالیجناب سر مہاراجہ بہادر کے کتب خانہ کا نسخہ جو خوش خط

چھوٹی تقطیع پر لکھا ہوا ہے۔ صفحات (۲۲۴) کاغذ کشمیری جدول کے سوائے کوئی اور نقش ونگار نہیں ہے۔ کاتب نے اپنا نام درویش حسن لکھا ہے۔ مگر نہ سال کتابت ہے اور نہ کاتب کا کوئی اور پتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ابتدائی نسخہ ہو۔ اس کا آغاز

آرزوئے تو میکشد مارا　　روزہا شد کجا شدی یارا

اور خاتمہ

دل بنہ کیں صاعقہ سخت اوفتاد　　اے حسن مردانہ بر سختی عشق

پر ہوا ہے۔

(۲) کتب خانۂ آصفیہ کا نسخہ نمبری (۱۲۱۴۹)۔ یہ نسخہ نہایت درجہ مطلا اور مذہب اور خوشخط ہے۔ تعداد صفحات (۴۵۵) کاغذ کشمیری۔ پہلے صفحہ پر نہایت عمدہ کام ہے۔ کاتب کا نام سلطان محمد ہے لیکن نہ سال کتابت درج ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کن کن کتب خانوں میں رہا ہے۔ جو مہریں اس پر تھیں وہ ظالموں نے مٹا دی ہیں مگر اس کی ظاہری شکل وصورت پکار رہی ہے کہ وہ کسی شاہی کتب خانہ کا نسخہ ہے۔ اس میں کتابت کی بہت غلطیاں ہیں

(۳) یہ نسخہ بھی کتب خانۂ آصفیہ کا نمبری ۳۹۰ ہے۔ اس کا کاتب منعم الدین الاوحدی، سال کتابت ۹۰۹ھ ہجری، خط معمولی تقطیع چھوٹی ہے اس کی مہریں بھی مٹا دی گئی ہیں۔ نمبر ۲ اور ۳ کا آغاز

اے حاکم جہان و جہاں داور حکیم
محدث ہمہ بدایع و تو مبدع قدیم

ہے اور خاتمہ

لطف خدا کہ برہمہ واجب سلام تست

پر ہوتا ہے۔

(۴) عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں امیر حسن کے کئی دیوان ہیں مگر جو نسخہ نمبری (۵۹۹۶) ہمیں عنایت ہوا تھا اس کا حلیہ خود دیوان کے سرورق پر اس طرح درج ہے۔

دیوان حسن خاص ہمایون اشرف اقدس بخط شکستہ ... جلد کاغذی بابت عرض جمع کتاب خانہ عامرہ شدہ بتاریخ ۴ رمضان سنہ ۱۰۶۲ ہجری، حجم (۱۹) جز، قیمت ایک ہُن۔

ایک مہر کی عبارت

سُلطان محمد شاہ غازی

دوسری مہر کی عبارت

ہوشدار خاں فدوی بادشاہ غازی محمد فرخ سیر سنہ ۱۰۲۵ھ

ان کے علاوہ ایک عبارت بھی اوپر نیچے لکھی ہوئی ہے جو اگر درست کر کے پڑھی جائے تو یوں ہو سکتی ہے۔

ارادت خاں بہادر المخاطب بہ اقتدار خاں

اللہ

مالک بہ معنی

مالک بصورت

بن (۴) ارادت خاں بہادر المخاطب بہ اقتدار خاں

اعنی

ہدایت بہو

اس نسخے کی ابتدا ذیل کے مصرع سے شروع ہوتی ہے۔

اے رقم زاندہ بر سپید و سیاہ

اس میں صرف غزلیات اور رباعیات ہیں۔ یہ ان تمام نسخوں میں جو ہمارے زیر نظر رہے صحیح ترین نسخہ تھا۔ اس کا آخری حصہ ناقص ہے۔

(۵) یہ نسخہ بھی عالیجناب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا ہے بہت خوشخط اور مصور ہے۔ کاتب کا نام پیر حسین الکاتب الشیرازی اور سال کتابت ۹۴۴ھ ہے۔ اس کے آخر میں مثنویات ہیں جن میں سے چند مثنویاں اس کلیات میں لی گئی ہیں۔ چونکہ اس نسخہ کے متعلق صرف کتب خانہ میں معائنہ کی اجازت تھی اس لیے مزید تفصیل نہیں دیجا سکی۔

دیباچہ کے صفحہ (۶۳) کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ وہاں ہم نے یہ لکھا ہے کہ معلوم نہیں کہ امیر حسن کو کس طرح سلطان علاء الدین کے دربار میں پہنچنے اور اس کی مداحی کا موقع ملا۔ ان کی ایک مثنوی سے جو دیباچہ کے طبع ہو جانیکے بعد ہاتھ لگی اس معاملہ پر روشنی پڑتی ہے۔

سلطان علاء الدین کے امراء اور سپہ سالاروں میں ملک نصرت جلیسری بڑے پایہ کا شخص تھا۔ سلطان علاء الدین نے ۶۹۷ھ یعنی اپنے جلوس کے تیسرے سال ایک لشکر الغ خاں اپنے بھائی اور ملک نصرت کی سرکردگی میں گجرات کی فتح کے لیے

روانہ کیا۔ اس مہم میں بڑی کامیابی ہوئی اور بے شمار مال غنیمت ملا جسے یہ دونوں سردار لیکر دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ قلعہ جالور کے قریب پہنچے تو "خمس غنایم" کی طلب میں اہل لشکر پر اس قدر سختی کی کہ نومسلم مغل جو لشکر میں بہ تعداد کثیر تھے بگڑ کر باغی ہو گئے اور یہ ارادہ کیا کہ سرداران فوج کو مار کر ان مطالبات سے نجات پائیں۔ اس منصوبہ کی پیش رفت میں باغیوں کی ایک جماعت ملک اعز الدین پر جو ملک نصرت کا بھائی اور غالباً "خمس غنایم" کی تحصیل پر مامور تھا حملہ آور ہوئی اور اسے مار کر الغ خاں کے خیمہ کی طرف چلی مگر اس کی حیات باقی تھی وہ بچکر نکل گیا یہی ملک اعز الدین ہے جو امیر حسن کے حال پر بیحد مہربان تھا۔ اور اسی کی بدولت انہیں دربار علائی کے شعرا میں داخل ہونے کا موقع ملا جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

ذکر تلطف ملک اعز الدین

کسے کو نعمتے را شکر گوید — مزید روزگار خویش جوید
مرا ہم منعمے چوں نعمتے داد — بباید کرد شکر نعمتش یاد
یکے کز برج گردونش سنزد قصر — ہمہ جملہ ملوک سرور عصر
ستودہ سیرت و فرخندہ آئیں — کریم الخلق، الحق، عز والدیں
محمد اسم و رسمش جملہ محمود — وجودش خاص بہر جود موجود
چراغ دودۂ اعظم تغا نخاں — ملک خوانچہ کش بزمش فلک خواں

. . . .

ازاں چنداں ملوک نزل فرمائے — ہمیں یک ذات او ماندست برجائے

بزرگا، مکرما، عالی نژادا | سرت در سروری پاینده بادا
کرم فرمودن خود خود بیندیش | خصوصاً در حق بیچارۂ خویش
مرازاں ژرف دریائے خطرناک | تو آوردی بروں چوں گوہر پاک
پس اندر صدر دولت راہ دادی | محل دست بوس شاہ دادی
ز سلطاں گنجم آوردی و تشریف | عطائے خود در انجا کردہ تضعیف
سزختم تو بگرفتی ز خفتن | من ایں راکے توانم شکر گفتن

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امیر حسن دربار علائی میں ملک اعز الدین کی دستگیری سے پہنچے تھے۔ اور اسی سے آپ کے فوجی تعلقات کی مزید تصدیق بھی ہوتی ہے کیونکہ خود ملک اعز الدین کا تعلق فوج شاہی سے تھا۔

اخیر میں ہم اپنے ان دوستوں کے شکر گزار ہیں جنھوں نے براہ علم دوستی ہمارا اس کام میں تھوڑا بہت ہاتھ بٹایا ہے۔ بعض احباب کی رائے تھی کہ اس دیباچہ اور ضمیمہ کا ترجمہ فارسی اور انگریزی میں کر کے شریک کلیات کر دینا چاہیئے تاکہ اہلِ ایران اور یورپ کے مستشرقین بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں، لیکن اس وقت نہ اتنی فرصت ہے اور نہ اس کا موقع۔ ان سخت خانگی پریشانیوں میں جنھوں نے دل و دماغ کو معطل کر دیا تھا یہ جو کچھ ہو گیا وہی غنیمت ہے فقط

مسعود علی

۱ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۷

ردیف الف

یارب بکش خط کرم بر سیّئاتِ ما مضی | پرہیز ہا کردم ولے جاء القضا ضاق الفضا
گر دارادت سختی بر فرق جانم ریختی | جانم بنفس آہ منحتی نعلم بزنجیرِ قضا
گر روضہ سازی در رہم جاں در رضائے تو دہم | ہرگز برابر کے نہم صدر روضہ را بایک رضا
شاخے کہ فعلم بر زند جز فضلت آنرا نشکند | از فضلت ایں او اجب کند وز رحمت ایں اقتضا
درماندم از بارِ گراں لب خشک چوں ماہی اتراں | زابرِ کرم سیلے براں بر گرد ہائے ما مضی
ہمچو حسین ام خستہ تن از جورِ دشتے شور فن | بہ چشمِ رضا نہ بر حسن حق علی مرتضی

۲ یارب ز فرطِ نیکوئی قولم نگہدار از دوئی ۵
خود بہتریں حافظ توئی فاللہ خیر حافظا

اے بر فراز سرو بر آوردہ ماہ را | بر ماہ کج نہادہ بشوخی کلاہ را

دل می بری زنا بگو اہتی قدِ خویش
گویند آفتاب پرستند یک گروہ
اے روئے تو تمام چو مہ در ہمہ صفت

اے دوست راست کردہ چہ آری گواہ را
ما بندہ ایم آں دو رُخ ہمچو ماہ را
اطراف مہ رقم زدہ خطِ سیاہ را

۳

بندہ حسن زخط خوشت نسخہٴ کند
ہر گہ کہ عرضداشت کند بادشاہ را

۹

ساقی بیار مے کہ چو زر گشت کارہا
آمد بہار نو بدہ آں بادۂ کہن
خوبان اگر بدستِ رقیباں گرو نہ اند
وقتِ ہوا خوش است ہوا از مزاج صاف
شہ اتفاق جشن کند گویا کہ گل
با غنچہ داشت ہر سر و کارے کہ داشت گل
سلطان علائے دینی و دیں آنکہ روزگا
نامِش محمد است محمد صفت بہ بیں

گُل ریخت گنج زر بہمہ مرغزارہا
کز یک نسیم او شگفد نو بہارہا
گردِ چمن زہر چہ بندند خارہا
بنشاندہ اند از ہمہ جانب غبارہا
از زر و سیم ساختہ اند این نثارہا
بکشا سر قرابہ کہ بکشا و کارہا
شاہے چو او نیافتہ در روزگارہا
دیں راز وال دولت اُو شد مدارہا

۴

چوں شرح بذل اوست برُوں از حسابہا
سالِ تقاشش باد فزوں از شمارہا

۷

اے باز تازہ داشتہ نازِ قدیم را
ہر روز کردہ در ہمہ آفاق گل فشاں

در ہم فگندہ صد دلِ نا مستقیم را
یک صبح رہ ندادہ ازیں سو نسیم را

گر تو برون خرامی با این چنین جمال
از ستر روئے و مُوئے تو امروز روزگار
مَن هم ز قد و زلف و دهانِ تو این زمان
در خاک چند غلطد دُرّ سر شک من

از سیر مهر و ماه که پُرسند حکیم را
تفسیر کرد آیتِ اُمید و بیم را
در سینه نقش کردم الف لام میم را
آخر بر حمت نظرے این یتیم را

۵

ہاں اے حسن ز محنتِ عشقش جدا مشو
دولت شمار صحبتِ یارِ قدیم را

۷

اے دردها فزوده دلِ دوستدار را
من منتظر که روئے مبارک به بینمت
دلهائے ما خراب شد از چشم مست تو
ترکان غمزه تو بغوغا در آمدند
حدّ چو من سگے نبود این عنایتت
دارم دلِ پر آتش ز آشوب روزگار

یاری نباشد این که نه پرسند یار را
آئینه پیش داشته عکس کار را
والیّ ظلم پیشه فتاد این دیار را
روزی شکسته توبهٔ پرهیزگار را
داغے بنه که کار بیاید شکار را
خود درا بسوزم اکنوں یار وزگار را

۶

مسکیں حسن ز وصلِ تو ماند ست بے نصیب
با غم قرار داده دلِ بیقرار را

۵

اے رُوئے تو ماه محفلِ ما
عاشق ترا بجان خریدیم
از خلد و نعیم بے نیازیم

جز عشق تو نیست در دلِ ما
این است ز عمر حاصلِ ما
تا کوئے تو گشت منزلِ ما

از روئے تو شرم نیست مہ را	کاید ہمہ شب مقابل ما

۷

بیچارہ حسنؔ ترا نہاں گفت
پیدا است کہ کیست قاتلِ ما

۷

بہ پیش صورت خوب تو ماہ را چہ بقا	بجنب خاک درت بال جاہ را چہ بقا
شکست کوکبۂ مہ زیک بر آمدنت	چو آفتاب بروں تاخت ماہ را چہ بقا
توئی خلاصہ و بس روز و شب طفیل تو اند	تو دیر باش سفید و سیاہ را چہ بقا
دو چشم من دو گواہند عشق را تو بگو	بیک عنایتِ قاضی گواہ را چہ بقا
تو آمدی اگل و لالہ بریختند از شرم	بہشت آمدہ کشتِ گیاہ را چہ بقا
اگر بروئے تو جامے خورم گنہ گیری	بہ پیش آیت رحمت گناہ را چہ بقا

۸

بسوخت از تف عشقت ہمہ وجود حسنؔ
چو آتش آمدہ بیچارہ کاہ را چہ بقا

۵

باز آکہ آرزوئے تو بسیار شد مرا	دل در شمائل تو گرفتار شد مرا
بے تو نظر گماشتہ ام ہر چہار سوئے	بازم دو چشم در رہِ تو چار شد مرا
جاں دادن از فراق تو آساں نبود لیک	ایں زیستن بہجر تو دشوار شد مرا
چنداں بہ تیغ غمزۂ تو عشق باختم	تا آخرم دروں دل افگار شد مرا

۹

یارا کسے بچارہ گری یاریم نکرد
بارے حسنؔ بنالہ گری یار شد مرا

۶

ترک من بین وا اے از شب ساختہ مہتاب را
بر سر شکر نگہباں کردہ مشک ناب را

از دہان او کہ دور ست از لب و دندان من
پستہ می خواہم بدنداں میگزد عناب را

عین محراب ست ابرویش مسلماناں چہ شد
گر مسلمانے بمستی بوسہ زد محراب را

صبحدم آمد خیال غمزہ اش خونم بریخت
آرے آخر شب ہمیں شیوہ بود قصاب را

یار گر حاضر شدے چندیں نرفتے سیل خوں
لاجرم بے آشنا عاجز شدم غرقاب را

من ہدو راہ از کجا یابم کہ نبود نسبتے
با پریرویان گلبو دیو گلخن تاب را

۱۰

عالمے را غرقہ می بینم بدریائے طلب
تو کجا یابی حسن آں گوہر نایاب را

۷

چندیں چہ ناز آموختی آں غمزۂ غماز را
دل بردی و جاں سوختی حد نیست آخر ناز را

ہر چند ہندوئے توام چوں دم زدم از لعلت شکر
در ہر کمیں بنشاندۂ ترکانِ تیر انداز را

ہرگز نہ برسد از کسے کعبہ نشیناں را نشاں
مستے کہ او قبلہ کند چوں ابروئے طناز را

غالب نیاید عقل من بر عشق مہ رویاں بلی
حد کبوتر کے بود کو صید گیرد باز را

سبحہ چہ در دستم دہی خرقہ چہ در پیشم نہی
با زاہداں نسبت مکن ایں پیر شاہد باز را

سازیکہ بود اے مدعی کردی ازیں مجلس بروں
با تو بہم آتش زنم ایں مجلس بے ساز را

۱۱

ہاں اے حسن تا زندۂ دل نہ بزندانِ غمش
چارہ نباشد از قفس مرغانِ خوش آواز را

۷

جاناں ز نقد جانِ من پیوند جاں بادا ترا
بر جانِ ما دلخستگاں فرماں رواں بادا ترا

چون شاہِ تختِ چارمین پشت نہد سر بر زمین
من از ہوا خواہئی تو چیزے کہ جستم یافتم
داد جوانی وادہ بر رغم این چرخ کہن
ساقی دل و جانم توئی آن جام جان بخش تو کو
یک پاس با ما مے بخور اے بندہ پاس تو من

اے خسروِ خوبان علم بر آسمان باد اترا
تو آنچہ میخواہی ز حق یارب ہمان باد اترا
یارا مئے کہنہ بدہ دولت جوان باد اترا
رحمے بکن بر جانِ من رحمت بجان باد اترا
تو پاس داری این نفس حق پاسبان باد اترا

١٢

ہاں اے حسن از یادشہ جانِ حریفان تازہ کن
مہرے بنہ بر جانِ ما شہ مہربان باد اترا

٦

کجاست آن شہ ترکان گرفتہ ترک وفا
درون چو شانہ بکنیم ہمہ بود دندان
چنان ز غیرت رویش قفا خورند بتان
دلِ مرا اگر آوارہ شد ز خانۂ صبر
گشاد چشم و لبش در ولایت خوبی

زدہ ز نرگس شوخے ہزار تیر جفا
بر دل چو آئینہ با من ہمہ طریق صفا
کہ تنگران نشانند روئے شان ز قفا
درِ خدائے بندست حسبۂ و کفی
بغمزہ دار سیاست ببوسہ دار شفا

١٣

حسن تو از ظرافئی زیادہ گوئے مباش
بلے فضول نبود دست صرفۂ ظرفا

٧

دی سوئے سروِ لالہ رُخ پیغام دادم باد را
تا پیش او وا قصہ مگر اینک ز چشم دُر فشان
مجنون لباس عقل و دین در عشق لیلی چاک زد

بنوشتہ خطِ بندگی آن سوسنِ آزاد را
دُرہا ذخیرہ میکنم از بہرِ پیش اُفتاد را
پند پدر مانع نشد رسوائے مادر زاد را

میخواستم کز دست دل امروز فریادے کنم
دی بعد فرض باہداد از دو رویدم روئے او
ہر کس رہے دارد ولے چہ سود گز خوان ازل

گریہ گرہ شد در گلو رہ بستہ شد فریاد را
من در غزل خواندن شدم رخنہ فتاد اوراد را
بوسہ بخسرو می رسد تیشہ زدن فرہاد را

(۱۴)

گر عمر اینست اے حسن در پائے خوباں صرف کن
چندیں چہ ہگل میزنی دیوار بے بنیاد را

(۵)

من نہ دانم تا چہ سازم حیلہ تا بینم ترا
گرچہ من بسیار می خواہم کہ رویت بنگرم
دردلم دردیست چوں درماں آں درویش توئی
من نخواہم شد جدا از کوئے تو تا زندہ ام

جان برلب آمدم آخر بیا بینم ترا
باچنیں بختے کہ من دارم کجا بینم ترا
روئے درمانش نما بہر خدا بینم ترا
یا گشتہ ام بر سر کوئے تو یا بینم ترا

(۱۵)

ترک خوباں ہے نگیری ہمچو سعدی اے حسن
عاقبت روزے فتادہ در بلا بینم ترا

(۵)

اے نو شدہ بنام خوشت عشق نامہا
چوں وصف حسن تو بکتابے نیامدن
تعویذہا نوشتہ ہر دم بخون من
رسوا ہمی روند ز کوئے تو زاہداں

ہر سال گل ز رشک تو بدرید جامہا
از شرم سر در آب نہادند خامہا
من ہر طرف ز دست تو فریاد نامہا
بر سر سبوئے بادہ بجائے عمامہا

(۱۶)

گہ گاہ از تو کام دلے یافتے حسن
خود کامی تو برد از و جملہ کامہا

(۷)

روز ہا شد کجا شدی یارا
روئے تو دیدہ را تماشائیست
زاں چو دریا کنم کنار کہ تو
دل بفرداچہ می نہی امروز
صنع صانع نگر کہ بر چہ صفت
خط خوب تو مسطر از خط عشق

آرزوئے تو می کشد مارا
باز کے بینم آں تماشا را
دوست داری کنار دریا را
ہمچو وی رفتہ گیر فردا را
زیب داد آں جمال زیبا را
عقل کے داند این معمّا را

۱۷

ہیچ یارے نکرد کار حسن
یار ایں کارہا توئی یارا

۷

از صبا بوئے تو می آید مرا
گرچہ باغ آسایشِ ہر خاطر است
تا بدیدم گلستان روئے تو
گُل چہ خواہم کرد چوں روئے تو نیست
گردکم خوں گشت چوں غنچہ چہ شد
الغرض تو لب چو گُل بکشا از انک

صبر در سینہ نمی باید مرا
خاطر آنجا مے نیا ساید مرا
گُل بدیں خار می آید مرا
بے تو روئے گُل نمی باید مرا
یکدمت صد شادی افزاید مرا
ایں غرض از غنچہ بکشاید مرا

۱۸

تا ہوا خواہ تو ام ہمچوں حسن
گُل صفت صد برگ می زاید مرا

۷

چہرہ نگار کرد گُل چہرۂ یار من کجا
باد بہار بوئے شد بوئے بہار من کجا

لوح زمیں بہر زباں از قلم قضا گنوں
تا ختن صبا رسید از صف صبح دمبدم
خود چمن از چہار پر از پے زر چو غنچہ را
لشکر نوبہار را ساختہ برگ یک بیک
پار بباغ داشتم خوش دلیے بو اجبی

جملہ نگار نقش شد نقش نگار من کجا
مست رکاب یاسمیں حسیت سوار من کجا
دوشش کلیہ سیم زد گنج حصار من کجا
گل ہمہ عرض مید ہد عارض یار من کجا
دفتر باغ نو شدست واجب پار من کجا

۱۹

دہر اگر بوقت گل گل رخے از حسن ستد
اے فلک بنفشہ وش لالہ عذار من کجا

۷

دور روز شد کہ شدم زاں مہ یگانہ جدا
منم بنالہ زار از جدائی در دوست
قبول کردمے از جاں جدا شدی از تن
ز تیر غمزۂ او کشتہ بیں شہرے
زمانہ قصد بخوں میکند ستارہ بجاں
چہ طالعست مرا کیں چنیں شدم زار

ہمہ نشاط شد از من بدیں بہانہ جدا
چو زار نالہ مرغ ز آشیانہ جدا
روا نداشتمے سر ز آستانہ جدا
کہ ہست آں سر پیکانش را نشانہ جدا
غمم جدائی آں دلبر یگانہ جدا
غمش جدا و ستارہ جدا زمانہ جدا

۲۰

یکے رعایت حال حسن کنید کہ مانند
زیار دور ز دل بخبر ز خانہ جدا

۶

نوبت زدند نوبت عیش است ساقیا
آخر رسید نوبت شب مے بدہ ببیں

عیشے بروئے خویش کن و زود تر بیا
تا نوبت کدام حریفست ساقیا

گر دَورِ آفتاب بشد ز آفتاب مے
بے دَورِ مے زمن نکشاید دقیقہ
خونِ قرابہ ریختہ شد ریختہ شود

در تیرہ شب بدر قدح در فگن ضیا
گر بر سرم سپہر بگرداند آسیا
خون کسے کہ خرقہ بسازد ز بوریا

٢١

خرم نگشت جز کہ بگو گرد سُرخ مے
طبع حسن کہ زر سخن راست کیمیا

٧

قدر یاران خود آخر نشناسی یارا
لیلۃ القدر شود تیرہ شب از بے قدری
دوش ہر چند کہ بہ دل از مژہ آب زدم
چند شب چشم من از گریہ درست آب کند
تافتہ می شود از فر کلاہت خورشید
مکن امروز حساب غم آسان و مکن

شب قدر ست سلامی نفرستی مارا
بسلامی کہ تو یاری کنی امشب یارا
کم نشد آتش شوق تو دل شیدا را
نہ عجب باشد اگر آب برد دریا را
اے کہ از رشک کمر می شکنی جوزا را
وعدہ فردا کہ قیامت شمرم فردا را

٢٢

حسن انگشت چو بر لب بروت لب نگزی
یعنی انگشت درازی مکن ایں حلوا را

٧

نیست امروز ہیچ ہوش مرا
عقل مغلوب شد ہم از یک دَور
خواجہ پندم چہ می دہی کہ گہے
جامہ من بجام مے گرد یست

پُر ترک دادہ اند دوش مرا
دَور دیگر نماند ہوش مرا
آں طرف فہما نبود گوش مرا
تو بذیل کرم بپوش مرا

سرمهٔ دیدهٔ خرد گشت ست
شب چو دیوانه گرد نوش لبے

گرد دکانِ می فروش مرا
هر دم از بانگ نوشِ نوش مرا

(۲۳)

چه دهم شرحِ جانِ خویش که گرد
گفته هائے حسن خموش مرا

(۷)

باز نو کردم ز سر عهدِ مے و میخانه را
ساقیا لختے بده آں آفتِ فرزانه را

باز در زنجیرِ زلفِ شاهداں آویختم
چوں کنم بس می نیابم ایں دلِ دیوانه را

یار به داند ز سر گردانی عشاق خویش
شمع به روشن کند جانبازی پروانه را

جاں چو جائے عشقِ او شد عقل را گفتم برو
در حریمِ قدس محرم چوں کنم بیگانه را

ماهِ من از چیست کاندر کلبه ام نائی شبے
یا مگر از گنج روزی نیست ایں ویرانه را

در دلم صد گونه غوغا یست گر مهماں شوی
از حضورت کعبه میسازم من ایں بتخانه را

(۲۴)

دل چو رفت از تو نصیحت با که گوئی اے حسن
مرغ چوں جست از قفس دیگر چه ریزی دانه را

(۱۱)

اے غمزهٔ خونریزت تاراج بر جانها
کفرِ سرِ زلفِ تو غارت گرِ ایمانها

بر شحنهٔ عشقِ تو هر روز همی بینم
در کشتنِ مسکیناں از خطِ تو فرمانها

اے نرگسِ نورسته ایں نوع روا داری
من خستهٔ هر خارے تو خفته به بستانها

اے خضر چه می نازی زاں جوئے که دادت دست
آں گمشدگاں را جو تشنه به بیابانها

تا روئے نهاں کردی مهرے بدهاں کردیم
عاشق بتو خوش باشد بلبل بگلستانها

بسیار همی گویند از حور و قصور آوخ
اے آنکه تو آں داری بے تو چکنم آنها

اے خانۂ چشمِ من از طلعتِ تو روشن
یک مہ چو تو نادر دو افلاک بدورانہا

اے نقشِ بدیعِ تو آرایشِ ہر ایواں
در نقشِ تو حیرانم چوں نقشِ بدیوانہا

ہر گہ کہ چو تو سروے از جیب برآرد سر
چوں دامنِ گل بینی ہر سوئے گریبانہا

مانا کہ منجم را معلوم شد از اشکم
کامسال در آں کاہش بینیم ہمہ بارانہا

(۲۵)
بر نظمِ حسن دیدم شہرے شدہ دیوانہ
زیرا کہ نمی یابند ایں طرز بدیوانہا
(۷)

باز مستِ عشق خود کردی منِ دیوانہ را
کاتشے اندر زدی ہم رخت را ہم خانہ را

ترکِ دل گفتم چو میدانم کہ ترکِ عشقِ تو
ہر گز آباداں نخواہد داشت ایں ویرانہ را

صبر من بیگانہ شد از من چو برگشتی بلے
آشنا ہر گہ کہ برگردد چہ غم بیگانہ را

کلبہ ام با تو براز کاشانۂ ہشتم بہشت
کیں چنیں نقشِ بہشتی نیست آں کاشانہ را

شانہ گہ با سرِ زلفت در آویزی کند
آرے آنجاہا کرا باشد دو سر جز شانہ را

گفتیم دل را نصیحت کن نصیحتہائے سخت
سنگ بر شیشہ نیارم زد من آں دیوانہ را

(۲۶)
گر حسن افسانہ شد از عشق چشمت ہم خوشست
دوست میدارند خواب آلودگاں افسانہ را
(۷)

اینک آمد باز آں شوخِ بلا انگیزِ ما
چشمِ او غارت گر ہندو گانۂ پرہیزِ ما

باز تا تازہ کند ریشے کہ در دل داشتم
از لبِ شیریں نمک انگیخت شور انگیزِ ما

زاں لبِ میگونش بر ما کاش افتد جرعۂ
تا فرو شوید ہمہ زہرِ نفاق آمیزِ ما

خار هجرانش چو جانها خسته کرد اے بادِ صبح ‏— خیز نو نو مژده ده زاں غنچهٔ نوخیز ما
هر زماں خیمه زند بر چار سوئے عاشقاں ‏— صفِ مژگاں راست کرده از پے خونریز ما
نیست یارم لشکری خیمه چه نسبت باشدش ‏— کاں طنابِ عنبریں کافیست دستاویز ما

۲۷ ‏— دوش بگفت اے حسن بائیم و تیغ غمزه تیز ‏— چوں توانی برد جاں از پیش تیغ تیز ما ‏— ۷

عزمِ سفر شد آں صنم نو رسیده را ‏— درغوں کشید ایں دلِ محنت کشیده را
اول کرا وداع کنم زیں دو دوستاں ‏— صبر گریز پائے که یا عقلِ رمیده را
دل از برم رواں شد و آبم ز دیده تیز ‏— دل را بایستانم یا آب دیده را
اے باغباں ز دردِ دلِ بلبلاں بترس ‏— مگسل ز شاخ تازه گُل نو رسیده را
پرسی ز حالِ نرگس کاخر چه او فتاد ‏— آں طفل چشم تر شده دامن دریده را
سرّی که وا رهم از کرمِ آفریدگار ‏— محرم همے ندارم یک آفریده را

۲۸ ‏— رسم حسن همیشه چو گفتن آمدست ‏— زیں بیشتر مجال نداد ایں قصیده را ‏— ۷

اے غرهٔ چوں ماهِ نو رونق فزوده عید را ‏— لعل تو بکشاده در ہے ہم فتح ہم تائید را
اگر ماهِ تو در پرده شد تو پرده از رخ بر فگن ‏— تا از هلالِ ابروت شبهت نماند عید را
گفتی که مه شد روے من دعوی موجه کرده ‏— باآں همه از مشک تر خطے بکش تاکید را
طوق هواے دیگراں افگنده از گردن برون ‏— تحقیق عشقت یافته کے خوش کند تقلید را

واللہ بملک دلبری یک بت شریک تو نشد — در اعتقاد عارفاں حجت توئی توحید را

ہر خطبہ را ای خطیب ایجاز واجب دیدہ — امروز درویش بہ بیں اطناب دہ تحمید را

۲۹

آنکو بہمت سر کشد دست از دو عالم بر کشد
گر دوست ہیجوی حسنؔ پا پیش نہ تجرید را

۷

اے روئے خوبت آیتے حکم امید و بیم را — حکمے کہ میخواہی براں استادہ ام تسلیم را

اختر شناس ار بنگرد نور دو رخسارت گہے — پیش مہ و خورشید تو پارہ کند تقویم را

خلقت مثال حسن شد باآنکہ خوش میخواہمش — از خال مشکیں یک دو جا نقطہ بنہ تفہیم را

در کام تو تنگ شکر در جام من خون جگر — چہ تواں کہ پیش از ما و تو حکمے شد ایں تقسیم را

تو خواستی کز طوق غم داغے نہی بر ما ولے — داغ تو بر ما باغ شد چوں آتش ابراہیم را

تا حاء حسنت دیدہ ام با میم ملیح تو قریں — ہر دم مکرر میکنم در ورد خود حا میم را

۳۰

امیدوار حسنؔ کاندر رہ تو جاں دہد
ہم از طریق دوستی رغم امید و بیم را

۷

باز دل سوئے سفر می بینم آں دلدار را — نیست از یاری کہ تنہا می گزارد یار را

من کہ روئے یار خود خواہم با غیارم چہ کار — سلسبیل آتش نماید تشنۂ دیدار را

مردم چشم مرا از گریہ آفت ہا رسید — آرے آں فتہا رسد اصحاب دریا بار را

بر دل زارم منہ اے سارباں بار فراق — بار کش ہے ہیں براں اندازہ می نہ بار را

اینک آں سالار خوباں درمیان کاروان — نیست گو ناقہ بگیرد کاروان سالار را

من بکارش خستہ دل او بیخبر از کارِ من — محرمے باید کہ تدبیرے کند ایں کار را

۳۱ — بخت مقبل کو کہ در پیش حسن باز آورد
آں بتِ دیر آشتی آں ماہِ زود آزار را — ۷

نوبہار آمد علم نو کرد عشق یار را — باد نوروزی دگر رہ آب زد ایں کار را
نیکواں خندہ زناں چوں گل بگلزار آمدند — وقت شد اینک تماشائے گل و گلزار را
دیدہ ہر جامۂ گل بارہا داغ شراب — باز بنگر آں پریشاں بستن دستار را
آخر ایں جمعیت امروز از پے مے خوردنست — روز جمعہ کار بندائے خواجہ استغفار را
جاں ہمے بادست چندیں گہ غلط پنداشتم — جرعۂ گو تا بشوئیم تختۂ پندار را
ساقیا جامے بدہ تا دامِ ہستی بردرم — چند زیر خرقہ پنہاں دارم ایں زنار را

۳۲ — گر حسن بیروں دہد سر رشتۂ از سرّ مے
محتسب صد بار در پا اوفتد خمار را — ۷

نظر کن دو چشمِ پُر آبِ مرا — بمن بخش جانِ خراب مرا
دو چشم تو قصدِ دلم میکنند — بستانِ خود دہ کباب مرا
تُرا ہر دو نرگس فسوں گر فتاد — ندانم کہ بستست خواب مرا
حدیثے بگو تا مدارے بود — بداں جان تو خاک و آب مرا
ز تو شربتِ وصل کردم سوال — شکر مہر کردی جواب مرا
بدشنام معقول خود محو کن — دعا ہائے نا مستجاب مرا

٣٣	حسن گفت خاک سگانت منم بہر کس مبخش ایں خطاب مرا	٧

اے چشم و چراغ دل آخر نظرے بر ما
گر نیم شبے ناگہ طالع نہ شوی چوں مہ
جز صبح کہ می راند از ما نفسے با تو
حلوائے مراد ما با بر ذوق نمی آید
راہ دل ما دیدی بر بستہ بخار غم
گر باغ تو آرائی و رراغ تو فرمائی

وے آب حیات جاں آخر گزرے بر ما
جز باد کہ می آرد از تو خبرے بر ما
بگزر چو نسیم گل وقت سحرے بر ما
بفرست ز لعل خود اندک شکرے بر ما
از باغچۂ رحمت بکشائے درے بر ما
حاکم نتواند شد جز تو دگرے بر ما

٣٤	خوش گفت حسن با تو اندر شب تنہائی کاے چشم و چراغ دل آخر نظرے بر ما	٧

دل شد و دنیا شد و دیں ساقیا
جام تو بر دست چو من مفلسے
تا چو قرابہ نہ شوی پاک دل
ہر چہ دہی باز از انت دہند
ایں دل گمرہ شدہ نشنید پند
باز کجا ایستد ایں آب چشم

گر ہمہ رفتند تو بارے بیا
حقۂ رغیب ست پر از کیمیا
خرقہ نکو نایدت از بوریا
کردہ ام ایں تجربت از آسیا
دیدۂ اعمٰی چہ کند توتیا
تا ندہد از گل گورم گیا

اے حسن ایں زہد چہ آوردہ

زهد دروں رخنه و بیروں ریا

باز عشق دوست نو کرد اندوه دیرینه را
چشم من طوفاں بر افشاند و فرو نشاند هیچ
تا خطیب عشق او بر منبر جاں خطبه کرد
آنکه می بینی که او از آئینه آراست رو

باز داغ نو نهاد اندوه عشقش سینه را
از دل نامهربان او غبار کینه را
راه گم کردم عزیزاں مسجد آدینه را
ایں سعادت بیں که زیور می دهد آئینه را

۳۶ ‌ ۷

از ازل جان حسن مست الست آمد بلے
یار دیرینه شناسد صحبت دیرینه را

اے خط خوش از مشک تر آمیخته مه را
افگنده دل ما همه در چاه زنخداں
پیراهن یک شهر ز دست تو قبا شد
هر چند که زلف تو سیاهیست جهانگیر
دیدم شب دوشینه من و هر که نظر داشت
مه وقت گرفتن رخ تو دید و همی گفت

بر دفتر طاعت رقمے رانده گنه را
و آنگاه بپوشیده بسبزه سر چه را
یکبار چنیں کژ منه اے شوخ کله را
هر روز پریشاں نتواں کرد سپه را
داغ دگر از رشک تو پیدا شده مه را
عرضه چه کنم پیش تو ایں روئے سیه را

۳۷ ‌ ۷

نگرفت حسن در تف عشق تو قرارے
چه جائے قرار است در آتش کده که را

اے ماه خوباں یکشبے بر خویش مهماں کن مرا
از آفتاب روئے خود چوں صبح خنداں کن مرا

در کنجِ فرقت روز و شب داؤد سان نالیدہ ام	بر تختِ وصلت اے پری یکشب سلیماں کن مرا
گہ ناز و گاہے عشوہ دہ بکشائے زلف پر گرہ	لب بر لبِ من نہ بتا جاں کندن آساں کن مرا
افگند زلفِ کافرت اشکالہا در دینِ من	یکبار بنما روئے خود از سر مسلماں کن مرا
از زاہدِ خشک خویشتن ہستم براں اول قدم	زاں مے کہ چشمت مست شد افتاں و غلطاں کن مرا
دارم دلِ آتش کدہ آخر خلیلِ من توئی	بر من فرود آ یکدمے آتش گلستاں کن مرا

٣٨

مسکیں حسن ہیگویدت کالے وقت عشاق تو خوش
گر من از ایشاں نیستم بارے از ایشاں کن مرا

٧

آں سرو جو باسبزہ در آمیخت سمن را	از جلوہ براند اخت عروساں چمن را
در توبہ چہ جہدم کنی اے زاہدِ مغرور	بارے تو ببیں یک نظر آں توبہ شکن را
ما ایں وطن از بہرِ بتاں ساختہ بودیم	ایشاں چو نسازند بسوزیم وطن را
جاناں چو بتاں شوی از عارضِ خوش خطِ	چوں دفترِ گل بشکنی اوراقِ سمن را
موزہ بکن از پائے کہ پا تابہٗ خاصت	یک وصلہ بدست آرم پیوند کفن را
اے مدعیاں در سرِ آں گیسوئے دلبند	دل چونکہ نہ بستید بہ بندید دہن را

٣٩

فردا ہمہ تشریف کرامت رسد از دوست
بے خانہ وجا بے سروپاے چو حسن را

٧

اے در دولت ہمہ شکرہا	روئے تو نظارۂ نظرہا
از ساغرِ عشق در رہِ تو	غلطیدہ بہ نیم جرعہ سرہا

رفتم به پناه دین و تقوے
تیر تو گذشت از سپرها

درد دلِ من همه شنیدند
تو بے خبری ازین خبرها

بارے ز سگان خویشتن پرس
کاں بانگ چه بود در سحرها

گفتی سرے نه چو دل نهادی
این نیز نهیم بر دگرها

۴۰

از بے خطراں نیاید این کار
کار حسن است این خطرها

ے

بر درد ما وقوف نباشد طبیب را
آه از حبیب دست نگیرد حبیب را

دردم ز حد گذشت بجاں اوفتاد کار
خیز اے غلام و معذرتے کن طبیب را

جانا زکات حُسن چه می داریم دریغ
یا خود نصیب نیست من بی نصیب را

زاں خط سحر پیشه یک افسون شهر بند
بفرست تا ببندم چشم رقیب را

گر جمعهٔ بمسجد آدینه در روی
در هر حدیث صد غلط افتد خطیب را

دل کز درت بماند نمی بایدت بهشت
شهر کساں قرار نباشد غریب را

۴۱

بے تو حسن بهیچ وطن دل نمی دهد
بے گل جهاں خراب بود عندلیب را

ے

اے کمر بسته بے وفائی را
بر طرف کرده آشنائی را

تا چه غایت جفا کشیم آخر
غایتے هست بے وفائی را

وه نمے بایمت جدا روزے
تا صفتها کنم جدائی را

عقل بگریخت از محلت عشق — شهر زندانست روستائی را
زاهدے کاں دو لعل میگوں دید — معذرت گفت پارسائی را
دل چراند همت که پروانه — جاں فدا کرد روشنائی را

۴۲ — اے حسن نیم جاں که هست بده
چه تواں کرد بے نوائی را — ۵

مبتلا گشتم من بیچاره تا دیدم ترا — اے بلا انگیز ناگه از کجا دیدم ترا
خوب دیدم بے خطا ناوک زدی بر سینه ام — شکر می گویم که بارے بے خطا دیدم ترا
نازنیناں گرچه میگردی ملول از دید نیم — یکزماں بنشیں که بعد از دیرها دیدم ترا
هر زماں گوئی گرا دیدی که دیوانه شدی — هر و فدا راست می گویم ترا دیدم ترا

۴۳ — خسرو خوباں توئی خواهد حسن بوسے ز تو؎
بر گدائی آمدم چوں بادشه دیدم ترا — ۵

ردیف (ب)

اے دل اہل دولت ایشانند ایشاں را طلب — چیست ایں جمعیت آں جمع پریشاں را طلب
گر همی خواهی درونِ همت را مرهمے — آں جگر پالودگانِ سینه ریشاں را طلب
عشق خویش قسمت می دانی تو هم خویشی بکن — عقل و حس بیگانه صرف اند خویشاں را طلب
یک خدنگ از کیش خوباں خوشتر از صد جان تو — دینِ تقلیدی رها کن خوب کیشاں را طلب

؎ ایک قلمی نسخہ میں مقطع اس طرح ہے۔ ترک خوباں می نگوئی ہچو سعدی اے حسن ؎ عاقبت روزے فتادہ در بلا دیدم ترا۔

۴۴ | ۷

باز قوم مقبلاں ہیں در لباس مدبراں
اے حسن گر طالب اقبالی ایشاں را طلب

باز آکہ بے تو یارنمی خواندم شکیب
گر از بتانِ حور صفائے پری صفت
در نازکی چو نارون قامتت بود
از پردہ چوں کمانچہ ابروکشی بروں
اے دل اگر تو عاقبت اندیشی از غمش
گر حرفے از کتاب محبت گرفتہ

تو دست در عنانی و من پائے در رکیب
یک آدمی شکیب کند می کنم شکیب
سرو سہی کہ بار نیاورد ہ نار و سیب
مانند زاہداں ہمہ چوں خنگ سر نشیب
بر تو غرامتست و بر اندیشہ ات تبیب
خط کش بہر دو عالم بر حکم ایں کتیب

۴۵ | ۷

بر طاعت حسن نشوم من فریفتہ
او داند و ریا من و خوبانِ دل فریب

اینک اینک در رسید آں آفتاب
روئے او آفاق را شمس الضحے
چشم میگونش یکے نظارہ کن
تیر غمزہ در کمیں گاہِ فریب
گوہرے جستیم از درج لبش
راست کامروز اندر آمد ہمچو سرو

بے دلاں را در جگر افتاد تاب
کوئی او عشاق را حسن المآب
جاں از و مست و جہاں از وے خراب
نیم کش کردہ ز چشم نیم خواب
بر عقیق ناب زد لولوے ناب
خوں کشاد از جوے چشم جائے آب

گم شد اندر پرتوِ رویش حسن

۴۶ | چوں ستارہ در شعاعِ آفتاب | ۹

ماہِ من دورے بگرداں از شراب
یک سرِ ناخن غمِ ما کم نشد
خاکیاں را نیست از مے سیریئے
نہ خطا شد چوں تو نزدیک منے
چشمِ گریانم کشادہ شد بتو
جانبِ من چوں گذر کردی بلے
مجلس خاصست مائیم و توئی
لب بما می دہ دل از ما می ستاں

مست کُن کز دستِ غم گشتم خراب
یک سرِ انگشتے فزوں تر دہ شراب
گوئی اندر ریگ می ریزند آب
ذکرِ غیرے دور باشد از صواب
در شمارِ من نبود ایں فتحِ باب
در خرابہ ہا ہم افتد ماہتاب
رہ نیابد امشب اندر چشم خواب
ہمچنیں از تو نمک وز ما کباب

۴۷ | روزے از حکمت حسن گردن نتافت
تو ہم از وے امشبے سر بر متاب | ۷

چہ گرد با من و با روزگار من یا رب
ہے چگونہ ہے کاشکار خواہم گفت
ہزار عاقل و دانا دریں طریق بخست
کنوں مُرمی و معشوق و ذوق و عشق سماع
کہ گفتہ بُد کہ مرا صبر و صنو تست و صلاح
مے شبانہ بروئے چو صبح جاناں خور

چہار روز فراق مہ چہاردہ شب
ہمیست صبح لقا بلکہ آفتاب لقب
مرا ہم از دل گم رہ زدست شد چہ عجب
تو دانی و غم دین و رعایت مذہب
قدح بیار زمن وال درونہا مطلب
کہ وقت صبح اثر می کند شراب عنب

۹	حسن حریف نداری تو اندریں معنی یکے عنانِ ارادت بکش بدست ادب	۴۸

ترک من منشیں مکن پا در رکاب	اے زپائے تو بدرد سر رکاب
دست در جعدت زنم یا در کلاہ	بوسہ بر پایت زنم یا بر رکاب
پائے گرد آر از رکاب وہے بخواہ	بار کابی گو کہ گرد آور رکاب
بر رکابت روئے می مالم ببیں	بخت می فریادیت از زر رکاب
چشم گریاں دارمت زیرِ قدم	تا مرصع گردد از گوہر رکاب
بعد ازیں مائیم و دست اندر عناں	کز تو جانِ ماست پا اندر رکاب
ہر زماں لیسد رکابت را حسن	نیست زنیساں تیغ تیز ہر رکاب
عاقبت عذرے عناں گیرش نشد	تا رواں کردے ازیں چاکر رکاب

۶	دستہائے او بریدہ کو گرفت در یکے بازو و در دیگر رکاب	۴۹

ردیف (ت)

دیدہ را گر با تو کار افتاد دل غمناک چیست
مرغ عاشق می شود پیراہن گل چاک چیست
ابلقِ حُسن ار بزیر زین یوسف بود و بس
عالمے گرد سمندت دست بر فتراک چیست

ہمچنیں گویند کاتش رہ ندارد در بہشت
اے بہشت عاشقاں ایں روئے آتشناک چیست

گر ز رشکِ روئے تو مہ را نشد پارہ جگر
آں نشانیہائے خوں بر دامنِ افلاک چیست

مہرۂ تریاک را بسیار عزت می نہند
تو ازاں لب مہر بخشا مہرۂ تریاک چیست

۵۰	گر حسن قدر غمت نشناخت او را عفو کن پیش عفو کامل تو جرم مشتِ خاک چیست	۷

روئے خود را ماہ میخوانی کہ میگوید کہ نیست
موئے خود را مشک میدانی کہ میگوید کہ نیست

چوں رخِ خود را بہشتِ عاشقاں کردی لقب
بر سمن سنبل چہ می شانی کہ می گوید کہ نیست

ظلمت ظلمت زلف تو چہ مشکل اندراں
روئے تو نور مسلمانی کہ می گوید کہ نیست

گر ترا من نرم دل خوانم کہ می گوید کہ ہست
ور مرا تو سخت جاں خوانی کہ میگوید کہ نیست

جانم از خاک در تو آب حیواں یافتست
آنکہ ہست اسکندر ثانی کہ می گوید کہ نیست

شہ علاء الدین کہ می بینم زجاں بخشی او
برہمہ کس منت جانی کہ میگوید کہ نیست

۵۱	شاہِ صد بندہ چو خاقاں حق ہمیداند کہ ہست بندہ پیشش صد چو خاقانی کہ میگوید کہ نیست	۷

کارے کہ بود با تو مرا پیشتر زفت
دل خواست تا ببام وصال تو برروُ
عاشق کہ جان رفتہ بکوئے تو بازیافت
شب راخیال آمدہ در پیش چشم من
آمد مژہ بسینہ فرو رفت وہم چناں
با آنکہ خونِ دل زمژہ رفت سالہا

سر رفت در ہوائے توام در دسر زفت
پالیش بگل فرو شد یک پایہ بر زفت
جاں داد ہم بکوئے تو جائے دگر زفت
خانہ زموج خوں بخلل دید و در زفت
آں آتشے کہ دیدہ بدی از جگر زفت
آں مردم دو دیدہ ہنوز از نظر زفت

۵۲	عمرت ہمہ بکار بتاں رفت اے حسن تا عمر تست کارت ازیں خوبتر زفت	۷

یار بودن بنفس کار من است
ہر چہ نقش گناہ می بینی
ہر چہ بر من ز روزگار آمد
دل کہ با معصیت قرار گرفت
گرچہ کارم فساد شد ہمہ روز

ہر کہ فاسق تر ست یار من است
آں زنفسِ گناہگار من است
آں زشومیٔ روزگار من است
اثر زہد کم عیار من است
عذر یک شب صلاح کار من است

در کنار من آب دیدۂ من — موج دریائے بے کنار من است

۵۳

برخورد از امید خویش حسن
گر بگوئی امیدوار من است

۵

اے کہ رخت نور مسلمانیست — لعل لبت مہر سلیمانیست
زلف ترا راز دروں مو بمو — گفتم و در بند پریشانیست
شہرے ازاں زلف کہ ظلمت ور او ست — کفر گرفت این چہ مسلمانیست
بار گرانست فراقِ تو آہ — ہر چہ گراں تر بمن ارزانیست

۵۴

خشم گرفتی ز حسن عاقبت
عاقبت خشم پشیمانیست

۹

اے کہ در عالم نکوبے مثر ترا مانند نیست — اہل انساں را نظیر و شبہ تو فرزند نیست
سرو و گل چوں قامت و رویت ندیدم در چمن — ہمچو لعل شکر افشانت نبات و قند نیست
دیگرے را چوں گزینم بر تو اے آرام جاں — زانکہ در ملک جہاں خوباں توام پیوند نیست
از سرود شادمانی و طرب بے بہرہ ماند — آں دلے کش ماہ روئے مثل تو پابند نیست
ہستم از بند دو زلفین سلاسل دار تو — ہیچ مجنونے بدیں آئیں اسیر بند نیست
یک نفس گفتم کہ ایں شوریدہ را تسکیں کنم — اے دریغا کیں دل مسکین و می خرسند نیست
شاہ خوبانی نگارینا ترا زیبد از آنکہ — ہیچکس را در جہاں ایں فر و ایں او رند نیست
ہر کرا شد دولت وصلت میسر یک زماں — ہمچو او اندر جہاں مسعود و دولتمند نیست

٥٥

آہ بیچارہ حسن بگذشت از چرخ نہم
ہیچ آگاہی ز مشتاقاں کہ می نالند نیست

٩

دل نہادیم بہر حکم کہ در تقدیر ست
ترک تدبیر پسندست ہمیں تدبیر ست

خانۂ عافیت امروز مسلم نشود
بام او خار گرفتست درش زنجیر ست

عمر آں نیست کہ چل سال بغم خوردن رفت
عمر آں شش مہ طفلیست کہ اندر شیر ست

دم سازیست کہ زیر و زبرش آہنگ است
ہر چہ ایں سوئے بم است آں سوئے دیگر زیر ست

کجی مطلق از اجزائے کماں چوں نبرد
اثر راستئ ضرب کہ اندر تیر ست

اے بتذکیر شستہ گنہت یاد آور
آگہ ہاں یاد گناہ تو ترا تکبیر ست

ظالماں را نشود پند بزرگاں مانع
گور کن را شب آدینہ چہ دامنگیر ست

سر نخوت چہ بر آوردۂ اے سرو بلند
پنجۂ مرگ بخوں پنجۂ بید انجیر ست

٥٦

ایں جوانی ہمہ در حشو سر آوردہ حسن
وقت تقبیل حواشی بساط پیر ست

٧

آنکہ او بر در عشاق سرے بنہاد ست
عشق ہر جا کہ درے ہست برو نکشاد ست

دوست داغے کہ نہادست بمی دانی چیست
مہر مہر است کہ بر سینۂ ما بنہاد ست

غمزہ چوں ناوک و ابرو چو کماں زلف کمند
ہمہ اسباب بلا بر دل ما آماد ست

دوش قمری بہ قفس قصہ در دم میخواند
حال افتادہ ندانند مگر آں کافتاد ست

دل بدوران غمش ہیچ شبے شاد نخفت
ایں سیاہ روز ندانم کہ چہ طالع زاد ست

باز دستے بہ قمار غم او خواہم برد
خرقہ در باختہ ام داو پسیں سجاد ست

۶	دل مسکین حسن آتش دیگیست بلے این ہمہ جوشش درونست کہ بیروں داد ست	۵۷

وہ چہ روزست این کہ بر من جور یار از حد گذشت
نا چشیدہ جرعۂ زاں لب خمار از حد گذشت
پیش ازیں ہر روز می نالیدمے از روزگار
جور او ہمچوں جفائے روزگار از حد گذشت
درد چنداں شد کہ دل را احتمالِ آں نماند
بارکش لابد فرو ماند چو بار از حد گذشت
ماہ رویا روزہا ہجران تو مارا بکشت
ماہِ نو بنمائے زابرو کانتظار از حد گذشت
چوں حساب رقعۂ شطرنج غمہائے ترا
ہیچ پایانے ندیدم وین شمار از حد گذشت

۷	چیست جانا بر دلِ خاکی من چندیں غبار آخر اے ابرِ کرم رحمے غبار از حد گذشت	۵۸

دل بہ یکبارگی از بار جفایت ریش است
طبع بدخوئے تو ہم بر سرِ خوئے خویش است
شبِ ہجراں بتر از روزِ قیامت گیرند
بہترین روز مرا آں بترین شب پیش است

این چه کیش است که چوں تیر فرستی بر من
هیچ مانده نشوی تا یکے اندر کیش است

دمبدم درد ہمے خیزد ازیں دل آرے
ہوس نوش لباں ہر رگ جاں چوں نیش است

دوستاں حال دل ریش چه پرسید از من
اینک آں خوں دو دیدہ اثر آں ریش است

گر بیابید گلیمے بشراب آلودہ
بمن آرید که آں خرقۂ ایں درویش است

۵۹
اے حسن خلعت دردے که ترا ہست بدوش
کم مپندار که از ملک دو عالم بیش است
۱۱

تا یک گرہ ز بند قبائے تو وا شدہ است — چندیں ہزار پیرہن از غم قبا شدہ است
تا لعل شکریت بجاں بخشی آمدہ است — بر چشمۂ حیات بسے ماجرا شدہ است
امروز خود غبار قدوم مبارکت — در چشم روشناں فلک توتیا شدہ است
مقصود ہا ز طوبی خطت بر آمدہ است — امید ہا ز کعبه رویت روا شدہ است
شیشه درونِ سینه گرفتست بادہ را — آرے میان شیشه و بادہ صفا شدہ است
یاراں بنائے عشرت کردند استوار — ہر رخنه که ہست به نبیاد ما شدہ است
تا در دیار عشق غریب اوفتادہ ایم — گریه است و بس ہمیں که با آشنا شدہ است
نز دوست شکوہ است مرا نے ز دشمناں — روزِ بد منست که بر من بلا شدہ است

گوئی کہ روزِ بد را ہم روزِ بد رسید
حال خرابیٔ دلِ پرخوں چہ پرسیم

ورنہ چرا الصحبت من مبتلا شد است
یک روز خود بیا و بہ بین تا چہا شد است

(۶۰)

جاناں تراکہے غم حال حسن نبود
جم را چہ غم کہ مورچۂ زیر پا شد است

(۷)

ساقی قدحے کہ شب بکا ہست
عقلم باُمید جرعۂ خاص
اے عقل بگرد عشق کم گرد
جاناں زدر خودم چہ رانی
اے ترک عناں بقتل[1] دادہ
زلفِ تو شفیع محشرم باد

دور تو و رائے دور ما ہست
اندر قدم تو خاک راہست
درویش نہ مرد بادشاہست
جانِ ہمہ راہماں پناہست
از تو بتو ام گریز گاہست
ہر چند کہ نامہ ام سیاہست

(۶۱)

تو قبلہ وقت شو حسن را
ورنہ ہمہ طاعتش گناہست

(۶۰)

جائے کہ توئی اے مہ من جانِ من آنجاست
بیچارہ دل پرغم و ویران من آنجاست
من بلبلم اما ز گلستانِ رخت دور
شاید کہ بنالم چو گلستان من آنجاست
تو عزم سفر کردہ و ناکردہ ز من یاد

[1] ربودہ از عقل

کاں غمزدۂ بیکس حیران من آنجاست
گویند خراب سر و ساماں شدۂ تو
من چوں نشوم چوں سر و سامان من آنجاست
من قصۂ بحون جگر خویش نوشتم
آنجا ببرائے یاد کہ سلطان من آنجاست
از سعے طبیباں نرود درد دلِ من
گو رنج مبینید کہ درمانِ من آنجاست

(۶۲)

از یاد تو زندہ است حسن ورنہ بمردے
میگفت کہ بیجان شدم و جان من آنجاست

(۷)

ساقی دم صبح مشکبارست
با بوئے می و ہوائے رویت
چشمت سوئے ما نمیشود باز
از مستے چشم تو خرابم
ہر چند کہ بیقرارم از تو
از غصۂ روزگار جاں رفت

غائب نشوی کہ با تو کارست
ما را ہمہ وقت نو بہارست
جاناں مگر از منت غبارست
آں ترک ہنوز در خمارست
آں غم کہ ز تست برقرارست
اے جان من ایں چہ روزگارست

(۶۳)

اے چارہ گر امید ہا تو
بیچارہ حسن امیدوارست

(۸)

آہ کامشب ساربان را اتفاق محملست
راہ چوں خواہیم دیدن این زماں سوئیش ہنوز

ہر دو گامے کرد چشمم چشمۂ خونے رواں
داغہا داریم بر روئے دل از دستِ غمش

روئے او دیدن مرادے را تواند بود وجہ
آں خطِ خونریز بر رخسار خوبش گوئیا

دوستاں گویند کاخر دست و پائے ہم بزن
ہر دم بغم زحال در دِ منداں غافلست

آفتاب اندر حجاب کوہ مہ در محملست
حال زلفش چوں بود دین از خود بخشیش منزلست

زنگیاں را داغ بر رویست ما را بر دلست
عقدۂ زلفش گشادن مشکل اندر مشکلست

محضرِ عالم بنزد بادشاہ عادلست
چوں کنم چوں دست زیرِ سنگ و پایم در گلست

۶۴

خیز چوں پروانہ و آتش زن اندر رخت خویش
اے حسن ایں سنت دیوانگان عاقلست

۷

ساقیا مے دہ کہ مست آں یار من باز آمدست
زہد چوں ورزم کہ آں توبہ شکن باز آمدست

بادۂ گلگوں بدہ تا سوئے گل گشتے کنیم
یار من چوں گل بگلگشت چمن باز آمدست

راحت دل بود یا جاں بود الحق ہر چہ بود
اینک آں راحت بجاں و جان تن باز آمدست

سجدہ ام واجب شد و جاں بازیم پروانہ وار
قبلۂ عشاق و ماہ انجمن باز آمدست

پُر حذر باشید از خم کمند و زخم تیر

سرو جعد انداز و ماہ غمزہ زن باز آمدست
اے کہ در وصف غلامانش ہمی بینی مرا
نیک بختم من کہ بخت نیک من باز آمدست

(۶۵) دوست بازے بود از دستِ حسن جستہ کنوں
صید کم ناید چو در دستِ حسن باز آمدست (۵)

روئے گل ہیں صفت روئے کسے با او ہست
بعد ازیں دست من و زلف بنفشہ چکنم
نظر از نرگس تو می نتوانم برداشت
دوش چشم ہمہ کس بر مہ نوچیراں بود

دیدہ روشن کن از و بوئے کسے با او ہست
شکلے از حلقۂ گیسوئے کسے با او ہست
سحرے از غمزۂ جادوئے کسے با او ہست
چاشنئ خم ابروئے کسے با او ہست

(۶۶) خوش فتاد ست حسن با گل و لعلت آرے
رنگے از اشک تو و بوئے کسے با او ہست (۷)

آں دیدہ کہ بر حال منش ہیچ نظر نیست
از شربتِ وصلت ہمہ سیراب شد ستند
رنجاند و از رنج دلم ہیچ نترسد
بیچارہ دلم شمع صفت در غمِ ہجراں
چندیں چہ ہمخواب کند نرگس مستت
یک بوسہ زدم بر قدمش جاں ستد از من

بے دیدن او چشم مرا نورِ بصر نیست
من کشتۂ آں چشم کہ بر ماش نظر نیست
داند کہ دعا ہائے مرا ہیچ اثر نیست
شب نیست کہ از روز دگر سوختہ تر نیست
آرے زخرابی حریفانش خبر نیست
گفتا دگرے زن چکنم جانِ دگر نیست

۶۷	در باز حسن در رہ او یک دل و صد جاں بارے تو بریں باش اگر ہست وگر نیست	۷

فسون و فتنہ کہ چشم تو دلربا آموخت
بریخت خال تو خونہائے خلق در عجب ام
سبق تو بردہ ز اہر ہمہ خطا کاراں
ہمیشہ غرق بخوں بود مردم چشمم
کسے کہ لطف ز بالش ہر دہ جاں میداد
دلم ز زلف تو واللیل خواست یاد گرفت

نہ از برائے خود از بہر جانِ ما آموخت
ز ہندوئے تو کہ ایں ترکی از کجا آموخت
زہے معلم تو کت ہمہ خطا آموخت
شبے خیال ترا دید و آشنا آموخت
برفت و معجزہ خود لب ترا آموخت
نظر بروئے تو افگند و الضحیٰ آموخت

۶۸	حسن دو چشم تراست نازمی خواہد قبول طاعتِ خود را ہمیں دعا آموخت	۷

مارا بجز تو در ہمہ آفاق یار نیست
دامن چو گل ز سرشک چو لالہ مژہ چو ابر
روزے بدیدہ چینم خاکِ رہ ترا
گفتم ز شاخ وصل تو بارے بما رسید
گفتی برو بکوئے دگر کس قرار گیر
تا آسماں برآورم ایوانِ آرزو

مشفق ترا ز غم تو دگر غمگسار نیست
مارا ہوائے عشق کم از نو بہار نیست
شب نگذرد کہ بر دلم ایں خار خار نیست
آوازے از در تو برآمد کہ بار نیست
در عہد نامہ من و تو ایں قرار نیست
لیکن بنائے عمر چنیں استوار نیست

۶۹	ناز تو پیش باشد یا نالہ حسن ایں ہر دو را کہ نام گرفتم شمار نیست	۷

مرا در کوئے عشقت خانۂ ہست	ز دردِ درد تو پیمانۂ ہست
رواں شو ایں طرف اے گنجِ خوبی	نگویم کلبۂ ویرانۂ ہست
اگر یارانِ تو نظارہ خواہند	بگو در کوئے ما دیوانۂ ہست
میانِ عقل و عشق اصلاح نتواں	ز مار و باغباں افسانۂ ہست
نگردم گردِ شمع وصل لیکن	ز دیوانِ غمت پروانۂ ہست
ہنم فرد او کنجِ خلوت خاص	عوام خلق را کاشانۂ ہست

۷۰

حسن جائے تو اندر چشم خود کرد
ہم اینجا باش خالی خانۂ ہست

۷

اے میانِ مفلساں گنجی نگہبان تو کیست	آن ماۓ تو ہمہ آنا بگو آن تو کیست
گر گلی مارا بشارت دہ کہ گلزارت کجاست	ور بہشتی ہم بشارت دہ کہ رضوان تو کیست
ہم تو باشیرینیِ لب شور بخشی یا نمک	اے جہانے بر درِ خود خواندہ ہمخوان تو کیست
چشم از عشق دو چشم کافرت خونست آہ	تا گرفتار دو زلف نامسلمان تو کیست
خلق گوئے گفت و گو اندر میاں افگندہ اند	چوں تو چوگان گنبدی مرد میدان تو کیست
اے دل از سینہ کباب آوردی از دیدہ گلاب	تو نمی گوئی و میدانم کہ مہمانِ تو کیست

۷۱

اے حسن تا چند خواہی داشت دردِ دل نہاں
ہر کرا جانیست میداند کہ جانانِ تو کیست

۷

اے بند عشق ہیچ ولے راکشاد نیست	شاداں مباد ہر کہ بدیں مژدہ شاد نیست

از دار و گیر عشق بتاں اشک من نگر
نے بانگ مرغ میشنوم نے صدائے کوس
بے زر مراد چوں طلبم من کہ روزگار
گفتم شبم بمستی یک بوسہ گفتۂ
اے نیکواں چہ شد کہ نداد یدداد من

چوں لشکر گریختہ کش ایستاد نیست
با ایں شب مراد مرا بامداد نیست
یک روز بر مراد من نامراد نیست
کفنا کہ ہر چہ گفتہ ام امروز یاد نیست
یا اندراں جہاں کہ شمائید داد نیست

۷۲

رو از بلائے عشق چہ می تابی اے حسنؔ
من یاری از کہ جویم چوں اعتقاد نیست

۷

از تو مرا بوئے و مثالے بس است
گر شب من خواہے چوں روز عید
خط چہ کشی از پے خوں ریز من
دست بفتراک تو نتواں زدن
دستۂ ریحاں چکنم از بہشت
خندہ زناں ہر نفسے اندر آئے

در رُخ رنگینت خیالے بس است
از خم ابروت ہلالے بس است
بر لب چوں نوش تو خالے بس است
صدق تعلق بدوالے بس است
از سر کوئے تو سفالے بس است
جلوۂ گل از پئے سالے بس است

۷۳

از خود و از غیر منال اے حسنؔ
فضل خداوند تعالے بس است

۵

بیا ساقی [illegible] نیست
[illegible] ساغر [illegible] پیماں [illegible]

[illegible] ابر [illegible] نیست
[illegible] کہ [illegible] نیست

بزرگاں مست را بیچارہ گفتند
نکو گفتند ازو بیچارہ تر کیست

ولے ہشیار ازو بیچارہ تر زانک
نمیداند کہ ایں بیچارگی چیست

۴۷
حسنؔ گر سروری خواہی دریں راہ
بزیرِ پائے مستاں بایدت زیست
۷

تنم کا سلام حیراں کردۂ اوست
بنائے زہد ویراں کردۂ اوست

اگر بیدل کند مارا چہ تاثیم
ہزاراں شخص بیجاں کردۂ اوست

نہ من تنہا شدم حیراں رویش
ہمہ آفاق حیراں کردۂ اوست

اگر گیسو بجنبت می برد زانک
ہمہ عالم پریشاں کردۂ اوست

دلم گم شد دریں مجلس کجا رفت
لبت گیرم کہ پنہاں کردۂ اوست

من اندر کیش آں ترکم کہ ہر بار
دل صد پارہ قرباں کردۂ اوست

۷۵
اگر تو کافرش خوانی ہمی خواں
حسنؔ بارے مسلماں کردۂ اوست
۷

ہر کجا مرکب ترا گذرست
خاک آں رہ مرا چو تاج سرست

جائے جملہ روندگاں کعبہ ست
کعبہ رہ روانت خاک درست

دی کہ ایں جانبت گذر افتاد
روشنم شد کہ عمر در گذرست

عالمے بر در بہشت روند
من چہ دانم بہشت پیش درست

ما کجا نور طلعت تو کجا
شب پرہ زآفتاب بیخبرست

هم کریماں قبول فرمایند | تحفۂ اہلِ فقر ما حضر ست

۷۶

حسنؔ اینجا چہ می فشانی جاں
کہ نثارِ عظیم مختصر ست

۷

یارب ایں ترک جفا پیشہ ما از چہ گِل ست
آں نہال دلِ ما خود بصفت نایدر است
کسے از راستیٔ خویش نبود ست خجل
آنکہ اندر سرِ ش از آتشِ خود بادے ہست
خونِ دل می چکد از دیدۂ من در گریہ
دل گرفتارِ بلائیست کہ پایانش نیست

کہ رخش قبلۂ خوباں خطا و چگل است
کانچہ بینی ز سرش تا بقدم جملہ دل است
سرو پیش قدش از راستیٔ خود خجل ست
چہ خبر دارد ازیں لطف کہ در آب و گل است
بارگِ دیدہ ہمانا رگِ دل متصل است
ویں نداند مگر آنکس کہ گرفتارِ دل است

۷۷

حاش للہ کہ حسنؔ دم زند از جورِ بتاں
ہر چہ آں قوم کنند از طرفِ ما حل است

۵

خوبے کہ گنجِ نیکوئی آمادہ یافتست
خوبی و چابکیش خدا دادہ شبہہ نیست
ایں نعمت جمال کہ او دارد اے دریغ
افتادہ ماندہ بود دلم بر درش بسوخت

از خط و لب ز مرد و بیجادہ یافتست
وانکس کہ یافتست خدا دادہ یافتست
شکرے بر آنکہ نعمت آمادہ یافتست
او قدرِ دل چہ داند افتادہ یافتست

۷۸

خون حسنؔ ہمیخورد از ناز و نوش باد
خونے کہ خوشگوار تر از بادہ یافتست

۷

باغ بہشت وصف جمالِ محمدست
ختم رسل صفاتِ کمالِ محمدست

نون والقلم ھدیۂ از لوح خلق او
طٰہٰ اشارتے ز جمالِ محمدست

کرسی کہ ہفت تخت فلک پایہ قدر اوست
یک پایۂ زجاہ و جلالِ محمدست

آغاز عید شادی و اتمام صوم غم
موقوف ابروئے چو ہلالِ محمدست

زاں شد فلک ز تختۂ خاک اینچنیں بلند
کیں حرف خم گرفتہ چو دالِ محمدست

ہست ایں نعم نوالۂ از خوان او یکے
جملہ نوالہا ز نوالِ محمدست

۷۹

آزاد شد دل حسن از بند ہر غمے
کو بندہ محمد و آلِ محمدست

۷

روئے خوبت بینم امشب آں شب است
با تو خوش بنشینم امشب آں شب است

روزہا زہر فراقم داد دہر
از شکر گل چینم امشب آں شب است

صوفیانہ بر درت از ہر دو کون
خلوتے بگزینم امشب آں شب است

دست لطفت خارم از بستر برفت
گل بود بالینم امشب آں شب است

طلعتِ تو ماہ من خواہد شدن
خندہ ات پروینم امشب آں شب است

اے خیال ابروت معراج من
قاب قوسین بینم امشب آں شب است

۸۰

با حسن گفتی شبے جاں بخشمت
جان من مے بینم امشب آں شب است

۶

ترک من ترک خوئے بد نگرفت
ہیچ خوئے ز روئے خود نگرفت

هم بداں بدرے که رفته باند ‏ ‏ یک به آموزی خرد نگرفت
آفتاب رخش مالک حسن ‏ ‏ خود گرفت از کسے مدد نگرفت
کیست کو شهر بند عشق نگشت ‏ ‏ خانه در منزل لحد نگرفت
دی درآمد بعادتِ زد و گیر ‏ ‏ کس نبود ست کش نزد نگرفت

(۸۱) حسن از خان و ماں پر دل بر داشت
درد دل برگرفت بد نگرفت (۷)

ترک من دی کمندی می انداخت ‏ ‏ بند بندم به بندی می انداخت
هر کجا دردناک تر زخمے ‏ ‏ بر دل دردمندی می انداخت
در شکار آمده زغمزه و زلف ‏ ‏ تیر می زد کمندی می انداخت
کس چه داند کز اں دو در یکدم ‏ ‏ چندمی بست و چندمی انداخت
او همی رفت و مه بر آتش مهر ‏ ‏ از ستاره سپندی می انداخت
جزع و لعلش بدامن عشاق ‏ ‏ زهر می ریخت قندی می انداخت

(۸۲) مر حسن را ز ناز بے حد خویش
جاں بحد گزندی می انداخت (۷)

ترک دلبندم که دل در دام اوست ‏ ‏ دل چه باشد جاں فدائے نام اوست
دامنم از اشک پر عناب کرد ‏ ‏ جادوئے ہاے که در بادام اوست
تا لب خونیش دیدم لعل فام ‏ ‏ گوئیا ایں دیده غرق وام اوست

دیدی آں منقار خوں آلود کبک
ایں ہمہ خوں خور دنش در کام اوست
راحت جاں گفتمش دشنام داد
راحتے گرہست در دشنام اوست
داد پیغامے کہ می کشم سے شبے
مایۂ دولت ہمیں پیغام اوست

۸۳
تا حسن را مست معنی کردہ اند
ہفت دریا جرعۂ از جام اوست
۷

ترک من ملکِ ملاحت ملک تست
خطۂ خوبی بنام تو درست
عقل من تا خطِ شیرینِ تو دید
تختۂ نا خفظی خود پاک شست
حلقۂ در گوش کردی بہر حسن
حسن خود از حلقہ در گوشان تست
وہ چہ خوش مے آئی و خوش میروی
خون خلقے را کمر بربستہ چست
دل از اں چاہِ زنخداں بر کشم
گر نگیرد زلف تو ایں کار سست
گر رضایت در مسلماں کشتن است
کافر ست آں کو رضائے تو نجست

۹۴
دانہ شد اشک حسن ہم برنداد
اے بسا دانہ کہ کشتند و نہ رست
۹

زہے دلبر کہ دلہا از تو شاد ست
مرا رویت ورائے ہر مراد ست
دلم را گر فلک در دو غم افزود
بروے شادی افزائے تو شاد ست
دل یک شہر شد روزیت خوش باش
ہنوز از روزت ایں خود با مداد ست
مکن ظلم اے صنم چوں زود سیراں
گرت آں صحبت دیرینہ یاد ست

خطا گفتم جفا و ظلم کن ظلم
که ظلم تو مبارک تر ز داد ست

بس از دیری چو چشم آمد مستی
بده باده که بے آں عمر باد ست

کلید شادی و قفل غم اینک
برو کایام در بندِ کشاد ست

قرابه در سلام آورد ساقی
دمے بنشیں چه جائے خیرباد ست

۸۵

حسن را جهد کن کز غم رهد باز
که غم را روز و شب با او جهاد ست

۹

غره روئے تو ماهے دیگر ست
نقش تو از کارگاهے دیگر ست

خط مکش بر روئے کامل حسن خویش
کیں آں ماهست ماهے دیگر ست

مه چو جوزا از کمر بنداں تست
رو که آں سر را کلاهے دیگر ست

چند نوعے در عقوبت داریم
یا بجز عشقت گناهے دیگر ست

گرچه خود نرکان غمزت کیں کش اند
زلف مشکیں کاں سپاهے دیگر ست

جور کمتر کن که از بیداد عشق
هر مظالم داد خواهے دیگر ست

از تو جستم هم بتو جستم پناه
زینهاری را پناهے دیگر ست

عقل می ورزیدم اینجا عشق گفت
توشه دیگر کن که راهے دیگر ست

۸۶

شیر دل خواندن حسن را لطف بود
نے سگ خود خواں که جاهے دیگر ست

۷

گوهر جانم نثار لعل تست
مُهر جسم در زینهار لعل تست

پیش لعل تو کہ باشد لعل کاں ‌‌ — کاں یکے جزیہ گذار لعل تست

تا شکر شد چاشنی گیر لبت — چشمۂ خضر آب دار لعل تست

اشک خونیں را بدیدہ جا کنم — چوں کنم کاں یادگار لعل تست

جوہر جاں ہیچ جا پیدا نشد — راست گویم شرمسار لعل تست

کیست کار دانچہ رفت از عمر باز — ایں ہمہ امروز کار لعل تست

۸۷

حقہ چشم حسن یاقوت بار
جملہ یاقوتش نثار لعل تست

۶

باز در خود گم شدم تدبیر چیست — آیت عشق ترا تفسیر چیست

عشق تو از ما چو بے مقدار بود — ما و کنج صبر تا تقدیر چیست

دشمناں ہر سوئے در کار آمدند — دوستاں ایں کار را تدبیر چیست

اے صنم روزت نزارم می کند — گر نہ زارم نالۂ چوں زیر چیست

وصل وعدہ کردی و عمرے گذشت — عمر را تعجیل میں تاخیر چیست

۸۸

گر رضا ندہی کہ بوسم پائے تو
اے حسن خاک درت تقصیر چیست

۵

شب فراق مرا بے رخ تو روشن نیست — چراغ جان مرا جز وصال روغن نیست

دریں شبے کہ ہمہ آتش ست در ہمہ جا — چہ آتش ست کہ از فرقت تو در من نیست

برات را شب قسمت نہند قسمت من — چہ بخت تیرہ چہ دانم چہ بود روشن نیست

نہ گنج شادی ہر قوم قسمتے بردند
منم کہ قسمت من تا کنوں معیّن نیست

۸۹

دراز ماندہ شب عید وصل عیشے کن
کہ بے تو ایں شب را قدر نیم سوزن نیست

۸

گیسوئے تو بند ہا کشادہ
آرے شب عید را عسس نیست

ایں بیت را در خواب گفتہ بودم چوں روز شد در خاطر گشت کہ ایں بیت در وصف گیسوئے مشکبار مصطفےؐ درست می آید شش بیت دیگر نظم کردم۔

اے خواجہ بدولتم ہوس نیست
ایں دولت بندگیت بس نیست

بے یاد تو مرغ را نوا نے
بے نام تو صبح را نفس نیست

من شمع غمم تو صبح شادی
جز پیش تو مردنم ہوس نیست

آں پایہ ترا کہ عرش سالیست
چوں بوسہ دہم کہ دسترس نیست

حلوائے یٰسین انبیائی
ایں طرفہ ترا کہ پیش و پس نیست

گیسوئے تو بند ہا کشادہ
آرے شب عید را عسس نیست

۹۰

بر بیکسیٔ حسن بخشائے
آں ظالم نفس گرچہ کس نیست

۷

تا خط جاں فزائے تو گرد لب آمدست
جانے دگر بنقد دریں قالب آمدست

روئے کشادہ داری و خطے کشیدہ نیز
گوئی کہ آفتابے در عقرب آمدست

نے نے لب تو کاہش جا نہا فزود ازانک
جان من از خطت چو خطت بر لب آمدست

روبیت جہان حسن و خطت شب تو خود بگو
تا چشم من ز روئے چو خورشید شد تہی
در دل ز تاب عشق تو یارب چہ آتش ست

روز یکہ خوش رود کہ جہاں را شب آمد ست
روئے من از سرشک پر از کوکب آمد ست
گز روے زبانہا ہمہ دریارب آمد ست

۹۱

تا غبغب تو دید حسن در ضمیر او
اندیشۂ مجو صفت غبغب آمد ست

۶

عالمے از لب او در شور ست
عقلم از عشق تو برمے ناید
چاہ شیریں زنخدانش نگر
ہمہ دل چین سر زلف تو برد
خیمہ بر طرف چمن خواہم زد

عقلم از ستر صبوری عور ست
پشہ با پیل کجا در زور ست
کہ از و جملہ جہاں در شور ست
نام غارت چہ سبب بر غور ست
خانہ بے صحبت خوباں گور ست

۹۲

در حضورت سخن بندہ حسن
دست جمشید و حدیث مور ست

۷

یار کہ صد یاری از و خاستست
روئے خوش و بوئے خوش و خوئے خوش
خود نتواں یافت بنہاں آب و گل
جوئے بہشت ست دہانش ببیں
گشت خطش فتنہ بر آں رخ ببیں

تازہ نہالیست کہ نو خاستست
ہمچو گل اندر ہمہ تو[1] خاستست
گرچہ صبا در تک و پو خاستست
تا چہ نبات از لب جو خاستست
فتنہ ہمہ از رخ او خاستست

[1] بضم اول و ثانی مجہول بمعنی تہ باشد - مولف تحفہ

راست قدش بر صفت سرو خاست		چشم بدش دور نکو خاستت
۹۳	نادرہ حسن آمد و نادر ترانکہ ہمچو حسن نادرہ گو خاستست	۷

دوش ما بودیم تا صبح از حضور یار مست

گوش از گفتار مست و دیدہ از دیدار مست

فکر مجلس ذکر ساقی دوست ساغر عشق مے

فہم مست و وہم مست ادراک مست اسرار مست

جرعۂ مے زاں نصیب کائنات آمد چہ شد

وحش مست و طیر مست و مور مست و مار مست

از نمے آں جرعہ رست از صد سینہ صد نہال

بیخ مست و شاخ مست و برگ مست و بار مست

شیر گیر ایں قدح بودست منصور آنکہ شد

مرد مست و بند مست و رشتہ مست و دار مست

خواست مطرب کایں سخن در چنگ گوید چوں کند

قول مست و صوت مست و زخمہ مست و تار مست

۹۴	خاک آں جرعہ شو اے بندہ حسن کز بوئے او طفل مست و پیر مست و بندہ مست احرار مست	۵

انصاف میدہم کہ چو روئے تو روئے نیست
گل در مزاج لطف چو تو نرم خوئے نیست

غنچہ بصد نقاب ہمی پوشد از تو روئے
داند کہ با تو روئے نمودنش روئے نیست

میگفت لالہ ہست مرا رنگی از رخت
اورا مجال رنگ چہ باشد کہ بوئے نیست

صبح ارچہ ساخت از شب و از روز دفترے
ہم نسخہ اش مقابل آں روئے و موئے نیست

۹۵	خاکی دلم غبار دلت ہیچ در نیافت سنگ آزمودن الحق کار سبوئے نیست	۷

تا خطت ریختن خون مسلماں آموخت
چشم خونریز تو گوئی کہ دو چنداں آموخت

شاد باش اے لب شیریں چہ خط خوش دارد
زلف تو گرچہ خط آموخت پریشاں آموخت

منکری تو لب خونیں تو مے دید آخر
کافرے را چہ غرض بود کہ قرآں آموخت

گفتیم دل بجدائی نہ وصبرے در پیش
ہرگز ایں پیشہ در ایام تو نتواں آموخت

سحر ہائی کہ بدشواری ازاں آموزند
آں ہمہ غمزۂ جادوئے تو آساں آموخت

غمزۂ تست کہ ختمست شکارے زدنش
آں شکاری زدن از تیر الغخاں آموخت

۹۶	حسن امروز نوائے دگر آموخت مگر دوش نو نالہ از مرغ سحر خواں آموخت	۷

بنمائے روئے خود کہ بیک رونمودنت	قوت گرفت قاعدۂ دل ربودنت
ماہِ نوی تو. برفلکِ نیکوئی کہ بدر	کاہش گرفت روز بروز از فزودنت
ہستیم نیست شد ز تو چوں مہ با آفتاب	بہ زانکہ رو سیہ زیم از دو ربودنت
گویند پشت ایں طرفست آفتاب را	از شرم روئے می نتواند نمودنت
بر قہرِ من ہنوز بدنداں گزی لبت	چوں سوختیم باز نمک چیست سودنت
بہرِ دلم کنی ہمہ زخم زبان عجب	جز بر سرم نباشد تیغ آزمودنت

۹۷	افسانہ شد حسن ز تو یاری ندید او گر رغبتے بود بفسانہ شنودنت	۷

باغ را آں صورتِ زیبا کجاست	سرو را آں قامتِ رعنا کجاست
سرو را گرچہ ز نوخیزان باغ	پایہ بالاتر شود بالا کجاست
روے او ماہست ماہِ عید نے	جنت الفردوس را ہمتا کجاست
ماہ را حقہ پر از لولو کہ دید	عید را البتو[۱] پر از حلوا کجاست
شورش دریا و جوشش بر حقست	آنچناں دُر در ہمہ دریا کجاست
دوشش دل در پائے زلفش جان فشاند	ایں محل دل را بود ما را کجاست

۹۸	کیمیائے وصل او ہمچوں حسن جستجوئے میکنم اما کجاست	۷

ماہ چنیں رو کہ تو داری نداشت	مشک ختن بو کہ تو داری نداشت

۱؎ لبتو ۔ مرتبان سفالین کوچک را گویند ۔ مؤلف

غنچہ بصد پردہ بپوشید روے
زانک چناں رو کہ تو داری نداشت

ماہِ تو اندر ہمہ روئے فلک
ایں خم ابرو کہ تو داری نداشت

تہنیتے گو کہ بچیندیں جمال
چشم چو آہو کہ تو داری نداشت

کعبہ کہ سرہا ہمہ در طوق اوست
حلقۂ گیسو کہ تو داری نداشت

گیسوئے او حلقۂ از آہن است
سلسلہ از مو کہ تو داری نداشت

۹۹

ہیچ کسے شد حسن از خوئے تو
ہیچ کس ایں خو کہ تو داری نداشت

۷

بندہ را تدبیر جز تسلیم نیست
سرِّ تو اندازۂ تفہیم نیست

رہ اگر بر تیغ یا بر آتش است
ہر کرا ہمرہ تو باشی بیم نیست

اخترم روشن شد از خاکِ درت
ایں سعادت در ہمہ تقویم نیست

نور رویت را تجلی خواند عقل
نیّرِ اعظم بدیں تعظیم نیست

در چراغِ اشک خوں از روئے زرد
وجہ زر پیدا کنم گر سیم نیست

چوں کنم سلطانِ عشق ار حکم کرد
حکم سلطاں را بہ از تسلیم نیست

۱۰۰

نکتۂ عشق از تو آموزد حسن
گرچہ درسِ عشق را تعلیم نیست

۹

لعلت از کانست یا خود از نبات
خطِ تو خضرست یا آبِ حیات

گر بہ پیشِ لعلِ تو لافے زنند
سنگ درگاں گیر و چوب اندر نبات

سرو گفت استادہ ام در بندگیت
راستی بر قولِ خود دارد ثبات

اے رخ تو بر بساطِ آسماں
شاہِ انجم شد بچارم خانہ مات

طرہ از رویت نمی گردد جدا
کافراں را نیست از آتش نجات

مشتبہ گردست قبلہ چند بار
طاق ابروئے تو ام عند الصلات

از دہانت نیم دشنامے بخش
واجب آمد گنج خوبی را زکات

عارضت ہر سال یکشب درجہاں
دادہ وجہ روشنائی را برات

۱۰۱

گر تو وعدہ میکنی بر من وفا
چوں حسن جاں بخشمت بعد از وفات

۱۱

ساقیا آں جام جاں پرور کجاست
گر دروں و از بروں یکسر صفاست

راحت از بادہ طلب نے ز آسماں
وعدہائے آسماں پادر ہواست

چرخ را در اصل چوں خلقت کج است
دور کج را فعل کج آید نہ راست

گردشِ ایں آسیا نظارہ کن
جور بردانہ فروش از آسیاست

جرعہ کز دست تو افتد بر زمیں
خاک او ہفت آسماں را خون بہاست

آں رکوعِ مُلبلہ با ذکرِ قُل
زاں سجودے بہ کہ تسبیحش ریاست

بوریا پوشاں شما افسونِ خویش
ہرچہ میخوانید بر بوریاست

مدتے باشد کہ ما ہم صحبتیم
گر بصحبت ہا اثر باشد کجاست

زہدتاں فسق از دلِ ما کم نکرد
فسق ما محکم تر از زہد شماست

زانچہ گفتی و ہمی گوئی ہنوز
توبہ کن توبہ پذیرندہ خداست

۱۱۲	ای حسن تکیه برین خذلان مکن از خطا حجت همی سازی خطاست	۹

منم یارب سر زلف تو در دست
به بند زلف تو جان بود درهم
فلک در کار من یک عقده نارد
دلم ز ابروی تو وامانده چون شد
چو سر در کردی اندر کلبهٔ ما
تو چون طالع شدی جان تازه تر شد
چه خوش وقتست وقت صبحگاهان
زما روشن شود کیفیت صبح

سرم چون زلف زیر پای تو پست
تو زلف افشانی او زین عقدها رست
ولی میدارد ابروی تو پیوست
بگو شیشه ز طاق افتاد و بشکست
کنون در بر همه عالم توان بست
چو صبح آید نشاط از سر کند مست
گل اندر پیش و گلگون باده در دست
میان صبح و ما کیفیتی هست

۱۰۳	حسن دولت ز اهل صبح میجو بدین نوع از شب محنت توان رست	۷

بازاین یکی نهال تو از بوستان کیست
یارب منجمی بدسان تدبیر سمش
دل خون شد از کرشمهٔ ابروی دلبران
دانم که هست کشتهٔ چشمش چو من هزار
شهری بخون دیدهٔ خود غرق شد تمام
ای باد پیک سوسن تازه تو ئی اگر

وان گل که سبزه میکند از گلستان کیست
کان آفتاب شب رو ماه از آسمان کیست
وان تیرها شناخته ام از کمان کیست
آن چشمهٔ حیات ندانم که جان کیست
آن ترک نیم مست خوی آلوده آن کیست
ورنه چنین پیام لطیف از زبان کیست

۱۰۴ | نظم حسن چو دید فلک باز ماند و گفت / رخت غریب می نگرم از دکان کیست | ۷

مرا از زلف تو موئے بسند است — فضولی می کنم بوئے بسندست
ز راحتہا کہ ہست اندر دو زلفت — دو عالم را سر موئے بسندست
چہ لشکر میکشی بر قلب عشاق — صف مغلوب را ہوئے بسندست
ز غمزہ جنگ تر کانہ چہ آری — ہم از خال تو ہندوئے بسندست
من از روئے سلامت را نہ بینم — سلامے از نکو روئے بسندست
حسن گر طالب حبل المتینی — ز خوباں تار گیسوئے بسندست

۱۰۵ | وگر محراب خواہی بہر طاعت / از ایشاں طاق ابروئے بسندست | ۷

اندر غم تو ام سر و ساماں چہ حاجتست — چوں درد م از تو باشد درماں چہ حاجتست
جانا فدائے دوستی تست جان من — عاشق بدست زندہ بود جاں چہ حاجتست
عشاق روئے تو بتماشا نے روند — مرغ بہشت را بگلستاں چہ حاجتست
یک چشم زد لب تو دہد عمر جاوداں — چندیں حدیث چشمۂ حیواں چہ حاجتست
ہر کہ بتو رسید رسیدش ہمہ مراد — کشتی چو در رسیدہ را غم باراں چہ حاجتست
خیز اے رقیب بر در خوباں چہ نشستۂ — دربانے آسماں را درباں چہ حاجتست

۱۰۶ | حاجتگہ حسن در راحت رساں تست / امید گز درت برسد آں چہ حاجتست | ۷

ساقی بیار بادہ کہ جانم بہ بند تست || مستِ تو بیدلے کہ بجاں مستمند تست
امروز ما و سایہ بید و سماع و مے || ہمسایہ را بگو کہ نہ ہنگام پند تست
عاشق ز دیدہ گریۂ خونیں کشاد باز || اے شوخ ایں بلا ز لب نوش خند تست
اے نقش خوب از تو شکایت نمی کنم || بر ما ہر انچہ میرود از نقش بند تست
کردم نثار اشک و خجل ماندہ ام ہنوز || کاں لعل ہا نہ در خور نعل سمند تست
چندیں برائے حکم سیاست شتاب چیست || آہستہ تر کہ گردن و پا در کمند تست

(۱۰۷)
گفتی حسن بلند سخن شد روا بود
کاں عندلیب عاشق سرو بلند تست
(۷)

آں نقش کارگاہ لطافت زکار کیست || واں سروِ جوئبار جوانی بہار کیست
مارا کنار اوست مراد از ہمہ جہاں || تا امشب آں مراد جہاں در کنار کیست
دید اشک من عناں نکشید و نگفت ہم || کیں لعل تر و لؤلؤ تازہ نثار کیست
مست آمدست تا ختن آوردہ بر دلم || واں ترک شیرگیر کسے شہسوار کیست
جانا بوقت کشتنم از پرسشے نرفت || بارے یکے بپرس کہ ایں کشتہ یار کیست
گفتی کدام سنگدل از عہد تو نگشت || اے سست عہد ہم تو بگوئی کہ کار کیست

(۱۰۸)
زنہار بر حسن نکنی جور اے فلک
بر تو مقرر است کہ در زنہار کیست
(۷)

چوں جمال تو ہیچ بستاں نیست || چوں تو گل در ہمہ گلستاں نیست

مه که او نور می دهد چندیں — در حضور رُخ تو چنداں نیست

ان چه زلفست و ظلم کردن او — ما همه سکشیم و پایاں نیست

تو بیا گر دلم رود گو رو — رنج من از دست از جاں نیست

خط کشیدی و من شدم عاشق — راستی عشق و مشک پنہاں نیست

دوش دیوانۂ چه خوش می گفت — هر کرا عشق نیست ایماں نیست

(۱۰۹)

اے حسن ایں چه می نویسی باز
قلم آهسته دار فرماں نیست

(۹)

اے ز جام لبت جہانے مست — رفتم از دست گر نگیری دست

دلکے داشتم چو شیشه صاف — زلف میگونت زور کرد و شکست

چشمت از ظلم زلف آگه نیست — حال شب را خبر ندارد مست

خال تو بر رُخ جہاں افروز — ہندوۓ آمد آفتاب پرست

با تو ایں خال و زلف گفتن نیست — روۓ انصاف چند باید خست

تو از آں عالمے که بر در تست — سر ہجدہ ہزار عالم پست

گر نه بینند ور به بینندت — گفت دگوئی تو تا قیامت هست

غنچه گیرم که رُخ فرو پوشد — دهن بلبلاں که خواهد بست

(۱۱۰)

از حسن گر کس است خواهد خلق
او نخواهد مگر ترا پیوست

(۹)

هر که در عشق پا نیفشرد دست — سر خود در حساب نشمرد دست

ہر کہ عشقش نسوخت ناپختہ است	موم کاتش نیافت افسردست
بے نسیمِ شمائلِ خوباں	گلستانِ حیات پژمردست
دل کہ صبرش ز دست بیروں شد	دست فریاد بر فلک بردست
نوحہ گر را کہ باز خواہد داشت	خاصہ اکنوں کہ مادرش مردست
ترکِ من ہیں کمند ناز کشاد	ان چہ دامِ فریب گستردست
دوش گفتم کہ چندم آزاری	ہم بریں یک سخن بیازردست
بندہ را حد ایں عتاب نبود	با بزرگاں ہمیں قدر خردست

۱۱۱

عاقبت سر فدا کند حسنش
زانکہ مردانہ پا بیفشردست

۷

آں شوخ دبستاں کہ گلستانِ دلِ ماست	اطراف گل از سبزۂ سیراب بیاراست
آں ترکِ خط آوردہ کہ ماہیست گرفتہ	روزے کہ کمر بندد و خورشید بجوزاست
خطے کہ بگردِ قمر خویش کشیدست	در فہم عطارد نرسد کاں چہ معماست
گردیدۂ ما را ز سرِ ما بدر آرد	واللہ کہ ہنوزش بسر و دیدۂ ما جاست
دیوانۂ او شد دلِ ما و عجبے نیست	ایں آتشِ دیوانہ ہم از خانۂ ما خاست
مے بگذرد آبِ مژۂ ما ز سرِ ما	نیکو مثلست آنکہ ہم از ماست کہ بر ماست

۱۱۲

بسیار غزلہائے دل آساست حسن را
آرے سخن سوختگاں جملہ دل آساست

۹

دل در ہوسِ تو دردمند ست	گر مرحمتے کنی پسند ست

صدرہ بجہد دلم ز دستت
آں زلف دراز پائے بندست

از زلف تو سر چگونہ تابد
آں صید کہ عاشق کمندست

از شادیٔ گرد گشتنِ تو
آں رقص نگر کہ در سپندست

کشتی بکرشمہائے ابروت
اے ترک کمانت بس بلندست

با بندہ سخن چہ تلخ رانی
زاں لعل کہ خواجہ تاش قندست

از ہیچ تو دل پسند یارے
آں پاسخ سروِ ناپسندست

سردیٔ توام زیاں ندارد
سرمائے بہار سودمندست

(۱۱۳) درماندہ حسن چو پند نشنید
ایں یک سخنش ہزار پندست (۶)

آں شوخ براں وعدہ کہ می داد نماندست
واندر دل بیدادگرش داد نماندست

اے باد بگویش کہ نہ نامہ نہ نسیمے
گر پیک نداری چہ شود باد نماندست

صد بار بگفتی کہ زیادم نہ روی تو
بدبختی من کاں سخنت یاد نماندست

در بر دل من تاختن آرد تو بگویش
یک خانہ دراں ناحیہ آباد نماندست

بشکست خزانِ غم تو باغ وجودم
آں سرو کہ دیدہ بدی آزاد نماندست

(۱۱۴) چوں عمر سرآمد حسن از عشق عناں تافت
کہگل چہ کند خانہ کہ بنیاد نماندست (۷)

نگارِ من کہ جفا را وفا گرفت و گذاشت
رہ تجبر و رسم رضا گرفت و گذاشت

گرفت گیسوئے خود پس گذاشت تا برمن	چنیں ہکابرہ ُوز وے چرا گرفت و گذاشت
ہزار دل چو دلم دوخت چشم او آں دم	کہ تیر غمزہ ُخود سوئے ما گرفت و گذاشت
بتا توئی کہ دورنگی دلت بیکبارہ	درون سینہ طریق صفا گرفت و گذاشت
رعونتے کہ مرا در سر است ہم با تو	بخواہم آید و یک روز پا گرفت و گذاشت
مرا بزور گرفتی بمرحمت بگذار	کہ پادشاہ بسے صید را گرفت و گذاشت

۱۱۵

دل ضعیف حسن را کہ زلف تو بگرفت
گرفت و بست بزنجیر پا گرفت و گذاشت

۷

دوستاں در سرم امروز ہوائے دگر است	گلِ امید مرا بوئے وفائے دگر است
روشنائی دگر یافتم اندر دمِ صبح	در بگہ خواستگاں صدق و صفائے دگر است
اے تنگ دل کہ تو از دادن جاں میترسی	مردن اندر نظر دوست بقائے دگر است
از من و تو سخن اہلِ حقیقت ناید	مرغ آں باغچہ را بانگ و نوائے دگر است
من خود آتش کدۂ محنتم و دلبر را	دمبدم در حق ایں سوختہ رائے دگر است
خط مشکینش دل خوں شدہ را درہم کرد	زلف درہم شدہ اش باز بلائے دگر است

۱۱۶

چند پیچی حسن از عقدۂ زلف خوباں
کیں سر رشتہ کہ جنبید ز جائے دگر است

۷

بازم از چشمہ ایں چشم کہ باراں بار است	بارِ عشق تو گراں تر شد و باراں بار است
در جدائیِ تو شرمندۂ ہمسایہ شدم	کہ ز نالیدن زارم ہمہ شب بیدار است

بازشوق تو زد اندر من خاکی آتش
با رضائے تو تواں راہ ریاضت رفتن
گشتئے از طرف رحمت خود کن روزی
ہر کہ در کوئے تو شد عافیتش خواہ بود

گرچہ آبش نزنی آتش من گلزار است
ورنہ ہر تار ازیں خرقۂ من زنار است
طلب ہمچو توئے از چو منے دشوار است
ہر کہ در خلد رود عاقبتش دیدار است

۱۱۷

اندک اندک صفت حسن تو برخواند حسن
اندکے گر بہ پذیری تو ہماں بسیار است

۵

اے ماہ بیا کہ روز عید ست
عیدے کہ حضور تو نباشد
قربانت شوم کہ بر در تو
بر خاک رہت کنم تبسم

غوغائے فراقیاں بعید ست
دور از ہمہ حاضراں و عید ست
قربانی را ہزار عید ست
ہر جا کہ قدم نہی صعید ست

۱۱۸

گفتی کہ حسن مؤدب آمد
او خادم شیخ بوسعید ست

۶

دل کہ درو چاشنئی سوز نیست
حال صلاحیت صبرم مپرس
غمزۂ خوباں صفت جاں می درد
ترکش آں ترک جگر خوارہ را
اے دلِ ناپختہ بعشقش بسوز

محرم اسرار دل افروز نیست
انچہ کہ دی داشتم امروز نیست
عقل دریں معرکہ پیروز نیست
نیست خدنگے کہ جگر دوز نیست
خام بود ہر کہ درو سوز نیست

عارف خاک پا

ابجد عشقش تو چہ دانی کہ چیست	عشق چو قرآں صبی آموز نیست

۱۱۹	دم مزن از صبح وصال اے حسن چونکہ شبت را اثرِ روز نیست	۷

دل بداغِ یارِ من بہتر چو با من یار نیست
خوش دلے دارم کہ در وے جز غمِ دلدار نیست

بر درش با آنکہ نبود بار یارے بگذرم
کاشکے ایں بار خود گوید کہ بگذر بار نیست

گر زند ہر جانبے چوں آفتابم تیغ تیز
گو بزن از جانبِ من ذرۂ آزار نیست

بس خوشست ایں مجلس اریارم در آید خوشترست
آنکہ شیریں جوئے شد با جوئے شیریں کار نیست

تشنۂ دیدار یارم چند گوئی از بہشت
من نہ باشم در بہشتے کاندرو دیدار نیست

وصل میگوئی قدم از کوئے ہستی بازکش
کیمیا در حقۂ غیبست در بازار نیست

۱۲۰	انچہ من دارم درون سینہ از سر حسن چوں بروں اندازمش کاندازہ گفتار نیست	۷

تا دل بکمند تو گرفتار بماندست	نقش تو دریں دیدۂ خونبار بماندست

عقلے کہ بہ نیک و بد من داشت تصرف
یاراں گلستان وصال تو رسیدند
ایں خرقہ کہ یکروز بریں سوختہ دیدی
پنداشتہ بودم کہ زہرت اثرے ہست
گر مخلص جانیست کہ تیریش بدل نشست

درنوبت خوبی تو یکبار بماندست
دامان من آویختہ خار بماندست
سالیست کہ در خانۂ خمار بماندست
آثار نماند از من و پندار بماندست
ہم ذوق نظر ہست کہ سوفا بماندست

۱۲۱

برگفت حسن رو تو ازیں بیش کہ گویند
گوینده رواں گشتہ و گفتار بماندست

۷

لعل لب تو مدد جان ماست
اے کہ کشیدی مژه چوں دور باش
جعد ہمی پیچی و جاں می بری
با ہمہ آمیزش و باماست ناز
خوے تو گیرم کہ ہمہ آتشست
گر نہ نمائیم رخ ہیچو عید

کفر سر زلف تو ایمان ماست
دیده بدل گفت کہ سلطان ماست
ایں ہمہ پیچاک تو برجان ماست
ایں نہ زخوی تو زحرمان ماست
روئے تو آخر نہ گلستان ماست
ایں قدرے گوے کہ فرمان ماست

۱۲۳

ہرچہ کہ ہست آن حسن آن تست
وہ تو نگوئی کہ حسن آن ماست

۷

یعلم اللہ کہ مرا دوش از غمت خواب آمدست
خواب چوں آید کہ چشمم غرق خوناب آمدست

خواب را ظالم ہمے گویند افسانہ است ایں
چشم خواب آلود تو ظالم تر از خواب آمدست

ہیچ کس را از نکورویاں نہ بینی دل سپید
گوئیا کو گرد سرخست ایں کہ نایاب آمدست

دل با بروے تو پیوست آں ہم از دیوانگیست
دور کن از خوں وضو کردہ بمحراب آمدست

خوشتر از خطِ و بیراں شد سوادِ زلف تو
خوش تواں خواند ارچہ در غایات اطناب آمدست

پیش تو خواہم شوم کاں زلف را تابے دہم
زاں مثل ترسم کہ در حق رسن تاب آمدست

۱۲۳ | بر در عشقت کشاید بار معنیہا حسن
گرچہ مصراعیست آں نیز اندریں باب آمدست | ۷

ترا بکام دلم ہیچ دلنوازی نیست
دلم بہ بردی و ننواختی ہزار افسوس
ہوائے زلف توام داشتست عمر گردال
مرا چو قبلہ توئی در نماز گراز ما
طریق سہل مبیند ار عشق بازی را
مگر تبو نرسیدست کاں بزرگ چہ گفت

چہ چارہ سازم کت رسم چارہ سازی نیست
چنانکہ دلبریت ہست دلنوازی نیست
وگرنہ راہ امیدم بدیں درازی نیست
جز ایں سخن شنوی آں سخن نمازی نیست
حقیقتست غم عاشقی مجازی نیست
میان ما و شما عشق ہست بازی نیست

۱۲۴

حسن چو در صفِ عشق آمدی ز سر برخیز
کہ بے سر نیست دریں راہ سرفرازی نیست

۷

ماہ من چوں طرّہ از رُخ برگرفت
عاشق شوریدہ کار از سر گرفت

مطربِ عشقش نوائے ساز کرد
پردہ از روئے سلامت برگرفت

آتشے در دل نہاں می داشتم
عاقبت دیدم کہ ناگہ در گرفت

عقل گر پا بر سرِ عالم نہاد
عشق خوباں پا بہ بالا برگرفت

غوطہ زد ہر کس کہ اندر بحرِ عشق
ایں یکے غرقہ شد آں گوہر گرفت

بُت پرستی را ہدایت روئے داد
بُت رہا کردہ در بت گر گرفت

۱۲۵

در حسن ہم ایں صفت بینم کہ او
دل بداد و دامن دلبر گرفت

۵

جانم فدات اے پری آدمی سرشت
سلطان ہفت چرخ بتو عبدہ نوشت

رخ چوں در بہشت بر و خط چہ میکسی
اے ظلم پیشہ خار منہ بر درِ بہشت

گل را صفت کنم مہ و خورشید را کرا
اے آنکہ خوب خوب بہ پیش تو زشت زشت

تخم امید کشتم و تو ابر رحمتے
مگذر بکشت زار کہ زار ست حال کشت

۱۲۶

بخت آں بود کہ بر دلِ سنگیت بگذرد
یادِ حسن شبے کہ نہد سر بہ نیم خشت

۹

گرچہ روے خوش تو گلزار ست
خار خار غمت جگر خوار ست

یوسف من بہائے خویش بگوئے	کہ ہمہ عالمت خریدارست
بو العجب مذہبیست مذہب عشق	ہر کہ توبہ کند گنہگارست
نفسے میزنم بدشواری	گلہ کردن ہم از تو دشوارست
دل ببردی و برشکستی نیز	کار ما دل شکستگان زارست
ما خطائے نکردہ ایم ولے	خوئے بدرا بہانہ بسیارست
مست بازار حُسن تو ہر روز	تیز تر ایں چہ روز بازارست
تا کہ شد حلقہ زلف میگونت	کعبۂ مادکاں خمارست

۱۲۷	نا لہا میکند حسن چہ کند بلبلے در قفس گرفتارست	۷

سروے کہ سایۂ کرم از من دریغ داشت	صبح سعادتست دُم از من دریغ داشت
یارب ہمیشہ بر سر من پائیدار باد	آں ابر رحمتے کہ نم از من دریغ داشت
بکشاد تیر غمزہ ولیکن نزد مرا	آں تیر غمزہ را بدم از من دریغ داشت
گشتم زفرق تا بقدم حلقہ چوں رکاب	آں شہسوار من قدم از من دریغ داشت
گفتم سگ خودم خواں چوں داغ منیہے	داغم نہاد و آں کرم از من دریغ داشت
من صد نوائے زار کشیدم ز دل چونے	او یک نوازش قلم از من دریغ داشت

۱۲۸	فالے ہمے زدم من از روئے چوں حسن فال حسن نگر کہ ہم از من دریغ داشت	۷

دلم ببردی و سامان کار پیدا نیست	کدام دل کہ ز دست غم تو شیدا نیست

گر تو حل کنی ایں مشکلات نامۂ خود
وگرنہ روح قدس مرد ایں معما نیست

دلم بیاد تو فارغ شد از غم کونین
در آں دیار کہ فرمان تست غوغا نیست

رسید لشکر درد و گرفت کشور جاں
ہنوز گرد شہنشاہ عشق پیدا نیست

تمام عمر مرا صرف شد بغواصی
درے ہمے طلبم کاں بہیچ دریا نیست

مراز جائے تو ہر جا نشاں ہمی پرسند
کجاست جائے تو آنجا کہ جائے را جا نیست

(۱۲۹)
حسن بکنج دل عاشقانت میجوید
محل گنج نہفت است آشکارا نیست
(۷)

باز گردِ کوئے یارِ بے وفا خواہیم گشت
او بلا سوزست وما گردِ بلا خواہیم گشت

یار اگر چوگاں زند تا حال ما ابتر کند
ما چو گوئے وقفِ میدانِ رضا خواہیم گشت

چند مدح مصلحاں گوئیم و قدح مفسداں
تو چہ پنداری کز ینہا پارسا خواہیم گشت

از نوائے عشق گر بانگے بما خواہد رسید
تا قیامت ما براں بانگ نوا خواہیم گشت

دوش عہدے شد کہ اندر رقصِ ما گردیم بیش
مطربا یک صوت خوش برگو کہ ما خواہیم گشت

روزِ محشر گر بساطِ خاک طے خواہند کرد

ذرہ وار از مہر خوباں در ہوا خواہیم گشت

۱۳۰	ہرچہ از معشوق تشریف جفا خواہیم یافت چوں حسنؔ از دیدہ مشغول دعا خواہیم گشت	۹

ان گل کہ بوئے خویشتن از من دریغ داشت	بادے زعرصۂ چمن از من دریغ داشت
یعقوب وار نرگس چشم سفید کرد	وانگہ نسیم پیرہن از من دریغ داشت
محض خیال باشد امید وصال یار	چوں او خیال خویشتن از من دریغ داشت
دیدار جستنش سخن بے محل بود	او در ہمہ محل سخن از من دریغ داشت
اندر نظارۂ ذقن و زلف عنبریں	درچہ فرو شدم رسن از من دریغ داشت
من خود بطوع و رغبت خود میشوم اسیر	آں ترک را کہ تاختن از من دریغ داشت
بکشا تیر غمزہ و لیکن نزد من	آں بو و آرزوے سن از من دریغ داشت
گفتم بزیر دامن درد خودم بپوش	زیں درد مردم و کفن از من دریغ داشت

۱۳۱	من عشق تا بہ پاش فرستادم اے عجب و یک قصیدۂ حسنؔ از من دریغ داشت	۷

بیا ساقی کہ گل مہمان باغست	میم دہ کز ہمہ شغلم فراغست
نشانِ توبہ از من کم نہ کرجوے	کہ امروزم ہوائے جوے باغست[۱]
اگرچہ شستہ ام دل از بتاں پاک	ولیکن از زخم شاں صد جائے باغست[۲]
اگرچہ خستہ ام از بادہ چوں باد	ہنوزاں بادہا اندر دماغست

حدیث من حدیث کبک و زاغست بر و نم سر بسر پر کلاغست			نہ اہلِ خرقہ نہ اہلِ خرابات چہ بینی اندرونم پرِ طاؤس
۷	حسن دل راز تف دردمی سوز کہ آں شبہائے عاشق را چراغست		۱۳۲

چند با ما دل گراں کردن اگر از سنگ نیست
چند ازیں زخم زباں گر اتفاق جنگ نیست
نالۂ مادِ غمِ تو بگذرد از اوج چرخ
چرخ را با ہفت پردہ حدایں آہنگ نیست
عقل ما سر می نہد بر پائے عشقت چوں کند
مور مسکیں را ز تعظیم سلیماں ننگ نیست
کعبۂ وصل ارچہ ہست از ما بصد فرسنگ دُور
گر تو ہمرہ میشوی واللہ کہ یک فرسنگ نیست
خیز تا با سبزہ و گُل ذوق گیریم از سماع
غلغلے از نائے بلبل بس بود ار چنگ نیست
جز سیہ کاری نکردی تا سیاہت بود موئے
چوں سپیدت شد کنوں بعد از سپیدی ننگ نیست

۹	چند بینی اے حسن در گل رخان سبز خط چوں نکو تر بینی آں آئینہ ہا بے زنگ نیست	۱۳۳

مے دوشینہ درین کار کردست | خرد رخت فضولی بار کردست
بیا ساقی مے گلگوں پدید آر | کہ گل را صبحدم ہشیار کردست
چہ منت می نہد بر من مؤذن | مرا مرغ سحر بیدار کردست
در آمد اینک آں مست شبانہ | کہ با ما عربدہ بسیار کردست
اگرچہ دوشش ازمی توبہ می کرد | و لے یک دو قدح در کار کردست
خصومت با دل آوگار من داشت | ندانم از کجا افکار کردست
چہ خونہا ریزد آں لب خاصہ اکنوں | خطِ خونریزہ با خود یار کردست
دلا چندیں چہ نالی آخر از وے | کہ ایں شوخی نہ اوّل بار کردست

١٣٤

حسن منکر نیارد شد ز عشقت
کہ پیش عالمے اقرار کردست

٧

اے دوست ترا بر سر وقتم گذرے نیست | از حال دل بیچارہ ات خبرے نیست
گفتی بگلستاں رو و در لالہ و گل بیں | چیزے کہ مرا باتو بود یادگرے نیست
اے من سگ کوے تو مزن سنگ جفایم | زاں رو کہ مرا جز در تو ہیچ درے نیست
زاں می کہ لبت خورد نصیب من مسکیں | کمتر مکن از جرعہ اگر بیشترے نیست
پرہیز بسر شد از زخم کہ زد عشق | حیلت چکنم تیر اجل را سپرے نیست
اے خواجہ عاقل تو دلِ خویش نگہ دار | بر دل شدگاں عیب گرفتن ہنرے نیست

١٣٥

سر در سر سودائے بتاں کرد حسن باز
اے خاک براں سر کہ بر و درد سرے نیست

٧

خط تو تا برات حسن بنوشت
ز تو در غنچه پنهاں شد گل آرے
زروے روشنت آتش جُدا ماند
نیاید صبحدم از عاشقاں صبر
غریبے گفت مضمونِ دل خویش
شبم از دولت او خوش گذشتست

گل تو پردہ بر عارض فرو ہشت
زروے خوب رو پنہاں کند زشت
ازانست ایں سیہ روئی در انگشت
نیاید ہیچ وقت از لولیاں کشت
یکے آں حرف تضمیں کرد بنوشت
زغم بستر بدہ زاندوہ بالشت

۱۳۶

حسن خاک درت از دیدہ تر کرد
مگر زاں گل ہنی در گور او خشت

۹

غمت امروز غمگسار منست
گر ندارم ز محرماں روزی
ہر نفس پیرہن دریدن صبح
تا بخاکش نہ افگنی ز نہار
چرخ در خونِ من کمر می بست
گر اسیرم کنی و گر بخشی
گر تو یک روز در میاں آئی
ہمہ عالم اگر خزاں گیرد

عشق تو عیش روزگار منست
شب تاریک راز دار منست
اثرِ نالہائے زار منست
دلِ پُرخوں کہ یادگار منست
چشم شوخ تو گفت کار منست
اختیار تو اختیار منست
ہمہ مقصود در کنار منست
رُوے خوبے تو نوبہار منست

۱۳۷

گر حسن را نمی کنی یاری
وقت آخر بگو کہ یار منست

۷۰

اے ترک تند رفتہ زمانے کہ ماں بایست	بر آب چشم ما نظرے کن ازاں بایست
رفتی و مے نہ ایستد آب رواں ز چشم	آخر یکے نظارہ آب رواں بایست
اے بر ہلاک گروہ عنان ورکاب گرم	یک شہر دست مینزندت بر عناں بایست
خواہی کہ مہ بکاہد بر بام خود برآ	وررنج سرو خواہی در بوستاں بایست
پروانہ وار در قدمت اوفتادہ ام	تو شمع عاشقانی و در کار شاں بایست
اے آنکہ آمدی بسر کشتہ ہائے خویش	گر ہست اتفاق دعا یکزماں بایست

۱۳۸	در کارِ دلبراں حسن از دیدہ دل بنہ ورنیز کارے افتد باجاں بجاں بایست	۵

زفتنہ در دلِ سنگیں تو چہاست کہ نیست

بمہر کردی دعوئے خداگواست کہ نیست

جمال داری و ناز و کرشمہ چہ تواں گفت

ز نیکوئی ہمہ ہست و ہمیں وفاست کہ نیست

درِ تو کعبۂ مقصود داد خواہانست

برائے آں ہمہ بازو برائے ماست کہ نیست

ہمہ غم ست و ہمہ درد حاصل عشاق

ازیں متاع دریں قافلہ چہاست کہ نیست

۱۳۹	کنوں کہ جائے گرفتی دروں جان حسن ببین کہ داغ غم تو کدام جاست کہ نیست	۷

عہ براے ہر ہمہ بار است و بارہ ماست کہ نیست

از روئے خوب خوے مخالف غریب نیست — نرمی زطبع سلسله مویاں قریب نیست
جاں می دہم درانده جاناں وشاکرم — کاں کز حبیب در گله باشد حبیب نیست
اوصاف عشق و معرفت از مدعی مپرس — محجوب راز ہیچ چراغے نصیب نیست
بلبل بباغ شد چه غم از بانگ باغباں — اگر یار یار باشد ہیم رقیب نیست
چندیں چه می کنند زنالیدنم عجب — گر کوه از فراق بنالد عجیب نیست
اصلاح طالع من و درمان درد من — اندازه منجم و حد طبیب نیست

۱۴۰
آواره شد دلِ حسن اندر ہوائے دوست
آوارگی زحال غریباں غریب نیست
۷

کو دیده کز فراق رخ تو پر آب نیست — کو دل که در کشاکش عشقت خراب نیست
روزم تو برفروز و شبم را تو نور بخش — ایں کار نیست کار مه و آفتاب نیست
اے محتسب تو خیمه بخمار خانه زن — بگذر زما که مستی ما از شراب نیست
آں میزباں که کاسه مہیا ہمے کند — گو ہیچ لقمه خوش مزه تر از کباب نیست
گفتی ترا چه سوز و چه شورست در سماع — ایں زاں سوالہاست که آنرا جواب نیست
بے حلقهٔ کمند سر زلف نیکواں — گر کعبه میرویم دعا مستجاب نیست

۱۴۱
ہر دُر که در خزانهٔ دل داری اے حسن
آنرا بسلک کلک کشیدن صواب نیست
۷

دلبر ما یگانه افتاد ست — شورے اندر زمانه افتاد ست

ے ۵ گو ہیچ کاسه خوش مزه تر از رباب نیست ۱۲

قصهٔ ما که مے برد در پیش
انیکه بر آستانه افتادست

اے سلامت گزیں سپر کردار
تیر ما بر نشانه افتادست

مؤذن اندر صلاے حی علے
صوفی اما شبانه افتادست

یار آوارگی همی خواهد
رفتن ج بهانه افتادست

چند گوئی ز خانهٔ کعبه
کار با خصم خانه افتادست

۱۴۲

یکے از بندگان اوست حسن
که ز خوباں یگانه افتادست

۷

دل غمت را ز کرجهاے الٰہی دانست
خاک پائے تو به از افسر شاہی دانست

مبتلائے که بد و داغ بلائے تو رسید
آں بلا مملکت نامتناہی دانست

جز رخ و زلف ترا در دل خود نقش نہ بست
ہر که حرفے ز سپیدی و سیاہی دانست

جان من بندگی روے ترا کرد اقرار
خطِ خوبِ تو براں دید و گواہی دانست

اے رخت آفت شهر آمد و آشوب سپاه
قصهٔ ما و تو شهری و سپاہی دانست

بس نماندست که صحبت ز میاں برخیزد
قدر من بنده بداں ورنه نخواہی دانست

۱۴۳

بحسن انچه رسید از بد و از نیک ایام
نے ز تو نے ز خود از حکم الٰہی دانست

۷

با سر زلف تو مارا سر و سوداے ہست
وصل ہر چند محالست تمناے ہست

دیده گر از رخ خوب تو ندید آسائش
سینه را از غم دیرینه دل آساے ہست

نگذاری کہ سرت گردم و پایت بوسم
لب توخواستم از غمزہ زدی نیش آرے
خلق گویند دلت راز کجا صبر آمد
اے کہ نظارہ دیوانہ نکردی ہرگز

آخر این کار مرا ہیچ سروپائے ہست
ہر کجا فرض کنی خارے وخرپائے ہست
اے دل از صبر نشانم دہ اگر جائے ہست
قدمے رنجہ کن این سوے کہ رسوائے ہست

۱۴۴
دمبدم تیرہ مکن روز حسن را امروز
آخر اندیشہ کن امروز کہ فردائے ہست
۷

اے کشیدہ چو یکے سرو سہی بالا راست
قد خوبانِ جہاں راست تراز قد تونیست
زاغ راگرچہ نہد کبک گہ رفتن کژ
تاز ابروے کژ خویش کماں ساختۂ
اے کمر بستہ چو جوزا وفزہ کردہ چو تیر
فکر خال سیہ ات می پزم اے جاں چہ کنم

راست بر شکل نئی لیک نئی با ما راست
آرے ایں خلعت غیبت بداں بالا راست
نتواند کہ نہد پیش تو ہرگز پا راست
من ہدف کردہ ام اندر دل خود صد جا راست
گوئی آں تیر عطارد شدو آں جوزا راست
چو بہ بازار نمی آیدم ایں سودا راست

۱۴۵
بر حسن ہیچ گہے نرم ندیدم دل تو
وہ دل سخت تو دل نیست کہ سنگ خارا ست
۷

شب گذشتہ مرا از غمت چناں بگذشت
حدیث درد چہ گویم کہ شرح ممکن نیست
بر آستین جفا بر مال بہش کہ کارد

کہ موج اشک من از اوج آسماں بگذشت
در طبیب چہ پویم کہ کار از آں بگذشت
با استخواں برسید و ز استخواں بگذشت

حکایتِ دلِ بیمار من چہ می پرسی
نہ زیر پائے تو مردم نہ بر سر کویت
بجد منت نرسیدیم و عمر آخر شد

تو دیر ماں بسلامت کہ آں فلاں بگذشت
دریغ عمر عزیزم کہ رائگاں بگذشت
زکعبہ دور فتادیم و کارواں بگذشت

۱۴۶

حسن زحرف بلاخواست تاکہ در گزرد
ولیکن از خطِ تقدیر کے تواں بگذشت

۹

چہ رو یست آنکہ گوئی نو بہار ست
بنقد امروز با او در بہشتم
اگر ہر دو جہاں از پا در آیند
خرد معزول و عشق اندر تصرّف
ہمہ عمر از لب میگوں معشوق
اگر قصدے کند زلف چو مارش
بو سم نامۂ خود روز محشر
گرم چوگاں زند بر سر بزں گو

غلط کردم بہشت روزگار ست
مرا با نسیۂ فردا چہ کار ست
چہ غم چوں پایۂ عشق استوار ست
عس بیرون و دزد اندر حصار ست
مرا مستی و حاسد را خمار ست
شکایت چوں کنم او یار غار ست
کہ از خطِ سیاہش یادگار ست
نہ ایں گو از برائے آں سوار ست

۱۴۷

حسن از چشمِ شوخش گوشۂ گیر
ہنوز آں ترک مست اندر شکار ست

۷

اے چوں مہ نو آیتے از نور سعادت
گل برگ بریزد چو تو آئی بتماشا

چوں حسرت من حُسن تو ہر روز زیادت
بیمار نمیرد چو تو آئی بعیادت

گر میل کند نرگس مست تو بستاں	ما ولب میگوں تو نہ زہد و زہادت
ایں عقل من و عشق تو دانی بچہ ماند	روباہ کہ با شیر زند لاف جلادت
از زخم تو نالیدن و مرہم طلبیدن	نقصان ادب باشد و سستی ارادت
روزے کہ تو در کشتن من دست برآری	من سوے تو انگشت برآرم بشہادت

۱۴۸ — اے اختر مقبل نظرے بر حسن انداز
وین جملہ نحوست بدہش کن بسعادت — ۷

درد عشاق را دوا دگر ست	داغ معشوق راحت جگر ست
دل فدا کردم آں کماں کش را	زخم تیرش سعادت سپر ست
یار یاری کند اگر خواہد	قصۂ ما ہنوز بر اگر ست
در قیامت کہ حشر خلق بود	ہر کہ عاشق نبود او حشر ست
ما ببوئے نگار زندہ شدیم	حشر ما خود قیامت دگر ست
ساقیا صاف اگر نماند چہ شد	دُرد بیش آر ایں چہ درد سر ست

۱۴۹ — دعوئ زہد کردہ بود حسن
سخن مدعی چہ معتبر ست — ۷

سر زلف تو تا بہ پیچیدہ ست	کار ایں مبتلا بہ پیچیدہ ست
آں نہ زلف ست روزگار منست	کہ ز سر تا بپا بہ پیچیدہ ست
دل بگیسوت چوں رسن بازے	بکمند بلا بہ پیچیدہ ست

طرۂ گردِ رُخ تو پنداری	گردِ گنج اژدہا بہ پیچیدست
ترکِ من عشق سخت بازوے تو	گردنِ صبرِ ما بہ پیچیدست
بازکن فرش ناز کایں درویش	زہد چوں بوریا بہ پیچیدست

۱۵۰

خواست جد ترا حسنؔ بدعا
گر بے در دعا بہ پیچیدست

۷

دل کہ باز آوردہ بودم ہم [۱]بدلبر بازگشت
مرغ جانم ہم بداں سرو سمن بر بازگشت

گل بدعواے رخش دامن کشاں آمد بباغ
از خجالت ہمچناں با دامنِ تر بازگشت

گفت مشاطہ روم رویش بیارایم چو ماہ
آفتابے دید بر بامے ہم از در بازگشت

دوش سلطانِ خیالش در دیارِ ما رسید
قلب ما بشکست منصور و مظفر بازگشت

اے طبیبِ من کجا رفتی یکے گرد دلم
بازگشتے کن کہ آں [۲]بیمار از سر بازگشت

از لب میگونش یک جرعہ بمشتاقاں رسید
زاہد صد سالہ از سبحہ بساغر بازگشت

بیخبر آمد حسنؔ یک شب بکوئے یارِ خویش

---

[۱] ہم بداں در بازگشت [۲] بیچارہ

۱۵۱	آستانش بوسه داد و بیخبر تر باز گشت	۷

غم و اندیشهٔ ما بے تو کم نیست	گرت اندیشهٔ ما ہست غم نیست
دل پر خون و جان خستہ داریم	بدار الملک عشق این جنس کم نیست
خرد با عشق خوباں بر نیاید	بلے درویش مرد محتشم نیست
ترا دیدم دل از جاں برگرفتم	کہ عشق و عافیت ہر دو بہم نیست
دلا صبر از ستم بر کار می دار	رہ عشاق بے خار ستم نیست
اگر سر چوں قلم بر خط لیلیٰ	نہد صد بار بر مجنوں قلم نیست

۱۵۲	حسن گنج سلامت گیر و بنشیں ترا اندازهٔ ایں رہ قدم نیست	۵

بتم کہ با دل من یار بود ازاں برگشت	دل شکستہ نگشت ارچہ دلستاں برگشت
جہان حسن بداں بے وفا تعالی اللہ	چو او نگشت تو گوی ہمہ جہاں برگشت
بوجہ طعنہ بگفتم جفا مکن چو فلک	ہمیں قدر کہ فلک گفتمش رواں برگشت
زبخت خود گلۂ بازمانہ مے کردم	زمانہ نیز بہ بخت من ایں زماں برگشت

۱۵۳	حسن مگرد کنوں گرد دوستئ کسے کہ دوست ہرچہ ترا وعدہ کرد ازاں برگشت	۱۱

عالم عشقت جہانے دیگرست	آستانت آسمانے دیگرست

عقل را از دفترِ عشقت چہ علم — آں ورقہا را نشانے دیگرست
دوزخ اندر راہِ مشتاقانِ تو — ہر شرارے بوستانے دیگرست
عالمے پُر شد ز خاموشیٔ من — بے زبانان را زبانے دیگرست
ہرگزم در باطنِ من جا نبود — خلق ظاہر را گمانے دیگرست
عشق ابروے تو خونِ من بریخت — وہ کہ آں تیر از کمانے دیگرست
با بلاہائے تو عادت کردنیست — عافیت اندر جہانے دیگرست
درد و راحت در جہاں بسیار بود — دردِ تو راحت رسانے دیگرست
جاں بدیں یک بیت دادست آں بزرگ — آرے آں گوہر زکانے دیگرست
"کشتگان خنجر تسلیم را — ہر زماں از غیب جانے دیگرست"

۱۵۴

اے حسن سودات زحمت میدہد
وہ کہ آں رخت از دکانے دیگرست

۷

نہ تیغ بلا ترسم و نہ تیر ملامت — باید کہ ازیں ہر دو تو باشی بسلامت
اندیشہ مکن کز دلِ ما کشف شود راز — قارورۂ ما نشکند از سنگِ ملامت
در دیدن رویت اگرم منع کند خلق — بر دیدہ نہم منت و بر خلق غرامت
تو بہ مطلب از من مسکیں کہ در آفاق — ہرگز گنۂ عشق نیاورد ندامت
در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے — تا بر سرِ من سایہ کند روزِ قیامت
میگفت صلات خوشے امروز مؤذن — چوں قامت او دید زباں ماند ز قامت

ایں طرفہ طریقت کہ دیدیم حسن را

۱۵۵	می برکف و بت در نظر و لاف کرامت	۵

مداں کاسودہ دل بے تو کسے ہست
الا اے سارباں محمل مراں تند
نالم گرچہ زارم می کشد یار
اگرچہ در دلم رہ کردی اے یار

اگر بے خان و ماں خواہی بسے ہست
نگہ کن کز ضعیفاں وا بسے ہست
ہماں قاتل مرا یاری رسے ہست
چنیں یکسر میا اینجا کسے ہست

۱۵۶	بیا دریاب اے ساقی حسن را کہ در جام مراد او خسے ہست	۷

نیست روزے کاں لب خونخوار او خونریز نیست
فتنۂ عشقش کم از غوغائے رستاخیز نیست
نیست پایم را گریز از پیش چشم مست او
با سر گیسوش ہم ساماں دست آویز نیست
نسبتِ بالائے قامتش مکن با ہیچ سرو
سرو را بالا خوش است امّا بلا انگیز نیست
عشق بازاں دیگرند و عیش سازاں دیگرند
انچہ در فرہاد می بینیم در پرویز نیست
چند گوئی از ہوائے نیکواں پرہیز کن
ہر چہ بیماریٔ عشق است اندراں پرہیز نیست

ا عشق

از خدا امید می دارم کہ فردا روز حشر
دست من[1] ندہند مکتوبے کہ عشق آمیز نیست

۱۵۷
تیغ جلادی چہ آری از پئے قتل حسنؔ
ہیچ تیغے چوں سر مژگاں خوباں تیز نیست
۷

دلبرے دارم کہ غمخوارِ منست
دل بہ او دادن ہمیں کارِ منست
من بدل بردن چرا رنجم ازو
گرچہ دل بردست دلدارِ منست
گلرخا! بے تو نخواہم باغ و گل
داغ و دردت باغ و گلزارِ منست
چند زیر پیرہن گردی نہاں
ایں ہم از بخت نگونسارِ منست
لعل خونیں تراازاں دوستم
کاں شفقئے چشم خونبارِ منست
گر سگ کوئے خودم خوانی شبے
باشد آں شب روز بازارِ منست

۱۵۸
گیسویت را یاد دادم از حسنؔ
گفت می دانم گرفتارِ منست
۷

اگرچہ پائے من از دست تو بزیر گل است
ہنوز دست بدامان عہد متصل است
خلاف کردی و بدکردی و خطا کردی
بیا کہ ہرچہ تو کردی ازیں طرف بحل است
مرا کہ قبلۂ جانم توئی چہ کار آید

[1] نامۂ ندہد بدست من۔

بتے کہ درختن و لعبتے کہ درچگل است

دلِ مرا بتو کارے فتاد چہ تواں کرد

شنیدۂ مثلِ مرد ماں کہ کارِ دل است

دریں جہاں و دراں با محبت تو خوشم

ہوائے عشق بہر جا کہ ہست معتدل است

اگر تو برگل گورم گذر کنی روزے

ببوے خوں بشناسی کہ ایں کدام گل است

۱۵۹	حسن اگرچہ نکرد ست در وفا تقصیر بدیں گناہ کہ بے تو ہمے زید خجل است	۷

دل بفتراک یکے بستم وچندیں سال است

رُخ چو بغداد بیاراستہ و زلف چو شام

من اگر واکہ آں حُسن دلاویز شوم

من کیم در ہمہ عالم کہ نہم پائے طلب

نالۂ زار کہ کردے دلم آں نیز گذشت

ترک خونریز مرا کشت طبیباں چکنند

کو عناں تافتہ ویں سوختہ در دنبال است

اینت ساقی زرخ و زلف مبارک فال است

عجبے نیست کہ یک فتنۂ رویش خال است

اندراں کوئی کہ سرہائے سراں پامال است

وہ کہ بیمار من امروز بسے بد حال است

گر کسے زندہ کند کار ہماں قتال است

۱۶۰	در غمش جاں بلب آمد چہ تواں کرد حسن من بریں حال وزاں سوے ہنوز اہمال است	۷

مشکے کہ کشید او ہمہ ملک ختن نیست
ہر گاہ کہ خندد گلِ دلہا بکشاید
می گفت نگنجد سخن اندر دہن من
بندد دل دیوانۂ ما در رسن زلف
اے خواجہ منجم چہ شد آخر خبرے دہ
برداشت ز من دست غمش پردہ عصمت

سروے کہ رواں کرد در اطراف چمن نیست
آں غنچۂ از باغ بہشتست دہن نیست
در تنگی آں تنگ شکر جائے سخن نیست
آں کیست کہ دیوانۂ آں بند و رسن نیست
زاں اختر مسعود کہ در طالع من نیست
دانست کہ ایں مُردہ سزاوار کفن نیست

١٦١

پیغام فرستاد کہ رو توبہ کن از عشق
گو بر دگرے حکم کن ایں کار حسن نیست

٦

دولتِ ما گل نکرد محنت خار از کجاست
یار ز من رُخ بتافت گفت نیاز روست
ترک من آخر بدار غمزہ خونریز را
لب طلبیدم ز تو زلف برافشاندیم
گفتہ بدی با توام ہست غبارے عجب

راحت مے ناپدید رنج خمار از کجاست
وہ اگر آزار نیست نالۂ زار از کجاست
گر تو نۂ تیغ زن سینہ فگار از کجاست
مہرہ بکف ناندہ آفت مار از کجاست
آب حیاتی بلطف در تو غبار از کجاست

١٦٢

چشم حسنؔ گر نہ بخت بر سر کوئے تو خوں
بر در و دیوار تو نقش و نگار از کجاست

٧

ندانم چوں شود اے دوست حال دوستدارانت
مگر دولت کند یاری کہ یاد آید زیارانت

ازاں میگوں لبت روزے نشد یک جُرعہ ام روزی
توخونم نوش کردی نوشں بادا و گوارا نت
جفاجوئی اگر بینی بجمع خرقہ پوشانم
دعاگویم اگر بینم میاں بادہ خوارا نت
توچوں غمزہ زناں پیدا شوی بیچارہ عقل و دیں
کہ حدِ ایں سپرہا نیست دفع تیر بارانت
کسے بودے کہ بر سر لشکرِ خسرو خبر بروے
کہ اندر شہر شورے خواست از شیریں سوارانت
توائے شاہِ بتاں گیسو بدستم دہ مگر باشم
بدیں درگہ یکے از جملۂ زنجیر دارانت

۷	حسن را در عمت یکدم نمی باشد قرار آرے بریں رفتست پیوستہ قرار از بیقرارانت	۱۶۳

اے شوخ ترا در لبِ شیریں چہ شرابست
کندر ہوسش ایں دل صدپارہ کبابست
مستست بیا و لبِ میگون تو شہرے
شہرے کہ چنیں مست نیابیش خرابست
نندیشم اگر راہ بریں دیدہ کنی لیک
اندیشہ ہمینست کہ ایں رہ ہمہ آبست
گفتی ز بتاں سوختۂ کیست کہ داند
دانیم و نگوئیم[1] کہ ایں راچہ جوابست
اے شیخ میا پہلوئے من در صف طاعت
بگذر کہ مصلائے مرا داغ شرابست
اے دوست گلے چند بدیں سوختگاں بخش
زیں باغِ بہشتی کہ ترا زیر نقابست

۷	واللہ کہ حسن بے تو نخواہد گل و گلبن بے روے نکو دار چناں دار عذابست	۱۶۴

[1] ندانیم

لب شیرینت را شکر غلامست
اگر شیریں توئی شکر کدامست

اگر ساقی تو خواہی بود مارا
کہ می گوید کہ می خوردن حرامست

مہ نو بر فلک بینند خلقے
من آن مہ را کہ بر بالائے بامست

شب ہفتم کہ مہ نیمہ نماید
اگر تو روئے بنمائی تمامست

برت چوں سیم و زلف تست چوں عود
طمع بر ہر چہ خواہم بست خامست

اگر مہماں بخواہی صوفیاں را
ازاں حلوا خبر دہ تا چہ نامست

۱۶۵

عزیزان از حسن صحبت مجوئید
شما رحلت کنید او را مقامست

۵

کو دلے کز دست تو صد پارہ نیست
یا بشمشیر غمت آوارہ نیست

سر عشقت از دلِ عشاق پرس
عقل را زحمت مدہ ایں کارہ نیست

خوار گشتم در غمت طرفہ ترانک
اندریں غم جز غمم غمخوارہ نیست

آفتاب از کوہ جلوہ می کند
با سر پایانِ ایں نظارہ نیست

۱۶۶

با حسن گوئی کہ بے من صبر کن
صبر بے تو حدا ایں بیچارہ نیست

۷

مرا در غمش پارسائی نساخت
فسوں خوانی و خود نمائی نساخت

خرد منکر از عشق و عشق از خرد
دو بیگانہ را آشنائی نساخت

بمیگوں لبش خرقہ در باختم
قدح نوش را پارسائی نساخت

۵ خرد منکر عشق و من از خرد

دل و دین و جان پیش کش کردش چه آرام اے دوستاں از طبیب شکایت ز خورشید تو جبه نیست	توانگر بدیں بے نوائی نساخت که آزرده را مومیائی نساخت اگر بوم را روشنائی نساخت

۱۶۷	بترسید از قتل خوباں حسن گدا طبع را پادشائی نساخت	۷

گر پرده برکشائی ازاں روئے چوں بهشت

روشن شود براہلِ نظر حال خوب و زشت

تقدیر حق وجود تو چوں خواست آفرید

صد جان و دل نهفته دراں آب و گل سرشت

تا قامتِ تو شاخ گلت دید باغباں

در باغ شد ز بیخ بر افگند ہر چه کشت

واللہ اگر تو فردا ہمره نباشیم

گر سر بری مرا ننهم پائے در بهشت

رضواں اگر به بیند خشت درت کند

جمله نگار خانهٔ فردوس خشت خشت

کاغذ ز گریه تر شد و خامه ز آه سوخت

شرح فراق خویش بتو چوں تواں نوشت

چندیں حسن برشتهٔ جاں دل چه بستهٔ

ـــــــــــ

۱ حد تو نیست ۲ بزم

١٦٨	سہلست گر گسست چہ شد ہر تمش نرشت	٧

چشمے کہ در نظارہ آں سرو قامتست | در ہر گلے کہ بیند بروے غرامتست
برروئے آب میروم از موج اشک خویش | صوفی کہ عشق باز و صاحب کرامتست
شب در خیال دوست نباشد برابرم | آں شب مرا برابر روز قیامتست
من در نماز وقت خوش از یاد قامتش | مقری ہنوز منتظر وقت قامتست
ہرگونہ بر معاملۂ عشق کار کرد | روز حساب حاصل کارش ندامتست
دوش از خرابی دل تنگم خبر رسید | دل گو خراب شو چو دلستاں سلامتست

١٦٩	بارلیست از ملامتیاں بر دل حسن کارے بجاں فتادہ چہ جائے ملامتست	٧

از خطش سایہ بر سمن بد نیست | سبزہ ہمسایۂ چمن بد نیست
آں بنفشہ کہ خط خطاب ویست | رشتہ پیراہن سمن بد نیست
خال بر عارضش نگہ کردم | شحنۂ زنگ بر ختن بد نیست
دیدم آں زلف ولال زنخداں را | ترسم ار چہ ولے رسن بد نیست
ہر بدی کاید از نکو رویاں | یعلم اللہ کہ نزد من بد نیست
من بیاد بتاں نکو سخنم | چوں بگوئی کہ ایں سخن بد نیست

١٠٧	گرکس ایں نکتہ را خلاف کند اتفاق تو اے حسن بد نیست	٧

جز من که دید اینکه بلائے فراق چیست	آسوده را خبر چه ازانک اشتیاق چیست
هر دل که چوں چراغ نمی سوزد از فراق	اورا چه روشنست که سوز فراق چیست
خواهم زحق بر آمد آں رشک آفتاب	کیں هفت شمع باز دریں هفت طاق چیست
در کلبه‌ام بس است هماں صورتِ لطیف	چندیں هزار نقش دریں نه رواق چیست
با آفتابِ وصل چو حاصل نشد قراں	سیارهٔ دلم را ایں احتراق چیست
گر فرصتے دهی بتواں یافت کام خویش	هاں اے غمِ فراق بگو اتفاق چیست

۱۷۱

خلقے غریقِ نعمتِ وصل اند اے حسن
جز من که داند اینکه بلائے فراق چیست

۶

از تفِ عشق شعله دروں آمدن گرفت	دود از درون سینه بروں آمدن گرفت
کردم لبے براں لبِ شیریں چشم شوخ	اینک ز نوک هر مژه خوں آمدن گرفت
کشتیٔ ما بشرط سلامت کجا رسد	موج از چهار سوئے دروں آمدن گرفت
هرگز نیامدے بدل من خیال مرگ	از دولتِ غم تو کنوں آمدن گرفت
روزے برائے طیبت تشبیه قد خویش	گفتم الف نویسم نوں آمدن گرفت

۱۷۲

شب کا مدعی شنیدن شعر حسن ز دور
گفتم پری مگر به فسوں آمدن گرفت

۶

گر نزا خشمے است در سر سر کشم پیش سنانت
ور بجاں خوش میکنی دل جاں دهم بر آستانت

حال مسکیناں نپرسی زاہ مظلوماں بترس
وہ چہ حیلہ سازم اے جاں بادل نامہربانت

گر بزلفت دست بازم سر ہے پیچد کمند
ور ز لعلت بوسہ خواہم تنگ می آید دہانت

یک نسیم سنبل تو ہر دو عالم زندہ کرد
باش تا گلہائے دیگر بشگفد از گلستانت

اے بوئے تو شگفتہ نو بہار آفرینش
من ندیدم چوں تو باغے آفریں بر باغبانت

۱۷۳	گرچہ از ناز و رعونت چوں حسن بردست ہجر رایگانم می فروشی ہم خریدارم بجانت	۷

سروے چو قد تو در چمن نیست
مشکے چو خطِ تو در ختن نیست

ہر پیرہنے کہ می درد گل
بوئے تو بہ ہیچ پیرہن نیست

بر چوں تو کسے دگر گزیدن
کارِ دگریست کارِ من نیست

دایم سخن از لب تو گویم
شیریں تر ازیں سخن سخن نیست

از عہد ہائے من چہ رنجی
دیوانہ بدست خویشتن نیست

جاں پیشِ خیال تو فشاندیم
مارا سرِ بے توزیستن نیست

۱۷۴	گفتی کہ چرا جدائی از من ایں از فلکست از حسن نیست	۷

ے یازم

اے دلم را تا قیامت با تو پیمانے درست
نیست از دستِ غمت در ہیچ تن جانے درست

گر ز در بیروں خرامے ایں چنیں دامن کشاں
خلق مسکیں را کجا ماند گریبانے درست

گر کسے پرسد چہا دارید از ملک جہاں
یک دلِ صد پارۂ داریم و پیمانے درست

تا شکستی زلف کافر کیشِ ظالم پیشہ را
آں شکستہ با کسے نگذاشت ایمانے درست

نار اگر با خندہ شیرینت لافے مے زند
در دہانِ او نہ مانم نیز دندانے درست

ترک من تا تیر غمزہ راست کرد از ہر طرف
میکشم پیوستہ من از سینہ پیکانے درست

۱۷۵	گر برغبتؒ بشنوی یک روز بیتے از حسن تحفہ آر و پیشِ تو ہر روز دیوانے درست	۷

ساقی شب ما شب دراز ست
رویت نگریم و سجدہ آریم
شہنامہ چہ خواست کرو محمود
با وصل تو ام نساخت کارے

می دہ کہ در امید باز ست
در مذہب ما ہمیں نماز ست
او عاشق قصۂ ایاز ست
ایں کار بدست کارساز ست

از ناز نمی کنی بمن روئے از زلف و رخ تو عشرتم را	روئے کہ تراست جائے نازست شمع روشن شب درازست

۱۷۶	تا شیوۂ تست سر بسر ناز تدبیر حسن ہمہ نیازست	۷

اشکم ز تیغ غمزۂ خوباں رواں ترست
صبرم ز گنج وصل عزیزاں نہاں ترست
سیل سرشک بارے نمی ایستد دمے
ہر روز ایں گلیم کہ دارم گراں ترست
جانا دل مرا بجہاں نیست خانۂ
ویں عقل خانہ سوختہ بے خان ماں ترست
گرد از مہ و ستارہ برآور کہ دمبدم
از طالعے کہ داشتۂ کامراں ترست
گہ گہ سلام خشک ز تو می رسید یار
امسال آں فراج کہ دیدم چناں ترست
از چشم تو بزلف تو جستم پناہ لیک
ہندوئے تو ز ترک تو نامہرباں ترست

۱۷۷	اندر ہوائے عشق تو حال حسن نگر او پیر می شود سخن او جواں ترست	۴

اے ترک بادہ نوش خرد جرعہ چین تست — دلہیم ہے بری مگر این شیوہ دین تست

ہر گل مراز باغ رخت ہست صد بہار — اول ہمان بنفشہ کہ بر یاسمین تست

این دل کہ ما بساعد سیمینت بستہ ایم — تو ہمچنین شمار کہ در آستین تست

۱۷۸	اے شاہ نیکوان دل ماکے رسد بما جملہ خزینہا چو بمہر نگین تست	۷

ردیف ج

اگر بدیدن آثار رحمتی محتاج — خطے چو مشک ترش بین بگرد صفحۂ عاج

کنون کہ ختم شدش بر تبان نبوت حسن — ز زلف تیرہ بر انگیخت لیلۃ المعراج

بیا کہ بے تو خرابیم چون تن بے سر — تو بر تن ہمہ سر باش و بر سر ہمہ تاج

بجست وجوے تمنا کنم غلو نکنم — چو واقفی تو بحاجت چہ حاجتست لجاج

سپہ کشیدن نوفل بداں نمی آرزد — کہ عشق با ختن قیس را کند تاراج

ستادہ ایم برین در نظر برحمت تو — چو قصہ دادہ بسلطاں جماعت محتاج

۱۷۹	سلامت از دل و دیں حسن چہ میجوئی نہ دیہ ماند نہ دہقان چہ واجبست خراج	۷

اے کہ پیوستہ بود ابروئے تو با ما کج — وعدہ ہائے تو چو زلف تو ز سر تا پا کج

الف قد تو از قد الف راست ترست — ابرویت راست چو نونست و بر و طغرا کج

اے قدِ خوب تو چوں دین مسلماناں راست
دل چو برگشت ز من ہم من ازو برگشتم
بنشیں میر منی حکم کریمانہ بکن
بے نیازی خدا کار ہمہ راست کند

طرۂ کافر تو ہمچو خطِ ترسا کج
تیغ کج را نتواں کرد نیام الا کج
کعبتینی کہ نشست است بجنب ما کج
ورنہ از کوشش فرعون رود دریا کج

۱۸۰

در رہِ عشق چو رُخ راست روانند ہمہ
اے حسنؔ تا تو چو فرزیں نروی آنجا کج

۷

ردیف د

آں قوم کہ مے حرام گیرند
گر سوختہ نیست دردی آشام
عشاق تو مقبل اند و مردود
گر سرو دریں زمین نروید
صیاد مرا یکے بیاموز
رخش از درِ دل بروں میفگن

بر یادِ لب تو جام گیرند
بے آتشِ عشق خام گیرند
تا زیں دو مرا کدام گیرند
بالائے ترا تمام گیرند
دولت بکدام دام گیرند
حاجت خواہاں لگام گیرند

۱۸۱

وصفے ز حسنؔ اگر پذیری
او را ملک الکلام گیرند

۶

رخت را در صفت مہ می تواں کرد
صفاتش را یکے دہ می تواں کرد

بہا در منزل وصل آے امشب — حدیث ناز در رہ می تواں کرد
نظیر تو توئی وین نکتہ امروز — ز آئینہ موجہ می تواں کرد
مرا از روئے تو روئے گلہ نیست — سپاس الحمد للہ می تواں کرد
دعائے در رُخ تو می تواں گفت — نیازے در سحرگہ می تواں کرد

۱۸۲ — حسن را بر معانی شاہ کردند
ز اقبال ملک شہ می تواں کرد — ۷

آں کبک شکر خندہ رفتار دگر دارد — سروش بجز امیدن ہنجار دگر دارد
ہم سبزہ کشد بر گل ہم مشک کشد بر مہ — خوباں ہمہ در کارند او کار دگر دارد
جان و دل من دارند مہر تو چو جاں در تن — کافر بود ار جز تو دلدار دگر دارد
درویش کہ می ورزد مہر رُخ گل رنگش — در خانہ بہر کنجے دینار دگر دارد
مسکیں دلم از زلفش ایماں نبرد دانم — گو در خم ہر موئے زنار دگر دارد
ہر ذرہ کہ در عالم گشتست خریدارش — آں یوسف عہد ما بازار دگر دارد

۱۸۳ — گفت ہمہ بشنیدی حرفے ز حسن بشنو
کاں بلبل باغ تو گلزار دگر دارد — ۷

سرمست ببیں کہ لبہا خوشتر ز نوش دارد — قصدے کہ دارد اول بر عقل و ہوش دارد
از عشق چشم مستش گشتم خراب مطلق — ایں بادۂ محبت یارب چہ جوش دارد
تا خط اوست بر رُخ مایم و آہ و نالہ — تا ہست سبزہ و گل بلبل خروش دارد

ہم جنس خود چو طوطی در آئینہ بہ بیند — نتواند آنکہ خود را یکدم خموش دارد
روئے چو شاہ انجم پوشد بزلف شبگوں — ہم شہر حسے تواں زد با آنکہ توش دارد
دل بر تو گفت فردا از ارش کشم بگوشش — باشد برائے کشتن امشب نکوش دارد

۱۸۴
گم گو حسن ازیں پس اسرار خوبرویاں
ایں درچہ میکشائی دیوار گوش دارد
۹

سخن وراں کہ حدیث سمن براں خوانند — حدیث تو چو در افتد ورق بگردانند
اگر شمایل موزونت را کنند صفت — ہزار سال یکے از ہزار نتوانند
بتان چین و ہمہ چینز شاں نگہ کردم — تو دیرماں کہ بچینزے بتو نمی مانند
بروزگار تو صورتگران ہفت اقلیم — قلم شکستہ و در صورت تو حیرانند
بمکتبے کہ دروں میروی ہمہ طفلاں — بغیر سورۂ یوسف دگر نمی خوانند
اگر ملائکہ گفتند در بشر سخنے — رخ تو دیدہ ازاں گفتہا پشیمانند
شراب حسن تو در جام وصف کے گنجد — کساں کہ جامے ازاں خوردہ اند میدانند
من از جہاں بہ یکے شادم اے مسلماناں — جماعتے کہ دو گویند نامسلمانند

۲۸۵
حسن گلے زگلستان سعدی آوردست
کہ اہل معنی گل چین ایں گلستانند
۶

الوداع اے دل کہ دلبر میرود — روح بخش و روح پرور میرود
ماہ ساں منزل بمنزل رہ گرفت — خور صفت کشور بکشور میرود

در پیش وہم سبک رو رفتہ بودؔ	اوز وہم من سُبک تر میرود
گرچو زر گویم سخن ہم سود نیست	چوں سخن امروز در زر میرود
دل شد و صبر ست پا اندر رکاب	رو کہ سلطاں رفت لشکر میرود

۱۸۶ — در حسن بینگر کہ از حُسنِ وفا
دل نہ و دنبال دل بر میرود — ۵

الغنیاؔر اے دل کہ دل بر میرسد	ماہ اندک سال من در میرسد
بخت میخواندم ز روے دوستیش	بخت بیں ناخواندہ بر سر میرسد
خود کہ می گوید کہ گل رفت او رسید	گر بخو رفت او نکو تر میرسد
ہست ساغر کلہؔ بازار عشق	کلہ رنگیں کُن کہ ساغر میرسد

۱۸۷ — اے حسن بے وقت توبہ میکنی
توبہ بشکن وقت گل در میرسد — ۷

ماہ من کز مہر دل را دل نوازی میکند
خال او ہندوست اما ترک تازی میکند
غمزۂ خونریز او بازیچۂ چشم دلست
ترک وانگہ مست و دیگر تیغ بازی میکند
در کمر گاہش چہ گہ گہ می برد گیسوش دست
تا چہ وستست آں کہ آنجاؔ ہا درازی میکند

۱؎ بستہ ام ۲؎ زر ببار ۳؎ ایں کہ ہر روزے

میکنم جاں پیشکش در بندگی او تمام
گر بہ نیمے بوسہ ام بندہ نوازی میکند
ترک من غازیست اما بس مسلماں کش فتاد
آنچہ کافر را نشاید کرد غازی میکند
یک نسیم طرہ اش تازہ ترست از صد بہار
چوں صبا ہر سال برگل برگ سازی میکند

۱۸۸ — ۴

گر حسن در پاش می افتد زمانے چوں زمیں
آسماں سیرت ہمہ جا سرفرازی میکند

دوش آں ماہ بہنگام سحر خاستہ بود — سحر از روئے چو خورشید خود آراستہ بود
ماہ من عید بتانست مبارک عیدے — عید بین کز جہت روزہ سحر خواستہ بود
مہ چو در چاردہ شب از رخ او تافتہ شد — در شب پانزدہ دیدم قدرے کاستہ بود

۱۸۹ — ۵

جز دم شکر دگر دم نزند بندہ حسن
کہ بچندیں شب از نیساں سحرے خواستہ بود

امروز صبح ماچہ مبارک دمیدہ بود — کاں شوخ را بدل شدگاں دل کشیدہ بود
آں سرو بود یا گل یا باغ نو بہار — یا قطرہ ز ابر بہاری چکیدہ بود
خالش بزیر چشم چو ہندو رہ ہمہ — بنگر کہ در حمایت مژگاں خزیدہ بود
بہائے او نشانہ خونہائے تازہ داشت — زلفیں را چہ گوئی سرہا بریدہ بود

ناگہ طلوع کرد چو صبح از حجاب شب من خواستہ زخواب و تم بر سر آمدہ	بختم خود ایں سعادت در خواب دیدہ بود نو گشت ایں مثل کہ مہ انیجا رسیدہ بود

۱۹۰ — القصہ در شمائل خوبش حسنؔ بدید
ہر قصہ کز لطافت خوباں شنیدہ بود — ۷

مستے کہ می بیاد لب یار در کشد	رخت وجود از تنِ آلودہ بر کشد
فسقے کہ توبہ باشد پایان کار او	بہتر ز طاعتے کہ بہ پندار در کشد
من خاک آں کسم کہ نہد سر بخط جام	بر جرم ساقیاں قلم عفو در کشد
جور جہاں مکش قدح عشق کش از انک	عشقت ازیں جہاں بجہانے دگر کشد
میکن بہ تیغ عشق مرا سینہ شاخ شاخ	آں شاخ گل بود کہ سر اندر سپر کشد
اے شہسوار حُسن در آتا کہ چشم من	بہر نثار نعل تو لعل و گہر کشد

۱۹۱ — کو نعل رخش تو کہ حسنؔ ہر دمش چو داغ
در آتش دل افگند و بر جگر کشد — ۷

دلم قبلہ ہمیں روئے تو دارد	اگر ہرگز ارش زور کہ آرد
رہ امید اری آہ سوزناکم	چرا از آسماں آتش نبارد
رسولت را بجاں گردن نہادم	اگر پیغام با خنجر گذارد
گراز حالم کسے پُرسد بگوئی	دلے دادست و جانے می سپارد
مرا اندازۂ عشق بتاں نیست	سگے پیشانئ شیراں چہ خارد

زہے بخت ار تو انم مرد بہشت | کہ بے تو زندگی لطفے ندارد

۱۹۲

مگر طالع شود یک شب چو ماہے
حسنؔ ہر شب ستارہ می شمارد

۷

خراماں در رسید آں سرو آزاد
نشاندہ خال بر روئے دلاویز
ندانم یا پری بود ست یا حور
بچیں تا نسخۂ بردند زاں روئے
سر اندر کلبہ ام درکرد یارب
بہ بستر بودہ ام درخواب نوشیں

ز سرو آویختہ زلفے چو شمشاد
نشانے از حبش دادہ بہ بغداد
بدیں خوبی نباشد آدمی زاد
ز شاگرداں خجل ماندست استاد
کہ دادش از فرامش گشتہ ہا یاد
کہ شور آں لب شیریں در افتاد

۱۹۳

حسنؔ دست از لب شیریں مکش ہاں
مزن بر پائے خود تیشہ چو فرہاد

۷

عید پارینہ روز ما خوش بود
شب آں روز را چہ شرح دہم
چرخ نرد مراد ما می باخت
شیشۂ صاف و اندرو مے ناب
ندار ہا دل بزخمہ خوش کردہ
دوستاں را برائے یک دیگر

بادہ در دست و یار درکش بود
دور ازیں روز ہا شبے خوش بود
نقش پروین دراں میان شش بود
آب گوئی خلاف آتش بود
جز کمانچہ کہ درکشا کش بود
مژہ جاروب و دیدہ مفرش بود

١٩٤ — **٨**

سگِ آں آستاں حسن بود دست
گرچہ سگ بود آدمی وشش بود

گر سرو من از خانہ یکبار بروں آید — گل در ہمہ بستاں ہا بے خار بروں آید

از غمزۂ او تیرے بنشست مرا در دل — آں تیر کہ پیکانش دشوار بروں آید

ہستم سگِ کوئے او اما چہ سگم آں سگ — گو ہم قدمِ شیراں از غار بروں آید

در خلقے کافتد ذکر لبِ شیرینش — از حجرۂ ہر صوفی خمّار بروں آید

گر شوقِ سرِ زلفش از اہلِ صفا جوئی — اندر تہِ ہر خرقہ زنّار بروں آید

جانے ست دریں سینہ مشغول بیار خود — روزے کہ بخوانندش با یار بروں آید

ہر راہ روے گو شد در راہ انا الحق گم — سر رشتۂ تدبیرش از دار بروں آید

١٩٥ — **٧**

کو دوست کہ بر وارد از پیش حسن ہستی
باشد کہ ازیں زنداں یکبار بروں آید

روئے چوں صبح تو بر نور قمر می خندد — لب شیریں تو بر تنگ شکر می خندد

یار گاہے کہ تبسم کند آں دانی چیست — درج یاقوت کہ بر لعل و گہر می خندد

لبِ لعل تو بداں لطف و طراوت گوئی — برگ لالہ است کہ بر غنچۂ تر می خندد

روئے خنداں تو دیدست مگر گل در خواب — کہ چناں تازہ و خوش وقت سحر می خندد

جائے خند است کہ در پیش تو میخندد نا — تو شکر خندی و او خوں جگر می خندد

سر افلاک بنظارۂ دندانت بگشت — کیں چہ پروین کہ بر شمس و قمر می خندد

۶	دی زمانے کہ تو در روئے حسن خندیدی خلق گفتند کہ از شادی زر می خندد	۱۹۶

منم از یار جدا مانده و دل داده بباد
وقت آنست کہ آہے کنم و فریادے
گفتی آں یار ہمہ عمر گہے یاد تو کرد
دل شیریں نخور و نیم جوئے غصہ اگر
نامرادی جہاں بر دلِ خود خوش کردم
چشم او عین بلا گشت و مرا ناوک درد
حق بدستم بود ار دم نزنم در غمِ او
داد چوں خواہم ازاں شاہ کہ دوران عشق

ایں چہ روزست کہ دشمن بچنیں روز مباد
وہ کہ نہ طاقت آہست و نہ زور فریاد
من نہ پندارم و واللہ کہ نمی آید یاد
جان شیریں دہد اندر غمِ شیریں فرہاد
اگر او راز من دل شدہ انیست مراد
ہم ازاں چشم رسیدست کہ چشمش مرساد
غم او ہمدم جانست بروں نتواں داد
پست کردست چو دیوار دلم را در داد

۵	حسن از خون دل از دیدہ فتادت سہلست دل بتقدیر خدا نہ چہ تواں کرد فتاد	۱۹۷

یاد تو جمعیت جان پریشاں بس بود
چشم ہر ناظر بمنظورے منور کردہ اند
سنبلہ بر مہ چہ میسائی و سنبل بر سمن
گفتیم چوں زلف من ہر سوے میلے افتدت

درد تو داروے جمعے سینہ ریشاں بس بود
تو تیائے گرگ گرد راہ میشاں بس بود
زیور خوباں ہمیں خوبی ایشاں بس بود
گر عتابے میکنی ایں یک پریشاں بس بود

تا حسن معشوق خویشت خواند از خویشاں برید

۱۹۸	عشق خویشاوند شد پیوند خویشاں بس بود	۵

دوش جاناں تا سحر با جان من دمساز بود	ہر قدر مارا نیاز اندر سر او ناز بود
کردم آہنگ درش تا خاک راہ او شوم	آں رہے بر اہل و آں آہنگ ہم برساز بود
شاہ را دیدم دعا کردم اجابت یافتم	پاسباناں خفتہ و درہائے رحمت باز بود
لعل میگونش مرا زد طعنہا چوں سنگ سخت	اے عفا اللہ می نخوردہ ایں چنیں سنگ انداز بود

۱۹۹	در خم معنی حسن را شیرۂ نور بخت عشق شیرہ از خمخانہ مستے کہ در شیراز بود	۷

دوش دستم بسر گیسوئے آں ماہ رسید	ہر چہ دل خواستہ بود دست بدنخواہ رسید
سالہا دل شب گیسوئے تراجست و نیافت	ایں شب تیرہ ام آخر بسحر گاہ رسید
چشم تاریک من از طلعت او شد روشن	دیدہ از پرتو آں روئے بیک ماہ رسید
ہور مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد	دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید
یک سحر آہ زدم از سر نومیدی خود	ایں ہمہ دولت امیدم ازاں آہ رسید
خواستم کو برسد منت غیرے نبود	آنچہ می خواستم المنۃ للہ رسید

۲۰۰	حسن امروز سر اندر قدمم یار آورد اے خوش آں بیدق مقبل کہ بدیں شاہ رسید	۷

ما قصہ نوشتیم بسلطاں کہ رساند	جاں ساختہ کردیم بجاناں کہ رساند

مرغان غریبیم اسیر قفس ہجر
مارا ز قفس باز بہ بستاں کہ رساند

حال من مسکیں بدل آرام کہ گوید
درد دل موراں بہ سلیماں کہ رساند

بوئے سر آں زلف دریں کلبہ کہ آرد
پیراہن یوسف سوئے کنعاں کہ رساند

گیرم چو سکندر ہمہ جائے رسدم دست
پایم بسر چشمۂ حیواں کہ رساند

گفتی کہ مرا حال دل خویش بگوئی
من خود کنم آغاز بپایاں کہ رساند

۲۰۱

جاں می طلبد یار و حسنؔ منتظر آنک
ایں مژدۂ جاں بخش بجاناں کہ رساند

۷

مرا ہوائے گل از روئے یار یاد دہد
نسیم صبح ز بوئے نگار یاد دہد

تنم ز روئے برانداخت پردہ نیست کسے
کہ بلبلاں را از نوبہار یاد دہد

بیک نظارہ ازو قانعم کرا زہرہ
کہ ذکر بوسہ کند یا کنار یاد دہد

براوج منظرش آں فاختہ نکو بنشست
مگر بنالد و زیں دوستدار یاد دہد

سگِ درش شدہ ام سالہا چہ باشد اگر
شبے درآید و آں روزگار یاد دہد

کجاست مطرب پارینہ تا حریفاں را
سرود گوید و ایام پار یاد دہد

۲۰۲

حسنؔ بگو غزل خوش بود کہ خوش خوانے
بدیں بہانہ ترا پیشِ یار یاد دہد

۹

ہر دل کہ در حمایت آں دلربا رود
کارش ہمہ موافق کام و ہوا رود

دلہائے عاشقاں ہمہ ہمراہ دلبرست
خوش لشکرے کہ در پئے بادشا رود

خوش وقت آنکہ صبحدمے یار در برش
خنداں چو گل در آید و خوش چوں صبا رود

خواہم کہ دست بوسم و در پایش اوفتم
ترسم کہ جاں میانۂ ایں دست و پا رود

اے مردم دو دیدہ یکے گرد ما برآئے
باشد کہ گرد راہ تو در چشم ما رود

داری تو زخم تیغ رواں ما سرشک خوں
روزے میان ما و توایں ماجرا رود

باران رحمتی تو و ما در دعائے تو
رحمت بران زباں کہ براو ایں دعا رود

قاصد تو باز گرد کہ امکاں ندارد آنک
پیغام ما بداں حرم کبریا رود

٢٠٣

گفتی حسن چہ بر در من جائے ساختست
او جز در تو جائے ندارد کجا رود

٧

کرا گویم کہ شبہائے فراق دوست باز آمد
تنم چوں شمع ہر شب تا سحر کہ در گداز آمد

سر زلفش کہ دور افتاد باز از دست امیدم
دگر بارم یکے اندیشۂ دور و دراز آمد

قبول خاطر عاشق بود ہر چہ از نگار آید
پذیرائے دل محمود شد ہر چہ از ایاز آمد

بجز دلدار نپسندم دگر، اینست تدبیرم
بحمد للہ کہ تدبیر پسندیدہ دراز آمد

اجازت داد دوشم تا میان او ببر گیرم
طمع بسیاری کردم ولے با ہیچ باز آمد

جمال او تجلی کرد بر صحن چمن گوئی
کہ سبزہ در سجود افتاد سرو اندر نماز آمد

۲۰۴	حسنؔ دریوزہ وصل بتاں راازدر دلہا نیازے میکند از نوہمانا نو بناز آمد	۶

کسے کہ دل بچو تو شوخ خود مراد دہد چو تو نہال بہر خانہ کہ بنشانند بنہ زخاک در خویش بر سرم کلہے چو جام وصل کشی سوئے من اشارت کن تو آنچناں نہ کز بیکسانت آید یاد	مراد خویش چوں امید من بباد دہد بجائے میوہ بلاہائے خانہ زاد دہد کہ آں کلہ خبر از تاج کیقباد دہد کہ جرعۂ بغریبان نامراد دہد مرا کسے نہ کہ بر خاطر تو یاد دہد

۲۰۵	بہیچ وقت نگردید کعبتین حسنؔ چنانکہ مہرۂ امید را کشاد دہد	۷

باز فصل گل رسید آں گلرخ ما کے رسد
سرو ہم بالا کشید آں سرو بالا کے رسد
ہر کس از شاخ امید خویش بر ہا خورد و من
انتظار میوۂ خود میکشم تا کے رسد
آرزو دارم کہ حلوائے خورم از لعل او
او شکر را تنگ بربستست حلوا کے رسد

من کنار از موج اشک خود چو دریا کردہ ام
یارب آں دُرِّ گرانمایہ بدریا کے رسد

گفتی اے قاصد کہ آں مہ در فلاں منزل رسید
جائے او جان منست ایں گو کہ اینجا کے رسد

آں یکے میگفت فردا خواہد آمد وقت صبح
خواب از چشمم برفت امشب کہ فردا کے رسد

۲۰۶

باز میگوید حسن ایں بیت از دوریٔ او
باز فصل گل رسید آں گلرخ ما کے رسد

۷

دوشینہ چہ شب بود کہ دلدار درآمد
گوئی کہ مسیح از در بیمار درآمد

تاریک شبے داشتم و تلخ حیاتے
ناگاہ یکے شمع شکر بار درآمد

بس عاشق بیدل بیک پرتو آں رو
جانش بسرا پردۂ انوار درآمد

بس عابد زاہد کہ بیک جنبش آں زلف
از خرقہ بروں رفت و بہ زنار درآمد

پار آنکہ بُد استاد دلستان طریقت
امسال بشاگردی استاد درآمد

یک خانہ گرفتم بسر کوئے سلامت
غوغائے غمش از در و دیوار درآمد

۲۰۷

یک چند بروں شد حسن از مجلس مستاں
دید آں لب میگوں و دگر بار درآمد

۷

ترک من گر پردہ برگیرد جہاں غارت شود
ور بخندد رخت دین و نقد جاں غارت شود

ماہ ہر شب بارخ زیباش باز د نرد لاف
چوں سحر شد مہر ماہش از آسماں غارت شود-

لہ قطرہ

دل جگشت ازعہد بی عیش ہمہ آوارہ شد
عقل را ضبطے نماند از دل بروں افتاد راز
بر در ہر خانہ دی در شہر کردند ایں ندا
یار ترسا شد ولے ترسم کہ مشتے بے نمک

ہر کہ نقد قلب زد لابد دکاں غارت شود
شحنہ چوں مغلوب شد دہ در زماں غارت شود
ہر کہ عاشق گرد داو راجان و ماں غارت شود
شورے انگیزند و حلوا درمیاں غارت شود

٢٠٨

غوریانہ غارتے کن لشکر مصریش را
بارگی باید حسن تا سیستاں غارت شود

٧

ہر کہ ز اصحاب سخن نبود سخن داں کے شود
ایں کہ ابر از آسماں بارد اگر بارد گلاب
خوف "من احببت" دراسرار منزل خواندہ اند
در رہ حق عارفاں راہست خلوت خانۂ
اہل دل در اندر افشانی ز درج معرفت
از سخن دزدی نیاروشد کسے صاحب سخن

آنکہ از گردے گریزد مرد میداں کے شود
آنچہ خارستاں بود ہرگز گلستاں کے شود
تا خدا ندہد ہدیٰ کافر مسلماں کے شود
آنکہ محروم ست ازاں رہ محرم جاں کے شود
آنکہ در جگ دزد باشد او درافشاں کے شود
دیو اگر انگشتری دزدد سلیماں کے شود

٢٠٩

از فضول حاسداں فضل حسن مخفی نماند
آفتاب اندر پر خفاش پنہاں کے شود

٧

آں سرو قدانے کہ چو گل خندہ زنانند
در وعدۂ وصل ارچہ ہمہ تلخ مزاجند
کشتہ شدگان لب خونخوارۂ محبوب

بس سنگدلانند اگر سیم تنانند
در دادن دشنام چہ شیریں سخنانند
تا روز قیامت ہمہ رنگیں کفنانند

چندیں چہ زخانہ طلبی دل شدگاں را
از چاہِ زنخدانِ بتاں در گذرائے دل
در جعد شکن بر شکن افتادہ چہ پیچی

کاں قوم خرابی طلب بے وطنانند
مفریب بداں موئے کہ مشکین رسنانند
ہشدار کہ آں طائفہ توبہ شکنانند

۲۱۰

منگر حسن آں ذوق شکرخندۂ خوباں
کز غمزہ خونیں ہمہ شمشیر زنانند

۷

دلم خوں کرد دلدارم، چنیں دلداری دارد
دریں اندوہ کز عمرم مراجاں دادن آساں نیست
رقیباں چارۂ کارم ہمی بسازند ہموارہ
سگ کویت اگر خصمی نمود اہلِ خصومت را
ندید ایں چشم من یکروز روئے عیش لیک امشب
دلم بر بستر عشقت بیاد وصل و داغ غم

بصد غم میکند خوارم چنیں غمخواری دارد
طریق صبر می ورزم ولے دشواری دارد
ولے بختِ من بیچارہ ناہمواری دارد
بماہمرہ کنش یارا کہ باما یاری دارد
زشادی خیالت غم شب بیداری دارد
گہے زندہ است وگہ مردہ چنیں بیماری دارد

۲۱۱

حسن راحال درہم شد طبیباں ترک مرہم گو
علاج تو چہ کار آید کہ زخم کاری دارد

۷

دردے کہ در او دوا نگنجد
وصلت بدعا چگونہ خواہم
مستانہ زنیم سر بپایت
عشق آمد و عقل رخت بربست

جز در دل مبتلا نگنجد
چوں نام تو در دعا نگنجد
در طاعتِ ما ریا نگنجد
یک شہر دو بادشا نگنجد

جاں چیست چو ما یگانہ گشتیم
بیگانہ میاں ما نگنجد
با تو غمِ اہل بیت نتواں
یک قافیہ در دو جا نگنجد

۲۱۲

جائے تو ورائے وہم و فہمست
آنجا حسنؔ علا نگنجد

۶

انوار تو در نظر نگنجد
آثار تو در خبر نگنجد
عشق تو چو حور اے پری رُخ
در حوصلۂ بشر نگنجد
راہِ تو رہِ مجرّداں است
با مُرغ تو بال و پر نگنجد
گفتی ز در دگر سخن گوئے
آنجا سخن دگر نگنجد
خاک در تو چہ چشم داریم
آں سرمہ دریں بصر نگنجد

۲۱۳

من بندہ حسنؔ چگونہ گویم
حرفے کہ بگفت در نگنجد

۷

اوصاف تو در زباں نگنجد
اسرار تو در بیاں نگنجد
سودائے لب تو چوں تواں پخت
کاں لقمہ دریں دہاں نگنجد
گر نسبت گل کنم بروئت
گُل در ہمہ بوستاں نگنجد
ور وصف رخت کنم بخورشید
خورشید در آسماں نگنجد
جاں پیش کشم چوں تو در آئی
در خلوتِ یار جاں نگنجد
عشقِ تو درونِ جانِ درویش
ملکیست کہ در جہاں نگنجد

۲۱۴ | ۶

با من تو یکے شوی حسن گفت
نا اہل دریں میاں نگنجد

باز امروز بہ میخانہ گذر خواہم کرد
وجہ عیش و طرب از روے بتاں خواہم ساخت
سبب رقص گواہی من ار نشنودند
ملک معنی ز دلِ زندہ دلاں خواہم جست
از سر زلف بتاں بند قبا خواہم ساخت

شنعت و شورش دوشینہ زسر خواہم کرد
خرقۂ ہستی ازیں نقش بدر خواہم کرد
من ازیں ذوق یکے رقص دگر خواہم کرد
علم از عالم ایں طائفہ بر خواہم کرد
وز خم گیسوے شاں بند کمر خواہم کرد

۲۱۵ | ۱۰

نیکواں ہر چہ کنند اے حسن اندر حق تو
بد مکن دل کہ ترا نیز خبر خواہم کرد

حکایت شب ہجراں یار نتواں کرد
بداں کہ یار ز ما دوری اختیار کند
سپاس دارم اگر در غمش ہلاک شوم
دوائے درد دل از کس نمیتوانم خواست
کنار کرد بیکبار خوابم از دیدہ
نخست زر زدم از دیدہ پس شدم عاشق
اگر چناں کہ چنیں دل ز خلق خواہی برد
بوصل میدہدم وعدہ غمزہ ات لیکن

شکایت ستم روزگار نتواں کرد
بجائے او دگرے اختیار نتواں کرد
برائے غم گلہ زاں نگار نتواں کرد
چرا کہ راز نہاں آشکار نتواں کرد
کہ در میانہ دریا قرار نتواں کرد
کہ مایہ تا نبود ہیچ کار نتواں کرد
بگرد کوئے تو دیگر گذار نتواں کرد
بقول مردم مست اعتبار نتواں کرد

مگر ترا بکنار آورم شبے ورنہ
بہ بوسہ از دہنت اختصار تواں کرد

۲۱۶

ز آب دیدہ حسن را کنار جیحوں شد
ہزار اے او بہ ازیں در کنار تواں کرد

۵

ز چشمت چشم آں دارم کہ از چشمم نیندازد
بچشمانت کہ چشمانم بچشمانِ تو می نازد
زکات چشم چشمے کن بسوئے چشمم از رحمت
کہ چشمم را بجز چشمت دگر چشمے نمی سازد
رواں گردید بے چشمت ز چشمم چشمہائے خوں
اگر چشمم تو چشمم راز چشم خود نیندازد
ز چشمت چشم بر گیرم چو چشمت گوشہ گیرم
کہ با چشم تو چشم من تو گوئی چشم می بازد

۲۱۷

حسن تا دید چشمت را بچشمت ہر زماں چشمے
بچشمک می زند چشمے اگر چشم تو بنوازد

۷

ماہِ من از مشرق جمال برآمد
اخترم از خانہ وبال برآمد
عشق تواں باخت برابروئے معشوق
عید تواں کرد چوں ہلال برآمد
خوئے چو ستارہ زرخ بروں زدہ گوئی
کوکبۂ ماہ باکمال برآمد
صبحدمے فال نیک چشم از افلاک
طالع شاہ خجستہ فال برآمد
خسرو عادل علائے دنیا و دیں
قرعہ دولت ہزار سال برآمد
بخت چو زد سکہ عمر و مملکتش را
ہر دو طرف نقش لایزال برآمد

۱۱۸

در د حسن شد مزید فضل و جلالش
آں ہمہ از فضل ذو الجلال برآمد

۷

روئے گل از ہوا نمے دارد　　پشت شاخ از صبا خمے دارد
مرغ ہر بامداد نالۂ زار　　از چہ دارد مگر غمے دارد
باغ بنگر دروں و بیروں خوش　　ہمچوں من وقت خرمے دارد
گرچہ امروز فاختہ بربام　　صدق و سجع دمادمے دارد
ساقیا خیز و مے بدہ کہ حسن　　سر ایں گفت و گونمے دارد
دلش آسودہ از غم عالم　　تا چہ آسودہ عالمے دارد

٢١٩

کعبۂ دیں علائے دنیا انک
ہر کفے ہمچو زمزمے دارد

٧

باز گل روئے خویشتن بگشاد　　بلبل مست را سخن بگشاد
دل مرغاں بسبزہ آرامید　　چشم نرگس بیاسمن بگشاد
صبحدم مے وزید بادے خوش　　گل گریبان پیرہن بگشاد
بت من چوں بباغ شد گوئی　　درے از خلد بر چمن بگشاد
باز خندہ زناں چو رفت بشہر　　گریہ از چشم مرد و زن بگشاد
رازِ عشقت نمی کشادم من　　چکنم آبِ چشم من بگشاد

٢٢٠

حقۂ در کہ بستہ بود لبش
ہمہ از دیدۂ حسن بگشاد

٦

دل من جز ترا نمی خواہد　　بے بقایت بقا نمی خواہد

حاجی کو طواف کوی تو برد — حج خود را روا نمی خواهد
آنکه بیمار نشتر عشق است — رنج خود را شفا نمی خواهد
ما دعا میکنیم لیکن بخت — حاجتِ ما روا نمی خواهد
من همی خواهم و تو میخواهی — چکنم چوں خدا نمی خواهد

۲۲۱	حسن ار جان دهد ترا بپذیر می به بخشند بها نمی خواهد	۷

باز گل از باغ رفت باد صبا میرود — آبِ دو چشم روانست آب چرا میرود
خیلِ چمن میرود آمدنش از چه بود — بر من ازین رفتنش وه که چها میرود
رفتنِ او چوں که دید واں قدِ بالائے او — سرو نشستا دگفت این چه بلا میرود
اے گل دلها دمے عیش من از روے خویش — تازه چو گل کن که عمر همچوں صبا میرود
ناله شد از حد بروں درد نرفت از دروں — تا تو نباشی طبیب درد کجا میرود
دوست رسید و فزود حسرتِ ما آنچه بود — آمدنش چوں گلست آمد و وا میرود

۲۲۲	هر چه ز تو میرود بر حسن آں شاکر است حمل وفا میکند گرچه جفا میرود	۷

درد ما را هسم او دوا داند — کو هست درمان هر که درماند
دل دیوانگاں بگیسوئے اوست — کیست کاں سلسله بجنباند
تحفهٔ ما فرو نمی خواند — آنکه در مکتبش فرستاند

لشکر عشق او بلائے خداست
گر بدریا در افگند مارا
عقل ما مرد عشق او شدنی

این بلارا که باز گرداند
سوز ما شور او فروشاند
گربہ با شیر پنجہ نتواند

۲۲۳
حسن از پیش چشم او بگریز
ترک مستت و تیغ میراند
۷

دلا بے وصل جاناں چوں تواں بود
مرا گو پند صابر باش بے دوست
حدیث عشق ما صحرا اگر فتست
چو گل در جلوہ شد بلبل ہمیگفت
اگر نبود نمکدان لب تو
چو آید پاکشاں زلف چو زنار

گر او جانست بے جاں چوں تواں بود
چو بے او بو دنتواں چوں تواں بود
بکنج خانہ پنہاں چوں تواں بود
کہ اکنوں بے گلستاں چوں تواں بود
بخوان خلد مہماں چوں تواں بود
دراں خانہ مسلماں چوں تواں بود

۲۲۴
حسن معشوق آں دارد زخوباں
بگو آں خود کہ بے آں چوں تواں بود
۷

گر خط شبگونت گرد ماہ برآید
شحنہ شہر ار کند تفحص خوباں
دوش چو طالع شدی شمع بکشتم
ور برہے بگذری بسایۂ قدت

از دل تفتہ ہزار آہ برآید
ہر طرف آواز داد خواہ برآید
شمع چہ حاجت بود چو ماہ برآید
طوبے دیگر میان راہ برآید

مصلحتم را نظر بمرحمت نست | کار رعیت بلطف شاہ برآید
گر بچکد بر زمیں ز برگ گلت خوے | صد سمن از بیخ ہر گیاہ برآید

۲۲۵ سوئے زنخدانت بر کلالہ مشکیں
تا دلِ مسکیں حسن زچاہ برآید ۷

بوئے راحت در ہمہ عالم نماند | آدمیت در بنی آدم نماند
چند پرسے از نکو نامے از انک | نیک نامے در ہمہ عالم نماند
ماندہ ام بایک دل صد جائے ریش | چوں کنم کاندر جہاں مرہم نماند
مردم از غم چوں رہم انصاف رفت | بیژن از چہ کے رہد رستم نماند
یک نفس در کار بود آں ہم گسست | نیم جانے ماندہ بود آں ہم نماند
باکہ خواہم دم زدن از محرماں | محرمیت را چو یک ہمدم نماند

۲۲۶ حال محرم بشنو از بندہ حسن
در ہمہ عالم چو یک محرم نماند ۷

چنیں کاں تازہ گلنار آفریدند | نمودے از رُخِ یار آفریدند
چو باغ حسن او گلہا بروں زد | زیک گل ہشت گلزار آفریدند
شبے تارے ز زلف یار سر زد | ہماں شب مشک تاتار آفریدند
مگر وصف لب او خواست گفتن | کہ طوطی را شکر خوار آفریدند
ز بویش چشم تیرہ روشنی یافت | مگر یوسف دگر بار آفریدند

تو اے زاہد عزیزو پارسا باش — حسن را خوار مے خوار آفریدند

۲۲۷

نزیبد عاشقاں را پارسائی
کہ ایشاں را گنہگار آفریدند

۵

مرا یکروز دیدارت بہ از صد روز عید افتد — مبادا گر تو بر گردم ہمہ عیدم وعید افتد
دعائے گفتن و دادے شنیدم آرزو دارم — اگر مکن پیش ازاں کیں کار در گفت و شنید افتد
تو گراز تا زتیغ خود نیالائی بخون من — میان کشتہا افتم مگر نامم شہید افتد
مبارک روئے تو باآں جمال بیش زاندازہ — بداں نوروز می ماند کہ اندر روز عید افتد

۲۲۸

حسن از تو نظرہا چشم میدارد اگرچہ تو
نظر کمتر کنی برکس چو افتد بر مزید افتد

۷

دل در غم رخت کہ ہمہ درد می شود — درمان درد من چہ تواں کرد می شود
گہ گاہ نرگست نظرے می کند بمن — شک نیست آنکہ مست جوانمرد می شود
از رشک رنگ چہرہ ئست آنکہ آفتاب — ہر روز سرخ می شود و زرد می شود
دعوی حسن طلعت تو می کند ہمے — ہم خود ز شرم دعوی خود سرد می شود
اے آفتاب مشرق میداں بگرد گوئے — چندیں مگرد گوئے تو پر گرد می شود
عشقت لسوئے شہر وہ آوردہ میبرم — شہرے چو من فدائے رہ آورد می شود

۲۲۹

در عشق روز خواب و خورم آگہے نبود
بندہ حسن زہر دو جہاں فرد می شود

۷

چشم مستت قصد ہشیاری کند
دم بدم در پردہ خونخواری کند

در مسلمانی روا باشد کہ او
بیگناہے مردم آزاری کند

کافر زلفت سرش ببریدہ باد
روز ما را چوں شب تاری کند

باکمند زلف ترک چشم تو
ہر شبے تا روز عیاری کند

از خطا باشد کہ یا خاک درت
خود فروشی مشک تاتاری کند

از فراقت جاوداں رستم اگر
دلبرا وصل توام یاری کند

۲۳۰

در فراقت خوں ہمی گرید حسنؔ
وائے اگر او گریہ و زاری کند

۵

باز جانم را غمے سخت افتاد
خون دل چوں بادہ یک لخت اوفتاد

چہرۂ امیدم از نطع مراد
ہمچو رخ بر گوشۂ تخت اوفتاد

چوں شود حالم دریں سیلاب غم
ہم شتر غلطید و ہم رخت اوفتاد

صبر گم، دل غائب، و دلدار دور
بخت ما بنگر چہ بدبخت اوفتاد

۲۳۱

اے حسنؔ مردانہ بر سختئ عشق
دل بنہ کیں واقعہ سخت اوفتاد

۶

چشم تو گرچہ میکشد عاشق و نازمی کند
عاشق خستہ ہمچناں عرض نیاز می کند

قبلۂ عاشقاں توئی ہر کہ بسجود بندگی
جز برخ تو می کند سہو نماز می کند

در نظر محققاں راہ زن مخالفست
خواجہ کہ از رہ ہوا عزم حجاز می کند

مُرغ دلِ شکستگاں یار گرفت و صید کرد بر لحد سبکتگیں بگزر و حال او ببیں	باز خوش آمدش مگر صید کہ بازمی کند خاک شدست ہمچناں یاد ایاز می کند

(۲۳۱) دی حسن شکستہ را بندۂ خویش باز خواند
لطف نگر کہ آں شہ بندہ نوازمی کند (۶)

دیر شد یار من بہ من نرسید	بلکہ بوئے ازاں چمن نرسید
یوسف من زمن جُدا اُفتاد	دیدہ خوں گشت و پیرہن نرسید
ہر کہ نامد ز خویشتن بیروں	او بمقصود خویشتن نرسید
دوش قربان عشق می گشتم	چشم ترک تیغ زن نرسید
بہ تمنائے گیسوئے و ذقنش	در چہ افتادم و رسن نرسید

(۱۳۲) عالمے مست شد ز جام لبش
جُرعۂ حصۂ حسن نرسید (۶)

گرت روم بہ فدا عمر دوستاں تو باد	ہزار جان گرامی فدائے جاں تو باد
بوئے وصل تو کے پروریم جاں در تن	کہ آفرین خدا بر تن و رواں تو باد
از آستان تو دارم مراد ہر دو جہاں	کہ حادثات جہاں دور ز آستاں تو باد
مرا سریست بلاکش وگر قبول افتد	فدائے پائے سگ کوی پاسباں تو باد
ہزاں سرے کہ دراں سر ہوائے عشق نبود	چو راہ خاک فتادہ بر آستاں تو باد

بہ رحمت نظرے کن تو بر حسن اے دوست

۲۳۳ | که در غمِ تو چناں شد که دشمناں تو باد | ۷

فلک با کس دلِ یکتا ندارد
زصد دیده یکے بینا ندارد
درخت دہر سرتاپا بے خار است
تو گل میجوئی او اصلا ندارد
جہاں از مردمیہا مرداں را
نویدے میدہد امّا ندارد
دریں کوار کسے سر که فروشد
مرنج از وے که او حلوا ندارد
کسے کز ہفت بام چرخ بگذشت
بباغ ہشت در ماوا ندارد
کسے کاینجا مربع می نشیند
دراں ایواں ہماں خود جا ندارد

۲۳۴ | حسن آخر چرا اندیشی امروز
ازاں فردا که پس فردا ندارد | ۵

زہر که رایحۂ روح بخش جود آید
بر آستان درش شیر در سجود آید
ازاں تراز عدم در وجود آورد نشد
که از تو مردمے وجود در وجود آید
کسے که قاف قناعت وطن چو عنقا کرد
کجا دگر بدو عالم سرش فرود آید
گلیم فقر من از اطلس زمانه به است
کجا برم قصبے را که بوئے دود آید

۲۳۵ | حسن زنیک و بد روزگار شکوه مکن
خوش است ہرچه که از واجب الوجود آید | ۱۰

باغ خوبی تو از سر تازه شد
خطِ تو چوں سبزۂ تر تازه شد

سایۂ قد تو بر بستاں فتاد — رونق سرو و صنوبر تازہ شد

روئے تست آں گل چو از خوئے گشتہ تر — یا بہشت از آبِ کوثر تازہ شد

زلف جاں ار بر بہ بستی گرد سر — زندگانئ من از سر تازہ شد

گل ز رشک روئے او پژمردہ بود — در عرق چوں وید از سر تازہ شد

بوئے گیسویت بعطاراں رسید — روزگار مشک و عنبر تازہ شد

در چمن میرفت دی خندہ زناں — از دہانش غنچۂ تر تازہ شد

خط دیگر تازہ کردی گرد لب — جان خلقے بار دیگر تازہ شد

یک سخن از لعل او ہر کو شنید — در دلِ او میل شکر تازہ شد

۲۳۶

مر حسن را در دل ایں عشق آتش است
ریش چندیں سالہ بنگر تازہ شد

۷

من باز بادہ خوردم رسم گذشتہ نو شد — تسبیح بیع کردم سجادہ ہم گرو شد

زاہد کہ گفت از مے یکقطرہ ہم ننوشم — چوں دوست گشت می کش سجادہ اش گرو شد

صوفی بخلوت اندر میزد نہفتہ رقصے — چوں شمع گشت پیدا پروانہ گرم رو شد

صندوق سینہ در رہ بستم ولیک ناگہ — دردِ کہن بروں زد عشق قدیم نو شد

بازار زاہدی را خمار گشت شحنہ — ہر جرعۂ بصد جاں التقویٰ بہ نیم جو شد

بردیم گوئے معنی بیروں ز ہفت میداں — ایں رخش ہمت ما یارب چہ دور دو شد

۲۳۷

بخشا حسن ازیں پس درج سخن بہ ہر جا
شہرے شدہ سخن چیں واں بت سخن شنو شد

۵

سورهٔ فاتحه روی ترا هر که بدید   "قل هو الله احد" خواند و باخلاص دمید
"انبت الله نباتا حسنا" گفت و گذشت   خضر آنگه که بگرد شکرت سبزه بدید
"زادك الله جمالا" نتوان گفت که نیست   بجمال طرب افزائے تو امکانِ مزید
خستگانِ غمِ عشق تو فقیر اند و غنی   تشنگانِ لبِ لعل تو شقی اند و سعید

٢٣٨

ای خوش آں ساعتِ میموں که بگویند حسن
که فلاں عاشق بیچاره بمقصود رسید

٥

غمت را جائے جز در جان نباشد   من از جاں فارغم گر آں نباشد
غمت هر گه که می آید بیا گو   در درویش را درباں نباشد
غریبے دوش می نالید و میگفت   شب عشاق را پایاں نباشد
طبیبے را حدیث عشق گفتم   بگفت ایں درد را درماں نباشد

٢٣٩

حسن وصل تو میجوید محالست
گدا هم کاسهٔ سلطاں نباشد

٧

تا سرو مرا سبزه بگلزار برآمد   بس نعره و فریاد ز گلزار برآمد
موجے که زد ایں دیده ز نادیدن رویش   در بسته بدم آب ز دیوار برآمد
گل کاشته بودم که مگر خوش گذرد روز   بخت من بدروز همه خار برآمد
در مسجد و میخانه چو گفتند حدیثش   فریاد ز سجاد و زنار برآمد
کس نیست که مژده بردم سوئے حریفاں   کاں هست انا الحق بسر دار برآمد

آں ماہ کہ در اوج عرب بود طلوعش | ناگہ شبے از زاویۂ غار بر آمد

۲۴۰ | ہاں اے حسن اندر رہِ عشق تو فرو شد
چوں نام تو امروز دریں کار بر آمد | ۷

خورشید بروے تو چہ ماند | فردوس بکوئے تو چہ ماند
خورشید بکام زرد رویست | آں روئے بروئے تو چہ ماند
مہ ہم بخسوف ہست بدرنگ | آں بد بہ نکوئے تو چہ ماند
شب گرچہ کہ ہست سر بسر تار | آں تار بموئے تو چہ ماند
روئے تو بہ از ہزار خورشید | خورشید بروئے تو چہ ماند
بوئے گل اگرچہ دوست دارم | آں بوے بوئے تو چہ ماند

۲۴۱ | اے گم شدہ یوسف حسنؔ تو
آں دوست بخوئے تو چہ ماند | ۷

دوش از دم من باد صبا را کہ خبر کرد | وز نالۂ من مرغ ہوا را کہ خبر کرد
سرگشتگی حال مرا تا نفس صبح | شب محرم سر بود صبا را کہ خبر کرد
من بودم و کنجے و حریفے و سرودے | غم را کہ نشاں داد بلا را کہ خبر کرد
یک صوت حزیں شب ہمہ شب مونس ما بود | ایں نعرہ زن حیّ علیٰ را کہ خبر کرد
عقل آمد و گفتہ ز غم دوست مشو خوش | زیں وقت خوش آں دشمن ما را کہ خبر کرد
گفتم کہ نہ بیند پشیم از اندوہ خود اماشت | اندیشۂ اندوہ فزا را کہ خبر کرد

در آتش و در آب نگنند حسن را

ملہ در جمیع نسخ بہ ہمیں طور است

۲۴۲	اے سینہ والے دیدہ شمارا کہ خبر کرد	۵

سرِ زلفش اگر کشادہ شود	کارہا سربسر کشادہ شود
زلفش از مشک مشک از خونست	خوں بخونِ جگر کشادہ شود
روے من دید خندہ کرد آرے	ہمہ تنگی بزر کشادہ شود
دل تنگم زخندہ اش بکشاد	دل بہ لعل و گہر کشادہ شود

۲۴۳	در دولت گرفتہ باش حسنؔ تو چہ دانی مگر کشادہ شود	۵

النثار اے دل کہ دلبر میرسد	ماہِ اندک سال من در میرسد
بخت من مے خواند روئے دوستیش	بخت بیں ناخواندہ بر سر میرسد
خود چہ میگویم بنام ایزد چو گل	گر نکو رفت او نکو تر میرسد
چیست ساغر کلۂ[1] بازار عیش	کلّۂ[2] رنگیں کن کہ ساغر میرسد

۲۴۴	اے حسنؔ بے وقت توبہ میکنی توبہ بشکن وقت گل در میرسد	۵

درد او دود از دل من میکشد	مرغ جاں را از نشیمن میکشد
گفتۂ چندیں دم از شوقم مکش	چوں کنم جاناں دل من میکشد
بندہ کو بیت ما من خود ساختہ	رخت ایماں را بما من میکشد

[1] سقف خانہ و ہر چیز کہ بمنزلہ سقف باشد، وخیمہ وغیرہ [2] چہرہ

هر که خورشید رخت دید ای صنم — رو بسجده چون برهمن میکشد

۲۴۵

چون حسن را از تو امیدی نماند
پای نومیدی بدامن میکشد

۵

گر ز زلفت بندی از هم بگسلد — بند بند عاشق از هم بگسلد
زلف دلبند تو یارب مگسلاد — زانکه صد دل زیر هر خم بگسلد
عقلها بگسست از عشقت بلی — هرچه نامحکم ز محکم بگسلد
گر نه پیوندی تو با من هفته — هفت پیوند من از هم بگسلد

۲۴۶

مر حسن را بر در خود جای ده
تا بیکبار از دو عالم بگسلد

۷

یار در انجمن نمی گنجد — نام او در دهن نمی گنجد
تا بخون من آستین برزد — بنده در پیرهن نمی گنجد
هر کرا عشق او بمیرانید — او خود اندر کفن نمی گنجد
تا رخش را بگل صفت کردم — گل میان چمن نمی گنجد
دهنش را بغنچه کردم وصف — غنچه در خویشتن نمی گنجد
بلکه هیچست آن دهن زیراک — هیچ در فهم من نمی گنجد

۲۴۷

حسن او بی حدست و اوصافش
در ضمیر حسن نمی گنجد

۷

هر که در شره بلا خسپد — به که از چوں تو تے جدا خسپد

خال تو بر زنخ چه تکیه زند — طفل نزدیک چه چرا خسپد

سرو پیشت قدم نیارد زد — گوئیا کش زباد پا خسپد

دل زگیسوئے تو بر انگیزم — چند در سایهٔ بلا خسپد

عافیت را چگونه دارد چشم — آنک در کام اژدها خسپد

گیرم از بند زلف تو بجهم — چشم بدمست تو کجا خسپد

۲۴۸	جز بخوابت حسن نه بیند لیک کے گذارد غمم تو تا خسپد	۷

باز فصل بهار می آید — همه اسباب کار می آید

بوستاں باز مشک می بندد — که صبا مشکبار می آید

مرغ با ناک جرس کند آرے — کاروان بهار می آید

پائے گل از پیادگی درماند — سرو بارے سوار می آید

شاخ گلبرگ کرد ریختنی — شادی آنک یار می آید

یار با دور باش ناز خوشست — که چو شاهاں بیار می آید

۲۴۹	حسن از یاد دوست خوش کن عمر عمر بے او چه کار می آید	۷

خوبی تو ترا وفا نباشد — در تیره دلت صفا نباشد

سلطان بتاں عہدی امروز	در عہد بتاں وفا نباشد
چشمت جگرم بدوخت آرے	ترک از ترکی جدا نباشد
طعنے زدہٗ گلہ چہ آرم	گر تیر زنی خطا نباشد
کامے چو منے روانہ کردی	ایں از چو توئی روا نباشد
عقلم شد و عشق ماند آرے	بیگانہ چو آشنا نباشد

(۲۵۰) ناکس شمری ہمہ کساں را
باشد کہ حسنؔ علا نباشد (۷)

روے کہ تراست مہ ندارد	نقصاں تو ہیچ رہ ندارد
ایں کوکبۂ کہ ہم تو داری	خورشید نداشت مہ ندارد
فتنہ کہ از او خرد زند چشم	جز چشم تو خوابگہ ندارد
جاں در ولہٗ تو ماند جاناں	واللہ کہ جز ایں ولہ ندارد
زلفت کہ ہزار دل نگہداشت	ہرگز یک جاں نگہ ندارد
دل چارہ گر محبت تست	بیچارہ جز ایں گنہ ندارد

(۲۵۱) درماند حسنؔ پناہ او شو
کو جز درِ تو پنہ ندارد (۷)

عالم چو توئے دگر ندارد	سروے ز تو تازہ تر ندارد
خوباں تو کش و بتاں تو می بند	کیں حکم کسے دگر ندارد

دریائے ملاحت است رویت
چشم تو خراب کرد دو چشم
عاشق که در فتاد بیرون
تا کے گوئی که رخت بردار

خورشید براں گذر ندارد
یا مست بد و خبر ندارد
بیروں ز درِ تو در ندارد
بیهوده مگو که بر ندارد

۲۵۳

درمان دل حسن به فرمائے
تا درد تو در جگر ندارد

۶

دل به بندِ زلف تو در میرود
تا تو چوں ماہے ز چشم رفتهٔ
دل ہمه زلف تو عنبر بوے یافت
پائے صبر من فرو شد لاجرم
حسن یارینه دو چنداں کردهٔ

آتشے در بار عنبر میرود
ہر شبم از دیده اختر میرود
ہم بداں بوائے صنم در میرود
پا به پایهٔ عشق تو بر میرود
کار تو امسال بهتر میرود

۲۵۳

از نم چشم و تف سینه حسن
ہر نفس در آب و آذر میرود

۷

الوداع اے دل که دلبر میرود
ماه ساں منزل بمنزل مے کشد
درپیش وہم سبک رو بسته ام
گفتیم باب سخن بکشا برو

رُوح بخش و روح پرور میرود
خور صفت کشور بکشور میرود
او ز وہم من سُبکتر میرود
نے سخن در باب دیگر میرود

گرچو زر گویم سخن ہم سود نیست
دل شد و صبر ست پا اندر رکاب

چوں سخن امروز در زر میرود
رو کہ سلطاں رفت لشکر میرود

۲۵۴

در حسن بینید کز حسن وفا
دل نہ و دنبال دلبر میرود

۶

فصل نوروزست و نوبر میرسد
مرغ بےتاب است مالِ میوہ را
بید من لرزانست ہر ساعت چو باُ
پائے بندست ایں نے اندر روئے گل
ابر از قوس قزح دارد کماں

غنچۂ نوخیز من در میرسد
زانکہ از ہر شاخ بن بر میرسد
در صف گلزار صفدر میرسد
ابر خود بر آب دیگر میرسد
لاجرم تیرش قوی تر میرسد

۲۵۵

تا کہ مُلکِ غنچہ شد مِلکِ بہار
در خزانش بے عدد زر میرسد

۷

وقت آں آمد کہ گل بیروں شود
باد بر خیزد بروئے سبزہ تند
کوہ از لالہ علم برپائے کرد
ابر چوں نوفل بگشت از عہد باغ
شاخ میداند کہ گل خواہد شدن
بادہ دہ زاں پیش کر دورئ ابر

گونۂ گلزار دیگرگوں شود
سبزہ از راہِ چمن یکسوں شود
ہم کنوں دہلیز گل بیروں شود
باغباں نشگفت گر مجنوں شود
خویشتن کج می نہد تا چوں شود
غنچہ را ناگہ درونہ خوں شود

۲۵۶ — ۵

گر حسن را بر کشی چوں ابرِ باز
کار او گرداں تراز گردوں شود

هر کرا از یاد تو مستی بود — نقل او ترکِ همه هستی بود
هر که با تو راست شد از خود برست — راستت ایں راستی رستی بود
اشکِ من دریات می غلطد بلے — آب را همت سوئے پستی بود
چشم تو بر حالِ من تر شد چه شد — گریۂ مستاں هم از مستی بود

۲۵۷ — ۷

گر حسن افلاس می ورزد مرنج
مایۂ عاشق تہی دستی بود

یار از صبرم جدائی میدہد — کار خوبے را روائی میدہد
زلف بر رُخ راست گوئی دیو را — با فرشتہ آشنائی میدہد
قد چوں نے شکرش را آسماں — رونق شیریں قبائی میدہد
شوقش از زر رخ و سیم سرشک — مفلساں را پادشائی میدہد
مردمِ چشمِ جہاں بین مرا — خط سبزش روشنائی میدہد
خط کشیدہ عاقبت بر حالِ من — دعوی آرد دل گواہی میدہد

۲۵۸ — ۶

تا بدو پیوست بیچارہ حسن
از دل و دینش جُدائی میدہد

پیشتر آئے ماہ من پیشِ کہ ماہ دے رسد
دور مدار مے زمن راحتِ من زمے رسد

زاں مے لالہ گوں کزو گُل شگفد بہر زماں
فصلِ بہار تازہ کن پیشِ کہ ماہ دے رسد

خوں مرا چو خوے مریز اے گل نو رسیدہ ہاں
خون قرابہ خور دمے تا ز گل تو خوے رسد

غرۂ رویت اے صنم گرچہ بحُسن نشر شد
غرّہ مشو کہ ہم کنوں فرش زماں بطے رسد

خیز و ز روئے یک دلی خوش دلیٔ بہار ساں
خود ز سپہر دہ دلے ناخوشیٔ ز پے رسد

۲۵۹ — ۸

چشم حسنؔ سفید شد در رہِ انتظار تو
بو کہ ز چوں تو یوسفے بوئے وفا بوے رسد

اے رخت رشکِ مہ زیبائے عید
در ہلالِ تست جانا جائے عید

روئے تو عید و لبت حلوائے اوست
چاشنی شرطست از حلوائے عید

روئے تو شمع شب افروز برات
شمع تو صبح جہاں آرائے عید

از لب تو خلق را آشوب شہر
وز جمالت شہر را غوغائے عید

وصل تو عیدست و فردا وعدہ اش
من چو طفلاں شاد بر فردائے عید

شیر خرما خواہی اندر عید ہست
عید بالائے ہمہ شادی بود

اشک من شیر ولبت خرمائے عید
شادیٔ دیدار تو بالائے عید

۲۶۰

امشب از طالع حسن را ساز نیست
تا طلوع روز شادی زائے عید

۵

دل پیش کش ناکردہ جاں در پیش جاناں کے رسد
مرغ سلامت رو چو من پیش سلیماں کے رسد
او بے من و من بے کسم از بے کسانِ مفلسم
آنجا رسم نے کے رسم مفلس بسلطاں کے رسد
سینہ جگر را تاب زد بر چشم راہِ خواب زد
جاں خانہ چشمِ آب زدگاں یار مہماں کے رسد
خورشید گوئے آمدہ مہ تیر چوگانی شدہ
ابر آب در میداں زدہ تا او بمیداں کے رسد

۲۶۱

ہاں اے حسن رو دل بدہ و زننگ و نام دل برہ
بر نامِ خوباں دل بنہ نامہ از ایشاں کے رسد

۷

مراز غائب من یک خبر کہ می آرد
چو مہ نشانہ شد اندر سفر مسلماناں
حدیث یوسف و یعقوب مختصر کردم

دو دیدہ در قدمِ اوست ہر کہ می آرد
نشانے از مہ من در سفر کہ می آرد
زغایبے بہ رفیقے خبر کہ می آرد

شب سیاه بپوشید راه بر قاصد
پیام صبح بمرغ سحر که می آرد

بجز صبا که درو بوے آشنائی ہست
نسیمِ یار بیاراں دگر که می آرد

کبوترے ز دل آرام میرسد اینک
ولیک نامه ندانم بہر که می آرد

(۲۶۲)

حسن که بے خبرست از فراق می گوید
مراز غائبِ من یک خبر که می آرد

(۷)

غمت به قصد من ناتواں چه می آید
ہم از تو شکر تواں گفت انچه می آید

کشید خواہم ہر سرکشی که خواہی کرد
زمیں نترسد کز آسماں چه می آید

گہے که بر دل من میکشد کماں حشمت
بداں که بر دلِ من آں زیاں چه می آید

مگر که در قدمت خواہد اوفتاد اشکم
وگرنه از سر و دیده رواں چه می آید

ہزار نافۂ مشک است گرد گرد میانت
بگو نصیبۂ من زاں میاں چه می آید

سبک شدم ہمه از عشق روئے بر گوئی
که بر تو ہر سخنِ من گراں چه می آید

(۲۶۳)

قبول کن سخنانِ حسن که مقبول است
نه آنچناں که تو خواہی چناں چه می آید

(۷)

نسیم از سرِ زلفِ تو تا نمی جنبد
رگِ حیات در اعضائے ما نمی جنبد

بخندی از دمِ سردم دریں شگفتہ نیست
که گل نمی شگفد تا صبا نمی جنبد

ہزار وعدۂ کژ داد زلف پیچانت
ہنوز سلسله اش از وفا نمی جنبد

باشنائیت افتاده ام دریں غرقاب
تو دست ده که مرا دست و پا نمی جنبد

عہ وے چو سنگ تو داری ولیک حیرانم ۔

حکیم چند نصیحت کنی دل ما را
سوار کش کلہم را نظارہ کن کہ چہ فرس

مکن کز آب تو ایں آسیا نمی جنبد
ہمے دواندو بندِ قبا نمی جنبد

۲۶۴

زہے حسن کہ اگر تیغ بر سرش راند
چو کوہ وقت تحمل ز جا نمی جنبد

۷

ہرگز خبرے یابم کاں گم شدہ باز آمد
در معرکۂ ہر دم امید کہ گوید کس
بنواخت مرا روزے چوں نامے چرا نالم
اے مہ سفر اوّل در موسم گل رفتی
یک نامہ فرستادم شوق دو رخت در وے
در آرزوئے زلفت خطے دو سہ افزوں شد

از آمدنش غم رفت آں رفتہ فراز آمد
آں غازی قلب اشکن بر مرکب ناز آمد
در بندگیٔ آں لب کو بندہ نواز آمد
باز آئے کنوں آخر آں قابلہ باز آمد
مضمونش ہمہ عجز ست عنوانش نیاز آمد
تا عیب نفرمائی گر نامہ دراز آمد

۲۶۵

خورشید رخش تا شد از چشم حسن غائب
زاں سوز چو شمع اشکم ہر شب بگداز آمد

۶

حال من یار نکو روئے نکو می داند
تو مپندار کہ دلبر ز دلت آگہ نیست
اہل دل صورت معشوق بہ برقے بینند
مصلحت نیست کہ پندم دہی اے خواجہ حکیم
قیمت آبحیات دہنش از ما پرس

دل ازو تا چہ بلا دید ہم او می داند
ہر کہ چوگاں بزند حالت گو می داند
پیر پیراہن فرزند بو می داند
ہر کسے مصلحت خویش نکو می داند
تشنہ بادیہ قدر لب جو می داند

۲۶۶	درد دل پیش دل آرام چه گوئی چندیں اے حسن خواہ بگو خواہ مگو می داند	۷

عشاق بے دلت راستی بجاں نباشد
چہ از ارم رسیدی یا از ریاض رضواں
طوبے ست قامت تو کوثر لب تو نے نے
گفتم لبے بمن دہ دنداں نمود آرے
وادی امانت عشق از جاں قبول کردم
گفتی زمن جدا شو یا سر بنہ برین در

باتو بجاں چہ حاجت گر در میاں نباشد
بوئے کہ از تو آید در گلستاں نباشد
کوثر سخن نگوید طوبے رواں نباشد
حلوائے خوب رویاں بے استخواں نباشد
بارے کہ از تو آید ہرگز گراں نباشد
اے من سر تو گردم ایں باشد آں نباشد

۲۶۷	در عشق تو حسن را اندیشہ نیست از جاں پروانہ را در آتش پروائے جاں نباشد	۷

اے شدہ باز از بر ما ہم بر ما باز گرد
عزم رہ کردی و دلہائے عزیزاں ہمرہت
تا رواں گشتی رواں گشت از دو چشمم چشمہ ہا
میروی سرکش چو ابر از چشم چوں دریائے من
چند چوں مہ از ہمہ دیوانگاں پنہاں روی
رفتی و از طنز گفتی کاے ازان دیگراں

گرچہ در خوں پا فشردی ہم بدیں پا باز گرد
میر خوباں ہمچناں با قلب یکجا باز گرد
گر بہ پرسش نائی از بہر تماشا باز گرد
اے ز قطرہ پاک تر آخر بدریا باز گرد
ہمچو خورشید درخشاں آشکارا باز گرد
من از ینہا نیستم واللہ ازاینہا باز گرد

	گرچہ نفرستی سلامے مر حسن را ہیچ وقت	

(۲۶۸) هم سلامت در پناہ شاہِ والا باز گرد (۷)

اے سحر آں نفس سحر نمائے تو چہ شد
صبح از راہ غلط کرد صفائے تو چہ شد

شب بریں کو کبہ کامد ہمہ آفاق گرفت
آنچناں خنجر آفاق کشائے تو چہ شد

پردۂ عیش مرا دست سحر گہ بنواخت
آخر اے مرغ سحر خیز نوائے تو چہ شد

اگر آواز دہل پست شد از کوفتگی
اے خروس ایں ہمہ آواز چو نائے تو چہ شد

دست چرخ ار بشکستند کہ سیارہ بخفت
آفتابے تو چہ می پائے و پائے تو چہ شد

منم از تیرہ شب خویش علی اللہ زناں
اے مؤذن تو کجا ئی علائے تو چہ شد

(۲۶۹) گیبرم امشب ہمہ درہائے فلک بر بستند
حسنؔ آں جنبش مفتاح دعائے تو چہ شد (۷)

دوش بکوے یت گذرے اوفتاد
بے خطراں را خطرے اوفتاد

باز ہوائے تو ام از جائے برد
ناگہم آنجا گذرے اوفتاد

راہ قیامت سفر کوئے تست
وہ کہ قیامت سفرے اوفتاد

چشم تو ترکانہ در آمد بصید
دل نہ کہ جاں را ضررے اوفتاد

گرچہ کماں سوئے دلم داشتہ است
تیر ازاں سوے ترے[1] اوفتاد

مستِ بدو خواب کناں لاجرم
زخم دگر بر دگرے اوفتاد

(۲۷۰) چشم نے زد حسنؔ از چشم زخم
ہم ز قضا ایں قدرے افتاد (۶)

[1] بہ فتح اول و یائے مجہول دیوار بسیار بلند و سدے کہ پیش چیزے بکشند۔ برہان

چشمم که سوئے عاشق گذریت می نیفتد | بفتادگی یاراں نظریت می نیفتد
منم اندر انتظارت که رہے بتو بیابم | چه فتاد تا ازیں سو گذریت می نیفتد
زغمم که حد ندارد مه من تراچه روشن | چو دریں حدود ہرگز سفریت می نیفتد
قد تو چو نخل خرما ز تو دست خلق کوته | چکنم بریت چندیں چو بریت می نیفتد
زغم تو ہفت عضوم پر از آتشست بنگر | که زہفت دوزخ من شرریت می نیفتد

۲۷۱
حسن است مرغ دامت مکنش بہجر بسمل
که نکوتریت از وے دگریت می نیفتد
۷

باز از خط تو حجت خوبی تمام شد | باز آں بلا که خاصۂ ما بود عام شد
تخمے که بر امید تو کشتیم خاک خورد | دیگے که در ہوائے تو پختیم خام شد
عقلم که زیں بر ابلق ایام می نہاد | آخر بتازیانہ عشق تو رام شد
اے خواجه در محلت تقوی قرار گیر | در کوئے عاشقی نتواں نیک نام شد
انکو نگفت مذہب عشق ترا حلال | خونش حلال و عمر عزیزش حرام شد
شاہے[عله] بتخت غزنی و صد شاه بنده داشت | عشقش چناں گرفت و غلام غلام شد

۲۷۲
در عاشقی بمیر حسن تا شوی تمام
نشنیدۂ ہر آنکه بمیرد تمام شد
۷

خطے گز روئے یار من بر آمد | امید روزگار من بر آمد
زابر دیده چنداں ریختم آب | که سبزه از بہار من بر آمد

ـه محمود غزنوی که ہزاراں غلام داشت

نگارم نقشِ ایوانِ بہشت است ‎ ‎ دگر نقش از نگارِ من برآمد

مرا با خط خوبش بود کارے ‎ ‎ بحمد اللہ کہ کارِ من برآمد

اگر خارے بپائے[ے] وقت من رفت ‎ ‎ ز دست دوست خارِ من برآمد

ہزار امید بود ست از درِ او ‎ ‎ بہمت ہر ہزارِ من برآمد

۲۷۳ ‎ حسن گوید کہ مقصودِ دو عالم / بیک دیدار یارِ من برآمد ‎ ۷

ہم یار بدست آمد ہم کار فراہم شد ‎ ‎ المنۃ للہ کہ ایں ہم شد و آں ہم شد

سلطان جمالش را از خط و رخ رنگیں ‎ ‎ ہم زنگ بجنگ آمد ہم روم مسلم شد

بکشاد لب شیریں شہرے بنشاط آمد ‎ ‎ بنمود رخ زیبا خلقے خوش و خرم شد

یکچند مہ از رویش میزد بہوس لافے ‎ ‎ چوں چند شبے بگذشت آں لاف زدن کم شد

اے شانہ سر موئے منگن ز سر زلفش ‎ ‎ کز زخم زبان تو بسیار فراہم شد

احسنت زہے طالع زلف و رخ خوبش را ‎ ‎ کیں قاتل دلہا گشت و آں قبلۂ عالم شد

۲۷۴ ‎ ہر دل و دیں وقتے مے بود حسن غمگیں / دل داد و بدلبنداں زاں ہر ہمہ بےغم شد ‎ ۵

بخدمت منت چو تو یارے سلام ما کہ رساند ‎ ‎ سلام مرغ بگلزار جز صبا کہ رساند

ز دست گیریٔ زلفت پیام وصل پیامیم ‎ ‎ ولیکن آں سر رشتہ بدست ما کہ رساند

اگر بمن برساند زمانہ آں رخِ خوبت ‎ ‎ موجہت سزا را بناسزا کہ رساند

ے اگر خارے بپایم وقت بارے ۔

تراز غیب رسیدست پادشاہی خوباں		حدیث بندہ مقبل بہ پادشا کہ رساند
۲۷۵	حدیث مفلسیٔ من کہ نیست حد و قیاسش بجملہ شہر رسیدست شاہ را کہ رساند	۵

ساقی مے گلگوں بدہ بوئے بہارم میرسد
یک دو قدح بر کار کن خاصہ کہ یارم میرسد
اے ابر روئے گل بشو وے گل دل بلبل بجو
بلبل تو صوتے نو بگو کاں نو بہارم میرسد
من سوئے قدِ او شوم باقدِ او چوگاں شوم
چوں گوئے سرغلطاں شوم کاں شہسوارم میرسد
زیں پیش غم را دمبدم ہر جانِ من بودے ستم
اکنوں ازاں غمہا چہ غم چوں غمگسارم میرسد

۲۷۶	گفتی حسن چونی تو ہاں گفتا خوشم با آں وہاں کانچہ از در شاہ جہاں امیدوارم میرسد	۹

خوباں شبِ دوشینہ کمیں ساختہ بودند	مارا بکمند ہوس انداختہ بودند
نقد دل ماپاک ببردند اگرچہ	از ابروے خود بازی کژ باختہ بودند
طالع شدہ بر تخت گہ حسن چو شاہاں	چتر سیہ از طرہ بر افراختہ بودند
گہ عارض شاں غارت جاں کرد گہے زلف	بل زوم و حبش ہر دو بہم تاختہ بودند

عشاق ہم از روز ازل عشق گزیدند
تا آخر شب فاختہ میگفت کہ کُو کُو
بشناخت پدر یوسف خود را بہ نسیمے
اے محتسب ایں چنگ چہ می سوزی و بربط

آں کار براں طائفہ پرداختہ بودند
یاراں ہمہ شب ہمدم آں فاختہ بودند
اخواں بنظر دیدہ و نشناختہ بودند
آخر نہ کہ باسوختہ ہا ساختہ بودند

۲۷۷
تا صبح حسنؔ دم نزد از ناز بتاں دوش
از غمزہ ہمہ تیغ بلا آختہ بودند
۵

برفتی و کہ می گوید کہ رفتہ باز مے آید
بیا اے چشم من جایت کہ روزم در غمت شب شد
مرا از عشق تو مے خیزد ایں گریہ کہ مے بینی
سحرگاہاں گل اندر باغ مے خندید ہی گفتم

مرا بارے بہ گوش دل ہمیں آواز مے آید
شب آخر ہر کہ می باشد بخانہ باز مے آید
کہ شاند جوش طوفاں را کہ در آغاز مے آید
ازیں جانب نسیم دلبر دمساز مے آید

۲۷۸
شب اندر خواب وہم بر حکم عادت دیدمش گویا
خراماں چشم خواب آلود مست ناز مے آید
۷

گفتم مگر کہ کار بساماں شود نشد
گفتم مگر زمانہ عنایت کند نکرد
از بہر دوست آب زدم خانۂ دو چشم
گردے کہ خیزد از رہ تو نور دیدہ ہاست
کردم نگہ بہا گہر افشاں امیدم آنکہ

یار از جفائے خویش پشیماں شود نشد
بخت ستیزہ کار بفرماں شود نشد
شبہا بریں خیال کہ مہماں شود نشد
ایں دیدہ خاک گشت مگر آں شود نشد
لعلش بخندہ شکر افشاں شود نشد

ابرے بلند خاست پس از روزگارہا
خلقے در انتظار کہ باراں شود نشد

٢٧٩
عمرے حسنؔ ملازم اصحاب درد بود
بسیار خواست تا کہ از ایشاں شود نشد
٧

وعدہ کرد نگارم بوفا ہم برسد
عشق گر درد رسانید دوا ہم برسد
گر بلائے رسد از فرقت او باکے نیست
از وصالش سبب دفع بلا ہم برسد
طوطیاں از شکرش کام و دہن خوش کردند
بلبلاں را ز گلش برگ و نوا ہم برسد
طرۂ یار چو گل نافۂ مشک ارزاں کرد
باش تا قافلۂ باد صبا ہم برسد
تحفۂ ہر دو جہاں بر در او می آرند
از من خستہ سلامی و دعا ہم برسد
ز آفتاب رخ او جملہ جہاں نور گرفت
نور او را کمئے نیست بما ہم برسد

٢٨٠
بوئے زلف خوش او رحمت عامست حسنؔ
ہمہ کس را چو رسیدست ترا ہم برسد
٥

صبا بجنبید وقت آمد کہ بلبل از چمن پرسد
بنفشہ یاسمن شنیند سمن از یاسمن پرسد
بہارست و ہوائے خوش خوشا وقت کسیاں کاکنوں
یکے جوئے رواں جوید یکے راہ چمن پرسد
درآمد فصل نوروز و من اندر کار خود حیراں
نہ گل از من ورق خواہد نہ مرغ از من چمن پرسد
دریں دوران بوقلموں عجب نقشے فتادست ایں
نہ من اسرار خود گویم نہ کس از احوال من پرسد

٢٨١
نہ یارائے آنچناں محرم کہ از کوئے یار آید
نہ دلدارے چناں مشفق کہ از حال حسنؔ پرسد
٧

زہے روئے تر و تازہ گلستاں اینچنیں باید ‏— بخندہ می فشانی گل گل افشاں اینچنیں باید

خیالت میہماں آمد دلم پیش آمد و بردش ‏— اگر دل برد جاں بخشید مہماں اینچنیں باید

بیک جرعہ ز جامِ لب دو عالم زندہ کن وانگہ ‏— خضر را گوے اینک آبِ حیواں اینچنیں باید

بردی گوئی حسن از زلف چوں چوگاں بنام ایزد ‏— زہے شہسوارے چوں تو چوگاں اینچنیں باید

خطِ خوب تو فرمانیست بہر ضبط دلہا را ‏— خرد کاں دید سر بنہاد فرماں اینچنیں باید

دل من عالمے خوش داشت عشق تو چو سلطانا ‏— ہمہ عالم بدست آورد سلطاں اینچنیں باید

۲۸۲ ‏— حسن را روئے خوب تو سخن گو میکند الحق ‏/ برائے آنچناں بلبل گلستاں اینچنیں باید ‏— ۷

زہے سرو شکر گفتار گفتار اینچنیں باید ‏— دلم بُردی بیک رفتار رفتار اینچنیں باید

دل ار بردی تو باکے نیست دلبر[1] اینچنیں خواہم ‏— ولے لختے نگہ مے دار دلدار اینچنیں باید

مرا آزادی دارد غمِ تو از ہمہ غمہا ‏— غمت دیرینہ غم خوار است غم خوار اینچنیں باید

مجرد کردی از عیشم مرا عیش اینچنیں سازد ‏— مبرا کردی از یاراں مرا یار اینچنیں باید

سمن ساقی و سوسن بوئے و لالہ روئے و نسرین بر ‏— تعالی اللہ گر انصاف است گلزار اینچنیں باید

ملائک دوش بر رخسار خوبت آیۃ الکرسی ‏— ہمے خواندند و مے گفتند رخسار اینچنیں باید

۲۸۳ ‏— اگرچہ بادہ نایاب است لیکن جملہ مشتاقاں ‏/ ز گفتارِ حسن مستند گفتار اینچنیں باید ‏— ۷

اگر آرام جانِ ما شبے با ما بیار آمد ‏— دل سودائی ما را ہمہ صفرا[2] بیار آمد

[1] دل را [2] دمے

مرا چشمیست چوں دریا و رخت دل بموج اندر	بر آید رخت من سالم اگر دریا بیاراید
قرار عاشق شوریده با معشوق بس باشد	غرامتہاست بر وامق کہ بے عذرا بیاراید
پری رویا بدست نازیکرہ زلف در جنباں	مگر زاں سلسلہ لختے دل شیدا بیاراید
نیاراید دل اندر تن اگر تو بگذری از من	محالست ایں کہ مرغ اندر قفس تنہا بیاراید
بتانِ عہد غوغائے در افگندند در عالم	تو سلطاں و رُخ بنمائے تا غوغا بیاراید

۲۸۴

حسن را زاں لب شیریں مشرف کن بدشنامے
مگر ایں صوفیٔ طامع بداں حلوا بیاراید

۷

چہ رویست انکہ وصف او بوہم ما نمے گنجد
کمال حُسن او در حد عقل ما نمے گنجد
موافق نیست شیدا را مہ نو لیک از ابروش
بجز عشق مہ نو در دل شیدا نمے گنجد
دلم بسیار میخواہد کہ در زلفینش[1] جا سازد
دریں خوف و رجا موئے شدست اما نمے گنجد
بگفتم جان و دین و دل بخدمت آورم گفتا
چہ آری چوں کس از نامحرماں اینجا نمے گنجد
اسامیٔ سگانِ کوئے او در یک ورق دیدم
دریں دیباچۂ دولت حدیث ما نمے گنجد
ہمیشہ خیمۂ آہم بصحرائے فلک بودے

[1] در زلف تو

کنوں انبوہ شد لشکر در آں صحرائے گنجد

٢٨٥

حسن را گفتی از ورائے سر خود بدہ درّے
بدستت چوں دہم درّے کہ در دریائے گنجد

ے

مرا بدیدن رویت ہمہ امید برآید	بیار سرو بلندت نہال جاں ببر آید
سواد بہ چین بخشایم ہمہ حبش بکف آرم	گرم علاقۂ زلفت نشانہ ظفر آید
فغان خلق زشادی بہ آسماں رسد اے جاں	چو از وصول رکاب مبارکت خبر آید
چہ خوش بود کہ مسافر بود رسیدہ بمنزل	شکاری چو تو ناگہ درون خیمہ در آید
ازاں لب چو نبات خودم نصیب کن یکبار	اگر نبات شد آں لب دوبارہ خوبتر آید
کسے کہ روئے تو بیند پس از نظارہ رہت	خسے بود اگر او را دو کون در نظر آید

٢٨٦

بوقت فال حسن را قدِ تو در نظر آمد
ہنر کہ کار دو عالم بر آستینش بر آید

ے

ہجوم عشق بدیں جان مبتلا چکند	بلاست ایں دل مسکیں دریں بلا چکند
قرارے نکند با من ایں دلم نفسے	دلے کہ عاشق دلدار شد مرا چکند
چناں خجستہ و آسودہ روزگار مرا	نگر کہ عشق چہ کرد و ہنوز تا چکند
وفا ہمے طلبیدم ز یار عقلم گفت	زہے مکابرہ در بے وفا وفا چکند
گرانی خرد از نزد عشق کردم دور	ندیم تلخ سخن پیش پادشا چکند
کفایت تو نکرد اندریں میاں کارے	کنوں صبور ہمے باش تا خدا چکند

ے مراد

۲۸۷

حسن دعاے تو گر مستجاب نیست مرنج
زبان تو دگر و دل دگر دعا چکند

۷

شبے کہ نیم مرادے بچنگ می آید
دگر ز ہجر و صلش ہمے شوم مائل
اگر چہ حقہ پر گوہر ست شیریں را
مگر بچشمہ حیواں کنیم جامہ سپید
قلم بصحبت مادر کش اے بزرگی جو
بزرق چند دعاے بلند خواہی کرد

خیالِ غمزہ خوباں بجنگ می آید
نخست کام بکامِ نہنگ می آید
ولے نصیبہ فرہاد سنگ می آید
کہ آب دیدہ ما سُرخ رنگ می آید
اگر ز نامِ گدایانت ننگ می آید
بدار کیں طرف آواز چنگ می آید

۲۸۸

حسن تو مایدۂ معرفت فراخ بخش
اگر چہ صاحبِ افکار تنگ می آید

۵

سنبل چو سرِ زلفت پُرتاب نمی آید
بسیار طلب کردم اندر ہمہ مسجد ہا
ایں یک دو سہ شب تا تو بربام نمی آئی
گفتی کہ بخواب اندر یک شب شوم مہماں

سبزہ چو خط سبزت سیراب نمی آید
شیریں ترا ز ابرویت محراب نمی آید
از روزنِ درویشاں مہتاب نمی آید
ہرگز تو کجا آئی چوں خواب نمی آید

۲۸۹

قصاب طلب کردم تا خونِ حسن ریزد
از ننگ چنیں خونی قصاب نمی آید

۷

لہ بلاے غمزہ خوباں
لہ قلم بہ نسبت مادر کش اے بزرگ پہین

مه در صفتِ حسن ز تو بیش نباشد | سرو از قدِ تو یک قدمے پیش نباشد
چشمم همه پیوسته بر ابروئے تو بینم | ناز مه نو یک شبکے بیش نباشد
اے گنجِ نہاں خانۂ هر کنج نشینے | آں کس که ترا دارد درویش نباشد
از زخمِ تو ریشست سراسر دلِ درویش | درویش نگیرند که دل ریش نباشد
هر تیر ز کیشِ تو مرا راحتِ جانست | قرباں شود آنکس که بدیں کیش نباشد
گفتی که چرا می‌بُری از خویش و ز پیوند | آنرا که سر تست سر خویش نباشد

۲۹۰

طعنه چه زنی حالِ پریشانِ حسن را
در عشق کسے عافیت اندیش نباشد

۵

باز نوائے بلبلاں عشق تو یاد می دهد | هر که بعشق نیست[۱] خوش عمر بباد می دهد
دی بدعاے من ترا پرده ز رخ کشاده شد | من کیم و دعاے من بخت کشاد می دهد
هر چه بغمزه میکشی زنده کنی همے بلب | چشم تو جور میکند لعل تو داد می دهد
باغ همے روم که تا یک نفسے بروئے گل | ناله فرامشم شود فاخته یاد می دهد

۲۹۱

با همه نامرادیت صبر خوشست اے حسن
زانکه نهال صابری میوه مراد می دهد

۷

چوں رخ خوب تو آفتاب نباشد | چوں لبِ تو شیریں تو شراب نباشد
چوں بگلستاں روی تو روے کشاده | غنچه که باشد که در نقاب نباشد
دیدهٔ آنرا که دید شام دو زلفت | تا سحرِ رُستخیز خواب نباشد

[۱] زنده نیست

پیش تو از پس نوائے عشرت و شادی
لازم کوئے تو ایم روے چہ پوشی
یاد بناں چوں کنیم مہر تو بر لب

نالۂ مظلوم را جواب نباشد
ساکن فردوس را عذاب نباشد
روزۂ آلودہ را ثواب نباشد

۲۹۲

چوں حسنؔ را بشکل شعبدہ کشتن
گرچہ توانی و لے صواب نباشد

۵

باز نسیم سوسنم بوئے تو یاد می دہد
طعن ضلالت قدیم ار نکنند بندہ را
بر سر منبر ار کسے ذکر بہشت میکند
با شب تیرہ بس خوشم گرچہ دراز میکشد

جلوۂ سوری و سمن روئے تو یاد می دہد
پیرہن لطیف گل بوئے تو یاد می دہد
گم شدگانِ عشق را کوئے تو یاد می دہد
زانکہ بہر صفت مرا موئے تو یاد می دہد

۲۹۳

باز ز سر ہمی کنی قصد حسنؔ گرچہ تو
از سر آں گذشتہ خوئے تو یاد می دہد

۶

سرو من اگر طرہ ز شمشاد نہ بندد
فریاد کنم روزے ازاں لعل گہر بار
دی گفت میاں بیش بخون تو نہ بندم
سوداش نظر بر دل انبوہ ندارد
خوں از رگ ہر دیدہ چو دجلہ بکشاید
دانم کہ نہ بندد در لطفے کہ کشادست

گیتی کمر فتنہ و بیداد نہ بندد
گر دست اجل حقۂ فریاد نہ بندد
امروز چناں بست کہ جلاد نہ بندد
چوں چغد کہ دل در دہ آباد نہ بندد
گر پردہ براں روئے چو بغداد نہ بندد
خود در شکست ایں کہ چو بکشاد نہ بندد

۲۹۴ — **۷**

چشمش بحسن گفت کہ خواب تو کہ بستست
خوابش بجز آں جادوئے استاد نہ بندد

باز آں گل تر از چمن کیست کہ داند — وین شمع دل از انجمن کیست کہ داند
خاتون سراپردۂ غنچہ است گل آرے — او گلرخ و غنچہ دہن کیست کہ داند
طوبی ہمہ دانند کہ از باغ بہشتست — آں سرو ظریف از چمن کیست کہ داند
خال سیہش عہد بسے طائفہ بشکست — آں غالیۂ توبہ شکن کیست کہ داند
باد آمد و جاں تازہ شد و دیدہ بصر یافت — ایں بوئے خوش از پیرہن کیست کہ داند
طرز سخن بندہ نکو داند و از ناز — پرسد ز رقیب ایں سخن کیست کہ داند

۲۹۵ — **۷**

گفتم کہ نخواہی غزلے از حسن خود
خندید و بگفت ایں حسن کیست کہ داند

دل ببردی دگر چہ خواہد شد — راضیم من بہر چہ خواہد شد
مردم چشم عالمی یک دم — جانب من نگر چہ خواہد شد
یک نظر سوئے ما گنہگار ببیں — تا ازاں یک نظر چہ خواہد شد
خلقے از بادہ خواست شد تائب — تالبیت ہست بر چہ خواہد شد
جگرم خوں شد از کرشمۂ تو — وہ کہ خون جگر چہ خواہد شد
دل بشد جاں گر بجنت دیں گم شد — شدنی شد دگر چہ خواہد شد

صبر سرگشتہ یار برگشتہ

۲۹۶ — اے حسن زیں بتر چہ خواہد شد — ۷

دل را نسیم زلف تو بیہوشی آورد
جاں را شمائلِ تو بمدہوشی آورد

یاد تو اے نگار چو معجون حکمتست
کز ہر چہ خواندہ ایم فراموشی آورد

واللہ کہ من بتو بہ خوشنم لیک چوں کنم
میگوں لبت مرا بقدح نوشی آورد

مہ را کمال حسن چہ باید کہ ناگہاں
افسانہ رخت بہ سیہ پوشی آورد

شوق تو شحنہ ایست کہ سلطان عقل را
موئے جبیں گرفتہ بچاؤشی آورد

گفتی چرا سخن نکنی چوں بمن رسی
حیرانی جمال تو خاموشی آورد

۲۹۷ — ۷

بیہوش شد دل حسن از بادہ لبت
بادہ ہماں خوشست کہ بیہوشی آورد

بے ہوائے تو روح دم نزند
دل برون درت قدم نزند

ہر دبیرے کہ خط خوب تو دید
تا ابد دست در قلم نزند

جز نگارندۂ وصولت کم
ہیچ نقاش ایں رقم نزند

سپر صبر من لبست مرا
چشمت از ناوک ستم نزند

بر سر بام گر برآئی تو
ہیچ حاجی در حرم نزند

بوجود تو ہر کہ زندہ بود
خیمہ در منزل عدم نزند

۲۹۸ — ۷

حسن افسون خویش می دمدت
گر رضائے تو نیست دم نزند

مہر و مہ از تو فال مے گیرند	نسخہ زاں خط و خال مے گیرند
صفت حسن را سخن سازاں	ہر یک از تو مثال مے گیرند
در رہِ فتنہ و طریق فریب	جیم زلف تو دال مے گیرند
مفتیان شریعت عشقت	توبہ گردن ضلال مے گیرند
عصمت از حال عاشقاں مطلب	عشق و عصمت محال مے گیرند
شاخ و برگ محبت و محنت	ہر دو از یک نہال مے گیرند

۲۹۹	حسن ار آبروئے رفت چہ شد خونِ صوفی حلال مے گیرند	۷

گہے کاں روئے گلگوں را بنفشہ ہمنشیں باشد
خطر در ملک جاں افتد خلل در کارِ دیں باشد
سر من بر زمیں باشد ہمیشہ پیش مہرویاں
مگر آں روز معذورم کہ در زیرِ زمیں باشد
اگر در بند دلبندے بماند آرزومندے
بگو جرم از مگس گیریم یا از انگبیں باشد
بباغ خود طلب اے باغباں امروز سرو ما
اگر خواہی کہ در باغ تو سرو راستیں باشد
پری رویا شبے با بندہ بنشینی چہ میگویم
پری با دیو با سلطاں گدا کے ہمنشیں باشد

اگر پیراہنِ جاں را فتد صد چاک در دامن
ہنوز از شکر انعامم علم بر آستیں باشد

۹ | حسن از جاں چہ اندیشی اگر دلخواہ جاں خواہد
بخوبی جاں بر افشاں عشق خوباں اینچنیں باشد | ۳۰۰

چو مہرویاں بمعنی آفتاب اند
چرا بر ذرہ مسکیں نتابند
نسیمِ عشقِ شاں آفاق بگرفت
اگرچہ خود چو غنچہ در نقاب اند
ہمہ تن روح صرف اند از لطافت
اگر از کارگاہ خاک و آب اند
بیابند از پس عمر ار بیابند
ہمہ چوں عمر در رفتن شتاب اند
بیا خوش اے بہشتِ ایں جہانی
کہ بے تو عاشقاں اندر عذاب اند
بر آمد از افق گلدستۂ صبح
ہنوز آں نرگساں در عین خواب اند
یکے زاں لعلِ نوشیں مہر بکشائے
کہ اہلِ شہر مستانِ خراب اند
ندانم حالِ رنداں چیست زاں مے
کہ بارے صوفیاں مست و خراب اند

۷ | تو خوش گفتی حسن بر تو چہ واجب
اگر بے راحتاں راحت نیابند | ۳۰۱

شخص تو از لطافت غیبی سرشتہ اند
ہر روے چو تو بعرصۂ عالم نگشتہ اند
عنابہائے تو گہ دشنام گاہ بوس
شیریں و ہم ترش ہمہ درہم بکشتہ اند
خطِ تو بر لب تو فسو نیست پر شکر
تا ذکر تو شہد "فیہ شفاء" نوشتہ اند

زلفیں گرد عارض خوبت بر آمده خورشید آں صباح حقیقت تو بودۀ تا قصۂ من و تو در آفاق نشر شد	گوئی کہ ہر دو دیو رقیب فرشتہ اند چل صبح کاندرو گل آدم سرشتہ اند یاراں حدیث لیلی و مجنوں بھشتہ اند
۳۰۲	دُر سخن بصرفہ نزے صَرف کن حسن کیں رشتہ از قوافی باریک رشتہ اند ۵
شب گذشتہ دل من سوے نماز کشید صبا ز زلف بتاں یاد داد اے ساقی نزد مبارز غمزہ جز کہ بر دل محمود بہ نیم بوسہ کرم کردۀ بمن لیکن	چو عشق دست بر آورد پائے ناز کشید بیا کہ توبۂ دوشین ما دراز کشید ہراں خدنگ کہ از ترکش ایاز کشید سخن بوعدہ شد و وعدہ ہم دراز کشید
۳۰۳	سزد کہ قبلہ ز رویت کند حسن کامروز ز قامت تو دلش جانب نماز کشید ۷
دلم تسلیم دلبر شد بہر حکمے کہ او خواہد سر آں ترک چوگاں باز خود گردم کہ پیوستہ چو در منظر شود پیدا مہ از روے روشنی گیرد اگر آں روے گلگوں و لب میگوں شود حاصل کنم ایں جان افسردہ فداے غمزۂ شوخش مرا تا جاں بود در تن بقائے جان او خواہم	نیندیشد ز نام بد ہماں روئے نکو خواہد قدم را چوں سر چوگان زلف خود و تو خواہد چو در بستاں زند خیمہ گل از روے رنگ و بو خواہد چہ بے حاصل کسے کو ہشت باغ و چار جو خواہد ولے ہر لحظہ چشم جاں ستانش جان نو خواہد کہ او خواہد ہلاک من من آں خواہم کہ او خواہد

؎ خرج

۳۰۴	مرا گفتی غزلہائے حسنؔ پیشش بگو وقتے برم گو از ہمہ عالم گرا او ایں گفتگو خواہد	۷

اگر از روے گل رنگت صبا پردہ براندازد — صبوری رخت بر بندد خرد خانہ بپردازد

بہ پیش روے خندانت نشاید شمع بر کردن — تو در خندہ شکر ریزی و او از شرم بگدازد

اسیرم بند زلفت را بہر تارے کہ آویزی — شکارم ترک مستت را بہر تیرے کہ اندازد

کساں در طعن و طنز ما و ما را با تو پیوندے — عجب در گفت و گوی خویش و مجنوں عشق می بازد

شنیدم ہر چہ سوزد آں بسازد بو العجب کارے — دلم چندیں ہمے سوزد چرا با ما نمے سازد

نگارا رحم کن آخر کہ سلطاں بندۂ خود را — اگر عمرے بیازارد ہمش یک روز بنوازد

۳۰۵	حسنؔ ہر چند مفلس شد زیادت گنجہا دارد در ادبارش چہ می بینی باقبال تو می نازد	۷

خطے کز مشک بر مہر جاں نوشتند — محبت نامۂ بر جاں نوشتند

مرا خود ورد جاں خند چند حرفے — کہ بر گرد لب جاناں نوشتند

کراما الکاتبیں ایں حرف دیدند — حساب خود بہشتند آں نوشتند

چہ خوش عیدیست ابروش از شب قدر — ہلالے بر سر تاباں نوشتند

ازاں خط کشتہ گشتم اے دریغا — مگر بر خون من فرماں نوشتند

مگر آں ترک من وجہے نمود آنک — براتِ کفر بر ایماں نوشتند

بتاں را در ازل بو دست عرضی

۳۰۶ — **حسن را بندهٔ ایشاں نوشتند** — ۷

جگر پر درد و دل پرخوں تواں بود — ولے جان تو بے جاں چوں تواں بود
بما گر بگذری صبحے صبا وار — چو لاله بادلے پُرخوں تواں بود
اگر چوں جرعه خوں خود تواں ریخت — حریف آں لب میگوں تواں بود
بمار زلفت از دستے تواں یافت — بدیں اقبال افریدوں تواں بود
مرا گفتی چرا دیوانه گشتی — چو تو لیلی شدی مجنوں تواں بود
بطاعتها نمی بودم ملازم — چو رویت قبله شد اکنوں تواں بود

۳۰۷ — **حسن با نیستی نیکو تواں ساخت**
گر از هستیٔ خود بیروں تواں بود — ۷

آناں که ز تو در گله باشند بدانند — قدر تو ندانند مبادا که بدانند
گر جان و خرد در قدمت خاک نسازند — اے خاک براں قوم که بس بیخبرانند
عشاق تو با آنکه بخنجر دو کنی شاں — هم با تو یکے اند چنیں متحد انند
بیداد تو در دفتر عشاق نوشتند — انصاف ده اے جاں که چه خوش معتقد انند
قبله نگرفتند مگر روئے تو آرے — هر طائفه در مذهب خود مجتهد انند
گر با تو برآیند مه و مهر چه باک ست — تو صاحب حسنی همه صاحب حسد انند

۳۰۸ — **گر بنده حسن عشق بورزد عجبے نیست**
بلبل نفساں شیفتهٔ سرو قد انند — ۹

خوے کہ از روے جہاں افروز جاناں میچکد
کوکب سیّارہ از خورشید رخشاں میچکد

جان شہرے تازہ شد از جرعہ جام لبش
جرعہ نتواں گفت آں چیزے کہ از جاں میچکد

سبزۂ تربیں بگرد چشمۂ نوشین او
گوئیا خضر ست کز روے آبِ حیواں میچکد

دی بیک شست جفا خوں از رگ جانم کشاد
سوئے تیرش بیں ہنوزاں خوں ز پیکاں میچکد

خوں چکانست آں لب خونخوار جاناں چوں کنم
انچہ ایشاں را ز لب مارا ز مژگاں میچکد

ساقیا از لعل تریاک قطرہ در جانم چکاں
خاصہ کیں دم کز زمرد دُرّ و مرجاں میچکد

روئے میپوشند مرغاں زیر ہر برگے ز ابر
منخرم گفتے مگر چیزے پریشاں میچکد

ماہ من مست آمدست ایں طرفہ کز مستیٔ خود
منکر ست و مستیش از چشم فتاں میچکد

۳۰۹	دید چوں اشک حسؔن برخاست گفتم برمخیز گفت خواہم رفت رہ دور ست باراں میچکد	۷

یاری دهدم آں بت عیار که داند | یا دل دهدم ترک جگر خوار که داند
سرمایهٔ دین و خرد از غارتِ خوباں | هر بار نگه داشتم ایں بار که داند
اسرار خطش در شب زلفش نتواں خواند | اسرار معما بشبِ تار که داند
پارینه خراج مژه ام خونِ جگر بود | امسال چه فاضل شود از پار که داند
حال تنِ بیمار، طبیبانِ زمانه | دانند درون دل بیمار که داند
افتاد بداں غمزهٔ خونیں (عہ) سرو کارم | تا باز کجا میکشد ایں کار که داند

۳۱۰
با آنکه دلش نرم نگشتست همه عمر
ایں نظم حسن در نظرش دار که داند
۷

ترک دل آشوب من تند و رواں میرود | چوں دلم از جا برفت آه که جاں میرود
ما چو درختِ خزاں خشک فرو مانده ایم | او چو گل نو بهار خنده زناں میرود
سرو سهی گفته اند او به ازاں خاستست | کبک دری دیده ام او به ازاں میرود
آب حیات منست وه که نمی ایستد | عمر عزیز منست وه چه رواں میرود
تا که دو چشمش نشد بر منِ مسکیں چهار | هر نفس از چشم من چشمه رواں میرود
هر سحرے بر لبم وقت نیازے که هست | پیشتر از ورد ها نام فلاں میرود

۳۱۱
مر حسن خسته را ضبط میسر نشد
هرچه درون دست آں بزباں میرود
۷

اے چوں تو نداشته جهاں یاد | روزے نه کنی ز دوستاں یاد

عہ چو به غمزهٔ ترکاں

گر در دل خود نگردی ام ذکر / بارے بخن از سر زباں یاد

کشتی بجر شہلائے ابروم / اے ترک کہ دادت از کماں یاد

بر روئے زمیں چو روئے خوبت / یک ماہ ندارد آسماں یاد

آنرا کہ ز حسن تو خبر شد / نہ از خود خبرست و نہ از جہاں یاد

مرغے کہ تو در قفس بداری / ہرگز نکند ز بوستاں یاد

۳۱۲

بربست حسن میاں بخدمت
باشد کہ کنی دریں میاں یاد

۱۱

بیک کرشمہ بر آوردی از جگر ہا دود / نگر کہ حال من خستہ چہ خواہد بود

دل ار چہ سوختہ شد با محبت تو خوشست / چو مجمرے کہ معطر بود بصحبت عود

خرابیٔ دل خود با تو کے توانم گفت / مرا فسانہ دراز و تو مست و خواب آلود

مرا ز عشق نہ آسودگی بود نہ قرار / غمت قرار بدیں داد و دل بدیں آسود

بہ پیش قاضی دل ماجرائے خود گفتم / مراد عشق بتانرا ملازمت فرمود

ربودہ کہ ترا دید شد شہنشۂ عشق / رسید و گوئے سلامت ز حال ما بربود

در انکہ قبلۂ محمود شد بتے چو ایاز / کجا شد ایں صفت بت شکستن محمود

تو تا دوال کمر بند خویش بستی سخت / نداشت ہیچ مرا ز دست قاعدہ سود

شبے ز گوشۂ بامے چو ماہ طالع شو / مگر ستارۂ ما بد بران کنی مسعود

بوقت مردنم از حال پرسیم گویم / کہ خوش ہمے روم از بخت خویش ناخشنود

ہزار ہمچو حسن گر نہند سر بعدم

٣١٣ — چہ غم بود چو بود یک وجود تو موجود[1] — ١١

منازِ اے بتِ چیں کہ چیں ہم نماند — قرار جہاں ایں چنیں ہم نماند
ز ہر غم ار عاشقے کشتہ گردد — شکر خندہ نازنیں ہم نماند
تہی دست و یرانہ خسپ ار بمیرد — جہاندار اورنگ شیں ہم نماند
نہ جم ماند اینجا نہ نقش نگینش — چہ نقشِ نگیں بل نگیں ہم نماند
نماند بچیں ہیچ بتخانہ آخر — چہ بتخانہ چیں کہ چیں ہم نماند
خود از ہر بنا عاقبت چوں بہ بینی — زماں گردد آخر زمیں ہم نماند
بچرخ بریں میکنی تکیہ دایم — ندانی کہ چرخ بریں ہم نماند
چہ مونس ہمی گیری از ہر قرینے — کہ مونس نپاید قریں ہم نماند
اگر بگذرد مرد کج گوئی کم داں — سخن دان باریک بیں ہم نماند
سخن را اگر چند سحر آفرینند — سر انجام سحر آفریں ہم نماند

٣١۴ — ہمیں نالہ ماند بیکس حسن را / بترسم ازاں روز کیں ہم نماند — ٧

اشعار بسے گویند اسرار[2] خدا بخشد — تاریک نشیناں را انوار خدا بخشد
لغزیدہ بسے بینی در راہ سخن آرے — بس بوالعجبست ایں رہ ہنجار خدا بخشد
اے زاغ چہ می پوئی پے در پے ہر کبکے — تو خود ہوسے کردی رفتار خدا بخشد
فعل تو دگر باشد فضلِ ازلی دیگر — تو طالب جنت شو دیدار خدا بخشد

[1] ناموجود
[2] جدا باشد

نو خاسندگاں گرچہ چوں سوسن ہر یک
گر اندکے از نعمت دریافتہ اے دل

دارند زباں لیکن گفتار خدا بخشد
خوش باش ہاں اندک بسیار خدا بخشد

۳۱۵

یاراں چو حسنؔ ہر بار از شاخ ضمیر خود
ایں بار ہمے خواہند ایں بار خدا بخشد

۷

گذشتگان جہاں حال خویش چوں گویند
یکے بپرس ز نو رفتگان ما اے باد
فراق دیدہ گل چہرہ گاں نمی دانم
خبر شدست فلانے برفت آگہ باش
غم جنازۂ خود اے عجب چرا نخورند
چو روشنست کہ آں رفتگاں کجا رفتند

کہ زیر ضربت چوگان مرگ چوں گویند
ازاں نو آمدگاں کز چمن ہمی رویند
کہ از کہ یاد کنند ایں زماں کہ گل بویند
کہ روزے ایں خبر تو بدیگراں گویند
کساں کہ در پے تابوت مردگاں مویند
ہنوز ایں دگراں ہم کجا ہمی پویند

۳۱۶

حسنؔ بکوے عدم گم شدند یاران ت
بگو نشان چناں گم شدہ کجا جویند

۷

باز مرا عشق تو در ہم نہاد
باد بگیسوئے تو آسیب زدؔ
زلف تو لاحول چگویم چو دیو
نوش لباں موم نجاتم دہند
گرچہ دلم از غم تو خستہ شد

داغ بلا بر دل پر غم نہاد
درد ہمے بر دل در ہم نہاد
وسوسۂ در ہمہ عالم نہاد
لعل لبت شہد بجانم نہاد
ہم غم جاں بخش تو مرہم نہاد

آں کہ بحکمت دو جہاں آفرید	عالم عشق تو مقدم نہاد

۳۱۷ — گفتہ بدی بر درِ من پا منہ
بندہ حسن پا یک و سرہم نہاد — ۷

سبزہ سر بر کرد و مرغان ہم بگل پیوستہ اند	مطرباں چوں فارغ و مستاں چرا آہستہ اند
باغبانا بلبلاں را از گل و گلزار و شاخ	زود بگسل زانکہ بعد از دیرہا پیوستہ اند
جان من از سختی احوال درویشاں مرنج	چوں لبت خرما شد ایشاں تا قیامت خستہ اند
من سلاح زہد چوں پوشم کہ ترکان غمت	ہم باول حملہ صف توبہ را بشکستہ اند
ایمن آبادیست ما را عشقت از ہر آفتے	ماہیان بحر ہیں کز شست طفلاں جستہ اند
ہر زماں میگوئیم بر دیگراں دل بستۂ	یعلم اللہ من نہ بستم دیگراں بربستہ اند

۳۱۸ — اے حسن از خود بروں رو بیخود از پائے بوس
ما دریں رشتہ گرفتاریم و ایشاں رستہ اند — ۵

پری رخان کہ بچین و چگل ہمی باشند	زصورتے کہ تو داری خجل ہمی باشند
چو زندہ ماندم از روئے تو بدانستم	کہ بعضے آدمیاں تنگ دل ہمی باشند
چرا رسد بورقہائے غنچہ آفت باد	ازانکہ یک بدگر متصل ہمی باشند
تو گرچہ از دل کس بار برنگیری لیک	امیدواراں محتمل ہمی باشند

۳۱۹ — حسن بمجلس خوباں درآ تماشا کن
فرشتگاں کہ ز آب و ز گل ہمی باشند — ۷

لہ گفتہ حسن دورہ من پا منہ ؎ پاپہ ؎ تنہا انگہ سرہم نہاد ؎ چو زندہ ماندم ؎ ز روئے تو بدانستم ؎ کہ بعض آدمیاں تنگ دل ہمی باشند

پیش کہ گویم ایں کہ مرا یار می کشد
یکچند داشت خال خوش امسال خط کشید

دل دادہ را کرشمۂ دلدار می کشد
یکبارہ کشتہ بود دگر بار می کشد

گوید منم طبیب اسیران در د خویش
انیست آں طبیب کہ بیمار می کشد

گفتم کہ کے رسد بغمت حدّ کارِ من
گفت ایں چہ حدّ تست بریں کار می کشد

شیریں لباں کشند و نوازند لیکن او
اندک ہمی نوازد و بسیار می کشد

عشاق را بروز جزا زار میکند
چوں زار میکند پس ازاں زار می کشد

(۳۲۰)
مسکین مَن شکستہ بساں حسنؔ بگو
پیشِ کہ گویم ایں کہ مرا یار می کشد
(۵)

کمال حسن تو در عقل کس نمی گنجد
دُر وصال بہ درج ہوس نمی گنجد

بنفس خویش رسیدن نمی تواں بر تو
چہ جائے نفس کہ آنجا نفس نمی گنجد

تو کیستی کہ دم از وصل او زنی اے دل
کہ اندراں قدح خاص خس نمی گنجد

رسید مژدہ قتل از تو مرغ جان مرا
بجان تو کہ کنوں در قفس نمی گنجد

(۳۲۱)
چہ لطف بود کہ شب ہر زماں ہمی گفتی
میان ما و حسنؔ ہیچ کس نمی گنجد
(۷)

باز ایں دلم بکوے دل آرام میرود
از دام جستہ باز سوئے دام میرود

گویند ہر کسے کہ بیارام چوں کنم
آرام ہمر کاب دل آرام میرود

بے او اگر درخت گل اندر بر آورم
ہر گل مرا چو خار در اندام میرود

لہ دل و قلب است - از برہان

ایام در نیامده با ما بدوستی — واں دوست ہم بسیرت ایام میرود
سروے زمشک دارد برماه نردباں — زاں نردباں دل است که بربام میرود
شہریست در ولایت خوباں که اندرو — ہر پارسا که آید بدنام میرود

۳۲۲

پختہ نگشتۂ زتف عشق اے حسن
تدبیر ہائے تو ہمہ زاں خام میرود

۷

بیا که عید در عیش برجہاں بکشاد — جہاں بعید خوشست دلم بروئے تو شاد
چواں دو طره براطراف آں دو رُخ پیچد — دو عید باد و شب قدر کس ندارد یاد
گہے که بر درِ من بگذری ہمه عالم — مرا زعید گذشته کنند مبارک باد
مرا بتو چه گذر اینک روستائی را — مقررست که با عید نسبتے افتاد
زعید وصل تو دل را مرادے ار نرسد — بروزگار خوشست نامرادیٔ مرساد
شبے که در نظر آمد ہلال ابروئے تو — چو طبل عید زشب تا سحر کنم فریاد

۳۲۳

حسن اگرچه توئی عید وقت او امروز
ہنوز روزۂ ہجرانت یک شبے بکشاد

۷

چوں نسیمے بباغ ور بجہد — ورق گل زیک دگر بجہد
دیدن روئے گل دلیل کند — چشم نرگس که در سحر بجہد
باغ از سبزه باز نو خط شد — شاخ را وقت شد که بر بجہد
غنچه از خوف خار در خطرست — آیت فتح زیں خطر بجہد

ہر زماں خونم از جگر بجہد گیست کز شست آں نظر بجہد	در دل از یاد تیر غمزۂ دوست نظرش ناوک جگردوز ست

۷	بر درش سر نہاد بندہ حسن بو کہ[۱] در عشق سر بسر بجہد	۳۲۴

باز آں نگار پردہ در در پردہ پنہاں از چہ شد
اول وفائے می نمود آخر پشیماں از چہ شد
دی کرد شہرے را خراب امروز می بند د نقاب
اوّل چناں کافر بد و آخر مسلماں از چہ شد
حیران آں رخسارہ ام از وے[۲] نہ لفظے بس عجب
گر نیست جنش چوں[۳] خلیل آتش گلستاں از چہ شد
از خام کاریہائے دل خندہ ہمی آید مرا
دل گرمیٔ نا دیدہ زو ناپختہ بریاں از چہ شد
آخر بپرسید از دلم آں شحنۂ خونریز را
شہرے کہ پار آباد بود امسال ویراں از چہ شد
جاں کشتہ شد بے روئے او ایں خود خلاف ہمت است
اشتر دلیٔ جاں نگر بے عید قرباں از چہ شد

۵	من با تو گفتم اے حسن اوصاف حسنِ بے حدش گر نیست آں دلبر پری از خلق پنہاں از چہ شد	۳۲۵

[۱] بردر [۲] آبے و لطفے [۳] معجزہ

بازم ایں ساعت از اں شکل نکو یاد آمد
گل بخندید و مرا خندہ او یاد آمد

سبزہ بر روئے چمن راحتِ دلہا افزود
در دم ان خط وان روئے نکو یاد آمد

تا خیال قد او شست دریں دیدۂ من
خلق را سرو روان و لب جو یاد آمد

چشم از نامۂ جاں پرورِ او روشن شد
قصہّ یوسفؑ و پیراہن و بو یاد آمد

٣٢٦

بر دل دوست حسنؔ بود فرامش گشتہ
ایں غزل خواندہ شد اں نادرہ گو یاد آمد

٧

سریست دریں سینہ کہ پیدا نتواں کرد
دل طالب چیزے کہ تمنا نتواں کرد

طرفہ سرو کاریست کہ بر وعدۂ معشوق
صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد

شہد لب او بابۂ ما مدعیاں نیست
زنبور صفت بیہدہ غوغا نتواں کرد

غیرت بکمیں دست بلعلش نتواں برد
روزہ بدہاں میل بحلوا نتواں کرد

حاصل نہ شدہ نعمتِ دیدار دل آرام
دل بر گل و گلزار شکیبا نتواں کرد

ہر روز دریں صاعقہ پنہاں نتواں سوخت
یک حرف ازیں واقعہ پیدا نتواں کرد

٣٢٧

چہ چارہ حسنؔ کز جہت وصل فراقش
سودا نتواں پختن و صفرا نتواں کرد

٧

دلم ز دست شد و دلستاں نمی پرسد
بحکم رسمِ قدیم ایں زماں نمی پرسد

چناں بہم شدہ دیدم طریق عہدش ازانک
چنانکہ شرط بود آنچناں نمی پرسد

ہمہ بخانۂ اصحاب دولت است رہش
زرہ فتادۂ بے خانماں نمی پرسد

بصدر شُستۂ قدح خوردۂ شیر گیر شدہ
سوال کردم دل را کہ نالۂ تو ز چیست
کدام در دم ازیں پیشتر کہ پرسیدن

ازیں کمینہ سگِ آستاں نمی پرسد
بنالہ گفت چہ پرسی فلاں نمی پرسد
ہمی تواند و زیں ناتواں نمی پرسد

۳۲۸

حسنؔ نشانہ شد اندر بلا و آں بے رحم
برائے نامے ازیں سو نشاں نمی پرسد

۷

نہ پندارم کہ ماہ من شبے بر من فرود آید
زہے حیف از چناں گل در چنیں گلخن فرود آید
شب و روزش ہمی خوانم کہ ہست او آیت رحمت
فتوح آسمانی داں اگر بر من فرود آید
گر او دستے فرود آرد بفرقِ کشتگانِ خود
ہماں دم جانِ بالا آمدہ در تن فرود آید
سراسر دامنم پُر قطرہائے اشک خند آرے
چو ابر دیدہ خیزد قطرہ در دامن فرود آید
اگر بندم در خانہ برائے دفع آفتہا
بلائے عشق پنداری کہ از روزن فرود آید
سرم بر گردنم بار سیت آں ترک سر افگن کو
مگر از لطف او ایں بارم از گردن فرود آید

حسنؔ ہرگز نمی پیچد سر از شمشیر او واللہ

۳۲۹	اگر از مہر مہ رویاں سر سوزن فرود آید	۷

کیست کز نغمۂ نے زمزمۂ در گیرد
تا مگر بار غمم از سینۂ ما بر گیرد

ہر سبک روح کہ در جانش اثر کرد سماع
جانش از عالم تن عالم دیگر گیرد

ایں سماعیست کہ ذوقش بسر آدم داشت
کہ چو اندر سرِ شں افتد کم افسر گیرد

چوں نواہا بگہ صبح زند بلبل مست
فاختہ ہم قدرے صوتِ گران تر گیرد

نالۂ مرغ سحر زار چنانست کہ گر
شمع را سمع بود سوختن از سر گیرد

مدعی گر نشد از ذوق بر آتش چہ کند
ہیزم او ہمہ تر بود کجا در گیرد

۳۳۰	پاے ہر زندہ دلے را کہ بجنبد در رقص حسن از دیدہ رواں در دُرّ و گوہر گیرد	۷

اے چو گُل خاستہ بد بجمالت مرساد
قرۃ العین منی عین کمالت مرساد

دیدہا چوں برکاب تو بسالم گویم
دست بیداد زمانہ بدوالت مرساد

سال و مہ باد ترا روز سعادت روزی
ہیچ روزے بخلاف مہ وسالت مرساد

خوبرویانِ جہاں را شرف از تست اے ماہ
یارب از دور فلک ہیچ وبالت مرساد

اے چو خورشید بر آوردہ سر از مشرق حسن
شب ما روز تو کردی کہ زوالت مرساد

یک نظر سوئے تو عیدست ہمہ عالم را
ہیچ غشی و غباری بہلالت مرساد

۳۳۱	گرچہ او ردئے نکویت حسن آفتہا دید آفت دیدہ بد بیں بجمالت مرساد	۷

ع ؎ دو گہر تر   ع ؎ چوں جہاں را شرف از دیدن تست اے ماہ

خستگانی که بعشق چو تو ترکی گروند — تیر تو خورده بکیش دگری چون گروند

تو یکی آیتی از مصحف حسن آمده — جای سجده ست بهر بار که نامت شنوند

عجبم آید ازان راه روان کز غفلت — صاحب خانه رها کرده سوی خانه روند

تا بزنجیر سر زلف به بستی دل من — عاقلان جمله برآنند که دیوانه شوند

بر سر بام شو و گوشهٔ ابرو بنما — روزه داران غمت منتظر ماه نواند

رفتن باد صبا آمدن گل چه کنم — من ترا دانم ازینها که آیند و روند

۲۳۲

کی رود مستی عشق از سر عشاق برون — که حسن دار بمیخانهٔ عشقت گروند

۱۱

به ارز جام لبت جرعهٔ بخشی زود — بشوی این دلم از تو به گنه آلود

سپید کن دلم از نور می که نتوان یافت — ولی سیه ترازین زیر آسمان کبود

هزار دوزخ سوزان فرو شد اندر من — وزین فرو شده یک روز بر نیامد دود

طبیب علم ندارد ز درد ضربت عشق — چه سود مند بود شربتی که او فرمود

عجب معامله پیشم آمدست امروز — که زاهدان گله مندند و شاهدان خوشنود

دلیل دولت محمود بود عشق ایاز — وگرنه عاقبت او کجا شدی محمود

غلام نرگس مستانهٔ توام که مرا — خلاص داد ز پرهیزگاریی که نبود

برون خرام ز در تا منجمان بینند — که بر چه وجه رود سیر اختر مسعود

ندیده بود فلان صورت تو در آدم — وگرنه از سر دیده در آمدی بسجود

نداشتم سر جولان گوی این میدان — ولیک مستی عشقم عنان ز دست ربود

۳۳۳ — ۷

حسن نصیحتے از دل ہمی کنیم ترا
وے دل تو نصیحت پذیر نیست چہ سود

برمے شکنی از من درویش چہ باشد — دل می نہی با من دل ریش چہ باشد
ہر شب بدعاہا طلبم روئے چو ماہت — جہد من بدروز ازیں بیش چہ باشد
جان و دل خود پیش کشم گر تو بیائی — پیداست کہ اندازۂ درویش چہ باشد
تو ماہ نوی شیفتۂ تو من مسکیں — پنہاں شدن از شیفتۂ خویش چہ باشد
گفتی سگے خود خوانمت اما نہنم داغ — ایں داغ کہن بر من ازیں بیش چہ باشد
من زاں تو ام گر بکشی خیز و بکش زود — صید بکمند آمدہ فردیش چہ باشد

۳۳۴ — ۷

اکنوں کہ حسن داد باندیشۂ تو دل
بدگو کہ بود طعن بد اندیش چہ باشد

صبا امروز گوئی کز دیار یار می آید — کہ بوئے مشکبارش خوشتر از ہر بار می آید
گل نورستہ است ایں یا نسیم یار می جنبد — شب قدرست یارم[۱] یا سلام یار می آید
بنی آدم ہمہ دیوانہ مشکلند ایں زماں از چہ — مگر آں آدمی خلقے پری رخسار می آید
زلیخا وار بینم شہرے از خانہ بروں رفتہ — مگر آں یوسف آفاق در بازار می آید
شبے در خواب جوئے خضر سوئے خود رواں دیدم — ہم اندر خواب با خود گفتم آں دلدار می آید
چو شاہاں خوش خراماں بر بساط حسن رفتے — ولیکا امروز مے خوردہ ست فرزیں وار می آید

۳۳۵ — ۷

حسن ہر چند حیر النست در وصف لب لعلش
وے دُرہا ہمی ریزد چو در گفتار می آید

۱ منی ؎ شب قدرست ایں یا خود سلام

نگارِ من جوانی می فروشد | زبانش کامرانی می فروشد
سر افگنده نشینم چوں بنفشه | چو سروِ من جوانی می فروشد
حریف عشق راز آں لعل میگوں | شراب ارغوانی می فروشد
کمر بندش بجوزا داد تحفه | اگر از بے میانی می فروشد
مگر زاں خط همی دزدد صبا مشک | که هر صبحے نهانی می فروشد
خط او گرچه گرد آورد سودا | لب آب زندگانی می فروشد

۳۳۶

چه حیفست ایں که پیش آں شکرلب
حسن شیریں زبانی می فروشد

۷

بتاں گز زلفِ مشکیں دام کردند | جهانے زیر هر مو رام کردند
بتقویٰ نام نیکو برده بودم | نکو رویاں مرا بدنام کردند
بهشتی گشت صحن خانه امروز | مگر ایشاں گذر بر بام کردند
من از اخلاص میخواندم دعائے | وزاں سوختم بر دشنام کردند
غم نوشیں لباں زاں تشنگاں پرس | که دریا هائے خوں آشام کردند
ملائک دیگے اندر طعن ایشاں | بر آوردند لیکن خام کردند

۳۳۷

حسن را جامهٔ جاں چاک زاں شد
که دُرد دردش اندر جام کردند

۵

در دل هر که غمِ یار دل افروز بود | لشکر همت او بر همه فیروز بود

نکند در مہ و خورشید ہمہ عمر نگہ
ہر کہ بیند گل و رخسارۂ یارم یک روز
ماہِ عید آمد و من روزۂ ہجراں دارم

نظر ہر کہ براں شمع دل افروز بود
روز گارش ہمہ چوں موسم نوروز بود
مہ من گر برسد عید من آں روز بود

۳۳۸

حسن از سوز دل خود سخنے بیروں داد
وین نداند مگر آں کس کہ در و سوز بود

۷

شب اندر ماہ رخسارش بہ بینید
بہر شکلے کہ دانست از برم رفت
بہ نزدیک من آں ماہ دو ہفتہ است
من از دیدار دلبر در بہشتم
چو یوسف در ہمہ عالم عزیز ست
ہمہ عالم خریداری کنندش

شبہ بر لعل خوں خوارش بہ بینید
یکے در شکل رفتارش بہ بینید
شما از دور یکبارش بہ بینید
بہشت از زینت دیدارش بہ بینید
ہمہ عالم خریدارش بہ بینید
خدا را روز بازارش بہ بینید

۳۳۹

حسن دیں در سر زلف بتاں کرد
بزیر خرقہ زنارش بہ بینید

۷

گلش تا ہمنشیں مشک تر شد
چو اوصافِ لب او می نوشتند
سلام خشک برائے قاصد ایں بار
بدل گفتم کزاں دلبر خبر گوئے

خرد در خوف و جاں اندر خطر شد
قلم در دست کاتب نے شکر شد
کہ از باران اشکم نامہ تر شد
دل آنجا رفت و او ہم بے خبر شد

شبانگه محتسب دنبال ما کرد سر ما در سر کار بتان رفت	چو در ما دید از ما مست تر شد حساب ما و ایشاں سر بسر شد

۳۴۰

دگر گردند خوباں شیوۂ حسن
حسنؔ را ہم سخن طرزِ دگر شد

۵

بتم سلطان خوباں شد گدایاں راکہ می پرسد
چو او بیگانگی کرد آشنایاں راکہ می پرسد
دل صاحب دلاں خوں شد ز ناز او چو ایشاں را
سزا اینست چوں ما نا سزایاں راکہ می پرسد
بدو گفتم کہ خود را می نمایم چوں سگے پیشت
جوابم داد و گفتا خود نمایاں راکہ می پرسد
دلا ایں پارسائیہائے بے حاجت بیسکونہ
بعہد چشم مستش پارسایاں راکہ می پرسد

۳۴۱

حسنؔ جاں ریزہ ریزہ کردی اندر زیر پائے او
تو خود کردی ولیکن زیر پایاں راکہ می پرسد

۷

حدیث عاشقی پنہاں نماند نشان اشک من در چہرہ پیداست اگر زہرہ بہ بیند روے آں ماہ	قرار کار ہا یکساں نماند نکو گویند خوں پنہاں نماند جمال او دراں میزاں نماند

مرزاں آدمی حیرانی آید	کہ رویش بیند و حیراں نماند
دلا بر جاں ہمی لرزند خلقے	تو با جاناں بساز ار جاں نماند
حیاتِ جاوداں انکہ تواں یافت	کہ جائے جاں بجز جاناں نماند

۳۴۲	حسنؔ سر بر کشد از اوج مقصود اگر پابستۂ ہجراں نماند	۷

غمِ جاناں اگر دامن نگیرد	فلک دُنبالِ جانِ من نگیرد
چہ گرد غم کہ ریزد بر سرم چرخ	گر آہِ من رہِ روزن نگیرد
نخواہم باختن سر در رہِ دوست	اگر بازم زسر دشمن نگیرد
اگر پروانہ نارد از خطِ تو	بنفشہ عرصۂ سوسن نگیرد
چو عاشق در کمندِ زلفش افتاد	چہ منت ہا کہ بر گردن نگیرد
بچشم پا نہد پس بگذرد زود	کہ تا خون منش دامن نگیرد

۳۴۳	حسنؔ راختہ باید بود لابد چو ترکے ترک ناوک زن نگیرد	۶

تا رخت از مطلع مراد بر آمد	رخت گل و لالہ را کساد بر آمد
خط سیہ گرد روے خوب تو گوئی	شب بتماشائے بامداد بر آمد
از قد و زلف و دہن و چشم خوش تو	نقش الف و لام و میم و صاد بر آمد
عشق تو دل را سلام کرد ہماندم	از دل و جاں ہر دو خیرباد بر آمد

سہل بود نامرادیٔے کہ رسید ست | چوں تو رسیدی ہمہ مراد برآمد

۳۴۴

حرف صلاح از دل حسن مطلب زانکہ
نام وے از دفتر فساد برآمد

۷

شب مرا تا بروز خواب نبود | جز نم دیدہ فتح باب نبود
ہر دم از چشم خود برآتش دل | خوں ہمی ریختم چو آب نبود
خونے از دیدہ نوش می کردم | در صراحی جز ایں شراب نبود
ماہِ من از مے جوانی مست | ہیچ میلش بدیں خراب نبود
گرچہ تا صبح نالہا کردم | یک سوالِ مرا جواب نبود
تلخ کردم جہانیاں را خواب | زاں دعاہا کہ مستجاب نبود

۳۴۵

اے حسن یار گر خطائے کرد
ہم شکایت ازو صواب نبود

۷

بار دگر تیر عشق بر ہدف جاں رسید | بار دگر شعلۂ در دلِ بریاں رسید
دیدہ بدی چشم من ریختہ باران خوں | بر درِ دیوار تو نقش نگاراں رسید
گفتہ اے میر بار حاجت شہرے بشاہ | حال غریباں بگو نوبت ایشاں رسید
بانگ مزن اے رقیب دم مزن اے پردہ دار | منتظر رحمتیم قصہ بسلطاں رسید
ہر کہ بزلفت رسد سر کند اندر رسن | گرچہ کمند بلاست کاش کہ بتواں رسید
گفت نخواہم رسید بر تو پس از عمرہا | او نرسید اے دریغ عمر بپایاں رسید

۳۴۶	دوست رضا میدہد از سر جاں خواستن عذر میار اے حسن خیز کہ فرماں رسید	۷

دوشش از غمِ تو دلم چناں بود
اگزو ے ہمہ شہر در فغاں بود

گہ خون دو دیدہ بر زمیں ریخت
گہ دست دعا برآسماں بود

با آب مژہ صبور بودم
ایں خونِ جگر گرا گماں بود

از اوّلِ شب کہ نالہ کردم
تا آخرِ شب نفس ہماں بود

آں لحظہ کہ در سرم سخن رفت
ہم نام تو بر سرِ زباں بود

ہر چند کہ با تو ایں بلاہاست
با ایں ہمہ بے تو کے تواں بود

۳۴۷	ہر بار کہ عشق آتش افروخت بیچارہ حسن دراں میاں بود	۵

از چشم پر خمار تو مستی نمیرود
خویت ازاں مزاج کہ ہستی نمیرود

دودِ دلم بر اوج فلک خیمہ زد، بلے
ایں عشق آتشیست بہ پستی نمیرود

عقل از کمند زلف[1] تو سر در جہاں نہاد
دل را کہ پا بسلسلہ بستی نمیرود

تا جرعۂ ازاں لبِ میگوں چشیدہ ام
از من ہوائے بادہ پرستی نمیرود

۳۴۸	گفتی حسن چرا نکنی توبہ از شراب واللہ کہ توبہ کردم و مستی نمیرود	۷

امسال[2] رونق گُلِ ترا آنچناں نبود
بے سرو تو بدیہہ بلبل رواں نبود

---

[1] عشق [2] امسال بے تو رونق گل

گلزار بود. مجلسِ قولِ مغنیاں
برقولِ صوفیاں ہمہ خود بود آں نبود

ایں کاروان گل پس سالے رسید لیک
ما ہیے کہ در دست دریں کارواں نبود

دانستہ ام کہ از تو بہ بینم شب فراق
آں روز رستخیز مرا در گماں نبود

لعلِ بتاں جواہر تبسم نثار کرد
ورنہ مرا چنیں صدف دُرفشاں نبود

مرغ ارچہ عشق نامہ خود خواند بامداد
دستانش را طراوت ایں داستاں نبود

(۳۴۹)
ایں طرز شیوۂ حسن ست ورنہ پیش ازیں
چندیں شکر بعرصۂ ہندوستاں نبود
(۷)

دوستاں در دم قوی شد مرہمے حاصل کنید
دیدہ در خوں غرق شد کوشِ علاج دل کنید

از بلا متھلے تاں ہر روز دیوانہ ترم
اے عجب دیوانہ را خواہید تا عاقل کنید

اے رفیقاں از کہ می پرسید تا منزل کجاست
ہر کجا معشوق عاشق را ہماں منزل کنید

گر بمیرم در فراق آں مہ محمل نشیں
گاہ مردن روئے ایں مسکیں سوئے محمل کنید

ہر خسے کش زیر پا شد گرد می آرم بچشم
تا چو میرم ہم بداں گورے مرا کہگل کنید

پند گویاں ہر چہ گو یندم ہمہ بے حاصل است
بارے آں چشمے کہ من می بینمش حاصل کنید

(۳۵۰)
یار چوں ایں سو خرامد از پئے قتل حسن
جان ایں مقتول خاک راہ آں قاتل کنید
(۷)

گر نسیمے از سر زلف تو سر در ہم رسد
سر بسر دلہائے در ہم گشتہ را مرہم رسد

زاں دہاں تنگ ملک مسن شود ملک مراد
گر سلیماں وار دست من بداں خاتم رسد

از پری زادست او یا از ملائک یا ز حور
بارے از نسلِ بنی آدم چون او کم رسد

زخم زیر چشم او یارب چه شیرین آمدست
زان همی ترسم که دیگر چشم زخمے هم رسد

چشم مست او بیک غمزه جگر با دل بدوخت
تیر ترکان گر ز سرمستی رسد محکم رسد

از غم غافل مباشید ارچه اندک گفته ام
آتش اندک خیزد اما در همه عالم رسد

۳۵۱	عالمے شاد و حسن را جائے شادی غم رسید او چه غم دارد حسن را گرچه صد چون غم رسد	۷

این مژده که می گوید وین نامه که می آرد
ای دل ز صبا می پرس کز گل چه خبر دارد

یمنیست درین قاصد از پیش که می آید
فتحیست درین نامه تا خود بکه می آرد

شمع نظرست آن خور تا بر که همی تابد
ابر کرمست آن مه تا بر که همی بارد

طعنه زندم هر کس کو را چه سپردی دل
گر جان طلبد جانان آن کیست که نسپارد

گفتی چه رود چندین خون از جگر ریشت
خاریست درون دل کان ریش همی خارد

بے دوست اگر عاشق فردا به بهشت آید
نعمتکدهٔ رضوان آتشکده پندارد

۳۵۲	ماندست حسن واللہ بر قاعدهٔ عشقش ور بگذرد از عالم آن قاعده بگذارد	۷

شب را چو صبح عید عزیزے بما رسید
کز پائے بوس او سر ما بر سما رسید

گفتی رسید موسم حج این سخن بدار
ما حج چرا رویم چو کعبه بما رسید

بوده ست همچو دیده نرگس دو چشم من
حیرانم این بهار گرم از کجا رسید

۱؎ زاهد ۲؎ کرداست

از خار خار غصه نهالم چو گل شگفت	وز درد دل گله نکنم چوں دوا رسید
دل در طرب در آمد و دوران غم گذشت	ابر کرم بر آمد و کشت رجا رسید
شمعے ز لطف در دل تاریک بنده تافت	شاہے ز غیب بر سر وقت گدا رسید

٣٥٣ — نازش بگفتی اے حسن اینجا زہے ادب / این نیک نامیست که از حق ترا[١] رسید — **٩**

آں که حسنت چوں گلستاں آفرید	در لبت صد ناز خنداں آفرید
ناف چیں در چین زلفینت نهاد	وز رخت خورشید تاباں آفرید
از رخ گلرنگ تو آبِ حیات	وز رخ گلبوئے تو جاں آفرید
ماه را در یتیمت عرضه داد	باز بر ماهت گلستاں آفرید
آفریں بر صنع آں صانع که او	صورتِ زیبا بدینساں آفرید
ماه در دوراں چو تو شاہے نزاد	تا خدا بیبا و خوباں آفرید
تا همی بخشی خلائق را حیات	در لبانت آبِ حیواں آفرید
در لبِ شیریں تو چندیں شکر	از برائے دردمنداں آفرید

٣٥٤ — چوں حسن را داد قدرت در سخن / زیں نکوتر شعر نتواں آفرید — **٥**

دل را که خوں گرفت نگه داشتن[٣] چه سود	تخمے که زو برے نرسد کاشتن چه سود
جانا چو سیل عشق تو دلها خراب کرد	ما را بنائے عشق برافراشتن چه سود

[١] در بعض نسخ این شعر هم بنظر رسیده - [٢] سلطان علائے دولت و دیں آنکه در جهاں / شاہے چو او نیامده تا پادشا رسید -
[٣] دل خوں گرفته را ز نگه -

دل بر تو رفت گرچہ نگہ داشتم بسے خون دلم بچاہ زنخ ریختی نخست	چیزے کہ رفتنیست نگہ داشتن چہ سود اکنوں بمشک و عنبرش انباشتن چہ سود

۳۵۵

از نالۂ حسنؔ چہ بدانگاری اے صنم
خود زخم کردۂ تو بدانگاشتن چہ سود

۵

دل خوں شداں خلاصۂ جانرا خبر کنید صبر از برم بجست چو آہو بصید گاہ تنگ آمدست جان من از جور عشق او جانست یار و ایں سرمن خاک پائے او	زیں آب دیدہ سرور وانرا خبر کنید آں شہسوار سخت کمانرا خبر کنید آں تنگ چشم و تنگ دہانرا خبر کنید چوں سر زپا در آمد جانرا خبر کنید

۳۵۶

جملہ جہاں بزہد حسنؔ طعنہ می زدند
ایں ہم نماند جملہ جہاں راخبر کنید

۷

سرگشتہ دلم راہ بمقصود ندارد باغ از خط خوب و لب شیرنیست خجل ماند عاشق کہ شبے سیر ندیدت چہ تواں کرد برشست ایاز اختر مسعود دہد بوس کس راخبرے نیست زسوز جگر من یک روز نخوردی غم بیچارہ بیندیش	آں صبر کہ ہیچند در و بود ندارد گو ہیچ بنفشہ شکر آلود ندارد بد روز ابد طالع مسعود ندارد کاں تاج بجز سینۂ محمود ندارد آرے چکنم آتش من دود ندارد زاں روز کہ افسوس کنی سود ندارد

گفتی کہ حسنؔ می ندہد دل بتان ہیش

۳۵۷	معذور ہمی دار کہ موجود ندارد	۷

تا سایہ زلفینت یارِ مہ تاباں شد
گوئی کہ مگر کفرے ہمسایۂ ایماں شد

تنگ آمدہ بود ایں دل زیں دین نفاق آلود
از زلف تو زنارے بربست مسلماں شد

تا بر دو رخ چوں گل از مشک زدی خالے
آں حسن کہ دی بودت امروز دو چنداں شد

خود بیں شدہ بد نرگس چوں تو بچمن رفتی
ہر چشم کہ بود اورا در روئے تو حیراں شد

جاناں دہن تنگت اندر نظرم آمد
طراری او دیدی دل بستد و پنہاں شد

گفتی کہ چرا از دل چیزیت نشد حاصل
تو دیر بماں کاں دہ دیر ست کہ ویراں شد

۳۵۸	ہاں اے حسن از عالم تلخی چہ کشی چندیں کز گفتۂ شیرینت نرخ شکر ارزاں شد	۷

باز در جانم ز زلف عشق تابے اوفتاد
ذرہ را دوستی با آفتابے اوفتاد

آفتاب آسا شبا تے خواہمش در اوج حسن
گرچہ با ماش اتفاق انقلابے اوفتاد

گو بہش دل سوئے ماہی وار گوید سنگ ہست
ایں چنیں معشوقۂ حاضر جوابے اوفتاد

چوں شود حالِ دل مسکین من در دستِ عشق
صعوۂ بیچارہ در چنگ عقابے اوفتاد

عقل من افراسیابے بود اما در دو دست
رستمے گوئی کہ برافراسیابے اوفتاد

چشمش از سوئے دلم دیداں نبود از مردمی
مست می غلطید ناگہ بر خرابے اوفتاد

۳۵۹	مر حسن را دل بزلفِ یار در پیچید باز گردن دیوانہ اندر طنابے اوفتاد	۷

آں سر از عہد بروں بردہ اگر باز آید
خوشی و خرمیٔ رفتہ دگر باز آید

گرچہ شد در طلب وصل عزیزش ہمہ عمر
او بہ از عمر عزیز ست اگر باز آید

بامداداں کہ فلک سورہ والفجر نوشت
والضحیٰ خواندمش از دور مگر باز آید

مہ و سیارہ برانگیخت ز ہر سو لشکر
باشش تا لشکری ما ز سفر باز آید

گل کہ از رشک رخش جامہ دراں رفت امسال
ہست تر دامنے ارسال دگر باز آید

او عزیزیست کز و مصری و کنعانی را
عمر تازہ شود و نورِ بصر باز آید

۳۶۰

حسن گم شدہ را ذوق لبش یاد دہید
مگر آں طوطی مسکیں بشکر باز آید

۹

امشب از یاقوت جاناں قوت جاں خواہم کشید
گوہر جاں پیش لعل دلستاں خواہم کشید

بر طریق پیشکش حال دل صدپارہ را
ہمچو دیدہ دامن اندر خوں کشاں خواہم کشید

من چہ دارم جز متاع عجز یا نقد نیاز
آنچہ دارم پیش یار مہرباں خواہم کشید

میزباناں پیش مہماں سیم و زرہا می کشند
من سر خود زیر پائے مہماں خواہم کشید

خانۂ چشم مرا تا کے زنی اے دیدہ آب
کیں مسافر را بمنزل گاہ جاں خواہم کشید

از مژہ نوک قلم کردہ، سیاہی از دو چشم
با وجود عشق او خط بر جہاں خواہم کشید

مرغ روزش یاد داد، و شمع رازم فاش کرد
وہ ندانم چند جور ایں و آں خواہم کشید

مرغ را گرد سرش آزاد خواہم کرد لیک
شمع را بارے بدست خود زباں خواہم کشید

۳۶۱

گر مرا اگر درِ رہِ خود گرد خواہد چوں حسن
از زمیں ناگاہ سر بر آسماں خواہم کشید

۶

تا کشیدی سبزہ بر گُل گل گریباں پارہ کرد
حلقۂ زلفش کہ در پائے دلم زنجیر شد
جامۂ نیلوفری پوشیدی و رفتی بباغ
سیب سیمینِ زنخدانت کہ از جاں خوشتر است
طاعناں سنگ ملامت بر زلیخا می زدند

خار عشقت تا بداماں جامۂ جاں پارہ کرد
آنچناں زنجیر را نتواں بسوہاں پارہ کرد
یاسمیں پیراہن خود تا بداماں پارہ کرد
گر بدستم اوفتد خواہم بدنداں پارہ کرد
حسن یوسف تیغ بستد دست ایشاں پارہ کرد

۳۶۲
رشتۂ صبر حسنؔ را بر کف دستش نہید
تا بدوزد خرقۂ کز جور خوباں پارہ کرد
۷

تا دو چشم تو مست و فتانند
ہمہ عشاق در تو حیرانند
مے لبت خورد و مست چشم تو شد
گیسوانت چرا پریشانند
گر بجائے سر اندر آرے تو
جاں بگرد سر تو گردانند
بے دلاں را رعایتے کُن ازانک
ار دمے بے تواند بے جانند
تو ہم اینجا و ما ز تو غافل
تکیاں قدر کعبہ کے دانند
عارفاں نگذرند از درِ تو
بلبلاں پائے بند بستانند

۳۶۳
اے حسنؔ صوت بلبلاں چہ خوش ست
گوئیا گفتۂ تو می خوانند
۹

ساقیا مے دہ کہ ابرے خاست از خاور سفید
سرورا سر سبز شد صد برگ را چادر سفید

ابر چوں چشمِ زلیخا بہرِ یوسف اشکبار
ژالہا چوں دیدۂ یعقوب پیغمبر سفید
گر نہ حشراست ایں نگہ کُن در بنفشہ و سمن
چیست دست ایں کبود و روے آں دیگر سفید
بید لرزاں از شمال اینک چو اصحاب الشمال
یاسمیں مانند اصحاب الیمیں دفتر سفید
بادہ در جامِ بلوریں دہ مرا گر میدہی
نغز می آید شراب لعل را ساغر سفید
راحت از افسردگاں کم جو کہ کم یابد کسے
نامہ بر امی، سیہ جامہ بر آہنگر سفید
محملؔ آزادگاں می جستم از ابنائے دہر
کاغذے در دست من دادند سر تا سر سفید
عنکبوت غار را گفتم کہ ایں پردہ چہ بود
گفت مہماں عزیز آمد کہ کردم در سفید

۳۶۴	اے حسنؔ اغیار را ہرگز نہ بینی طبع راست راستست ایں زاغ را ہرگز نروید پر سفید	۵

اے کہ ہرگز از تو دلجوئی نبود من ہمہ سالہ ہوا خواہ توام	دل ز من بردی چناں گوئی نبود زاں طرف ہرگز رضا جوئی نبود

ایں بدیہائے تو تا کے یا مگر — نیکو از رسم نیکوئی نبود

دوشش گرچہ داد دشنام بسے — کار من غیر از دعا گوئی نبود

٣٦٥ ہیہدہ می رنجد از جورت حسن
کیں طریق خاص او گوئی نبود ٥

تم چوں شاخ گل ہر بار می آمد نمی آید — نہال عیش کاندر بار می آمد نمی آید

صبائے کز درِ دلدار جنبدے نمی جنبد — نسیمے کز دیار یار می آمد نمی آید

نشاطِ مے زمینخوارہ ہمی دیدم نمی بینم — سلام گل کہ از گلزار می آمد نمی آید

عتاب دوست کاندک مایہ دل را امید تسکیں بدہد — اگرچہ پیش ازیں بسیار می آمد نمی آید

٣٦٦ حسن را ہیچ کارے نیست با یارانِ کم ہمت
کہ آں یارے کہ او را کار می آمد نمی آید ٥

یار از ما رفت و یادے ہم نکرد — زلف دلبندش کشادے ہم نکرد

چشم او در جادوئی شاگرد کیست — کانچہ او کرد اوستادے ہم نکرد

لشکرِ مژگانِ او[1] قلبم شکست — اشک خونیں ایستادے ہم نکرد

صبر من بنگر کہ چوں رفت از برم — وقت رفتن خیر بادے ہم نکرد

٣٦٧ نامہ از وے چوں طمع داری حسن
کت بعمرے خویش یادے ہم نکرد ٥

[1] لشکر مژگانش صف جاں درید

تا نظر باز گرفتی ز گرفتارے چند
جز جگر ہیچ نخوردند جگر خوارے چند

دل ما خستہ چشم تو شد و تو ہمہ عمر
نشدی رنجہ بپرسیدنِ بیمارے چند

چند ازیں غمزہ زناں بر سر کو آمدنت
تو مرا کشتہ نشدہ گیر و چو من یارے چند

صفت نعمت دیدار تز اں شنیدند
طرفہ مرغاں کہ فتادند بگلزارے چند

(٣٦٨) گر حسن را نظرے بر غلط افتاد بہ بخش (۵)
چشم بر عفو تو دارند گنہگارے چند

یارے کہ طریق ناز دارد
گر دل ببرد کہ باز دارد

آں شوخ برائے کشتن ما
صد شیوۂ جاں گداز دارد

در زلف بتاں میپیچ اے دل
کیں رشتۂ سر دراز دارد

جاناں دلِ من بجانب تست
کنجشک ہوائے باز دارد

بشنو کہ بوصف توحسن باز
خوش گفتہ دلنواز دارد

(٣٦٩) ردیف (ر) (۷)

خہ خدائے حسن بر کمال قمر
خانہ روشن شد از جمال قمر

یافت تقویم عمر من ترتیب[1]
چوں میسر شد اتصال قمر

شمس را گر زوال شد گو شو
ایمنم بارے از زوال قمر

لہ تزیینت

چشم نرگس بخواب جوید نور	چه خبر خفتہ را ز حال قمر
چوں کند وز وبال نندیشد	ہست مهو و خود وبال قمر
سالہا بودہ ام بیاد رخش	شب تاریک در خیال قمر

۳۷۰	از قمر نور یافت کار حسن خہ خہ اے حسن بر کمال قسمر	۵

نوروز رسید یاد می دار	گل پردہ درید یاد می دار
گفتی بتو وقت گل رسم باز	آں وقت رسید یاد می دار
من با تو رسیدہ ام دمے دوش	چوں صبح دمید یاد می دار
من می گفتم تو می شنیدی	آں گفت و شنید یاد می دار

۳۷۱	قربان کردی دل حسن را اے غیرتِ عید یاد می دار	۷

بخت بیں کامروز وقت صبح یار	چشم روشن کرد مارا صبح وار
کام حاصل شد بیک مہجبت وجوئے	دوست طالع شد باندک انتظار
خط سبز او فتوح آسماں	خال شبرنگش فریب روزگار
آں چہ مجلس بود یارب چوں بہشت	کوثر اندر دستِ طوبے در کنار
من بدستے ساغرے داشتم	دست دیگر گیسوے مشکین یار
ہیچ کس دنبالہ مستاں نکرد	محتسب را سر گراں بود از خمار

۳۷۲

زرد خیرہ ماند و سیم از ہر کسے
از حسن اوصاف خوباں یادگار

۵

ماہِ من دیدی چہ دیدم از فراق یکدگر
اشتیاق ما بیکدیگر دو چنداں شد کہ تو
کے بود تا بر وصال یکدگر یابیم دست
خیز و خونِ من بریز و من بر آنم متفق

اجتماع غصہ بعد از افتراق یکدگر
ویں دو چشم ما چہار از اشتیاق یکدگر
داستانی باز خوانی از فراق یکدگر
خوب باشد کار ہا با اتفاق یکدگر

۳۷۳

اے صنم خوش خوش غم خود خوردہ ہمچوں حسن
خوش فتاد ست ایں دو معنی بر مذاق یکدگر

۷

دی تازہ رُخے دیدم چوں گل بہار اندر
چوں آب ہمی آمد من در گذرش بودم
گفتم کہ شبے اے مہ بشمر عدد اشکم
چشمت چو یکے صیدے کشتست خوشم آرے
آں رُوے جہاں افروز از دور ہمی دیدم
جاناچو بباغ آئی پیدا شود ت آخر

لالہ بمے آلودہ نرگس بخمار اندر
تشنہ بجمال او دریا بکنار اندر
گفتا کہ ستارہ است ایں ناید بشمار اندر
خوش وقت کہ خوں ریزد کافر بشکار اندر
در گرد شکارستاں چوں مہ بغبار اندر
کز شرم لبت غنچہ پنہاست بخار اندر

۳۷۴

گر خواست حسن بوئے زاں روئے چو گل شگفت
بس بیہدہ گویا شد بلبل بہار اندر

۷

صُبح طالع شد و در آمد یار
ساغرے پُر کُن اے غلام بیار

اے خوں وقت خوشی ریز

خط ساغر کجا که بگرفتست
زیں سپید و سیه چه سود مرا
نیست همچوں قرابه مجموعه
بشکن ایں شیشهائے کاغذ پوش
به ازیں داروے خموشی نیست

دلِ من از کتابتِ اشعار
در قدح زیر لعل گوهر بار
قلم و کاغذ از میاں بردار
بوریا پوش شیشهٔ پیش آر
دفع دردے که دیدم از گفتار

۳۷۵

گر حسن را دریں حدیثے هست
باده ده ال حدیث باد انکار

۵

نے فلک با من موافق طبع می آید نه یار
بر زمانه دل نهم با یار سازم چاره چیست
من چه دانستم که زلف یار پابندم شود
یار رفت و شد جوانی در پیش یکبارگی

نے دل من با من مسکیں همی آید نه یار
نے زمانه بر من بیچاره بخشاید نه یار
ویں گره یکبارگی نه بخت بخشاید نه یار
اے دریغا نے جوانی باز می آید نه یار

۳۷۶

صبر فرمایند یاراں هم صلاحیت و لے
نے حسن ایں پند هارا کار فرماید نه یار

۷

مکن بر عاشقان زار خود زور
بروں افلاس داریم و دروں ضعف
بتشریف شفا امید دارد
اگر میریم بر یاد تو میریم

سلیماں را چه فخر از کشتن مور
نه زر مارا دریں تدبیر نه زور
جهانے از لباس عافیت عور
پشیمانی نشاید برد در گور

فغاں از طرۂ ہندوت مارا
کہ چشم ترک دارد غارت غور
چہ پرسی حد عشق از مفتیٔ عقل
چہ داند نور مہ را مردم کور

٣٧٧

دل مسکیں حسن دریائے در دست
محالست ایں کہ از دریا شود شور

٥

اے زبتانِ سرو قد قد تو خوش خرام تر
روے تمام ہمچو مہ بلکہ ز مہ تمام تر
نوش مباد اگر خورم بے لب شکرینت مے
مے ہمہ جا حرام شد بے لب تو حرام تر
دوش کہ وعدہ کردۂ اں بر ہیچو سیم خود
وعدہ چو خوے بنیمت خوے ز وعدہ خام تر
تا تو رواں چو چشمۂ از نظرم برفتۂ
چشم منست ہر سحر تا بنماز شام تر

٣٧٨

اے بخطے کہ می کشی ملک تو گشتۂ ملک دل
من چو حسن غلامِ تو بلکہ ازو غلام تر

٧

نیست چو روے تو گلستاں دگر
روے دگر باشد و بستاں دگر
بازچہ سخت است دل کافرت
سخت دگر باشد و سنداں دگر
از تف عشقت جگرم پختہ شد
پختہ دگر باشد و بریاں دگر
غمزۂ خوں خوار تو خونم بریخت
غمزہ دگر باشد و پیکاں دگر
عشق تو بر عرصۂ دل شحنہ شد
شحنہ دگر باشد و سلطاں دگر
گفتی اگر عاشق ہائے بمیر
عشق دگر باشد و فرماں دگر

چشم حسن بیں و دراو موج خون

له درس

۳۷۹	موج دگر باشد و طوفان دگر	۵

اے ز شوخاں جہاں عیارہ تر — چشم شوخت از جہاں خونخوارہ تر
غنچہ وار از دست خوباں می درم — دامنے از جیب گل صد پارہ تر
مردم چشم ز گریہ غرق آب — مردمانرا چشم زین نظارہ تر
حال صبر و دل چہ می پرسی چہ شد — صبرم از دل دل ز صبر آوارہ تر

۳۸۰	گفتیم چونست بیچارہ حسن زانچہ دیدی ہست زاں بیچارہ تر	۵

اے ز عقیق نیکویاں لعل لبت خوشاب تر — نے جگرم کباب شد دل ز جگر کباب تر
رست بشکل نرگسم روز و شب از نم ہوا — چشم پُرآب داشتہ وقت سحر پرآب تر
اے چو گل تری ترا حقۂ لعل پر ز دُر — چند چو لالہ داریم چہرہ بخون ناب تر
چند بطنز گوئیم تا نہی بخانہ دل — خانۂ من نہ دیدۂ از دلِ من خراب تر

۳۸۱	بر سرِ گنج وصل تو دستِ حسن کجا رسد اے ز وجود کیمیا وصل تو دیریاب تر	۷

اے پیش درج لُولُو تو شرمسار دُر — بر لعل تو کنم ز دو دیدہ نثار دُر
زانگہ کہ ہفت بحر فلک آفریدہ شد — چوں تو نزاد از صدف روزگار دُر
دریائے آسماں نہ بد چوں تو یک گہر — ہر شب اگرچہ موج زند صد ہزار دُر

گر نہ مفرح دل دیوانۂ منست	در تنگ شکریں چہ کند اے نگار دُر
در گریہ ام بگوشۂ چشمے نگاہ کن	گر حاجت افتد زپے گوشوار دُر
در ور اشک من نظرے کن کہ در جہاں	ہرگز نہ دیدہ اند چنیں آبدار دُر

۳۸۲	در خدمت تو نثر کنم ہر درے کہ ہست دارم ز نظمہائے حسن بے شمار دُر	۷

دیدہ [۱]بر روے تو حیراں شد و دل [۱]بر تو اسیر	جائے تدبیر نماندست چہ[۲] سازم تدبیر
بوسۂ خواستم انگشت گرفتی بدہاں	بر من ایں کار بیک بار چنیں تنگ مگیر
خطِ خوب تو بمکتوب سلاطیں ماند	کہ بہ انگشتریش مہر کند دست دبیر
زلف خود با ہمہ دلہائے پریشاں بنگر	چند دیوانہ مسلسل شدہ در یک زنجیر
دیر باز ست مرا مستی عشق اندر سر	جامہا خوردہ ام از دست تو در جامہ شیر
صید گر تیر تو بر سینہ خورد عاشق وار	جاں بر افشاند و در سینہ نگہ دارد تیر

۳۸۳	بر حسن طعنہ مزن کو نتواند برداشت نظر از روئے کسے کش نتواں یافت نظیر	۷

باد خوش بوے ہمی آید و گردے چو عبیر	مگر آں ترک مرا خواست ہوائے نخچیر
دل بباد دادہ ام او قصد بجانم کردست	آنچہ خود کردہ ام آں را نتوانم تدبیر
اے بسا صید کہ بفگند بیک گوشۂ چشم	سوئے من تا بجنبا گوش چہ می آرد تیر
من گیاہ[۳] ہوس روے چو آہو چکنم	شیر را پنجہ میسر نشود با تقدیر

[۱] در   [۲] چہ جائے تدبیر
[۳] من چہ مرد ہوس چشم چو آہوئے توام (از نسخہ کتب خانہ سالار جنگی)
من گیاہے ہوس چشم چو آہو دارم (از ″ ″ ″ آصفیہ)

اے کہ گفتی دل تنگ تو بتو بخشیدم	بیش با طائفہ تنگ دلاں تنگ مگیر
میر خوباں دل بخشیدہ ز من باز مخواہ	زانکہ بخشیدہ دگری نرود خانۂ میر

۳۸۴ — پیر شد بندہ حسن گرچہ ز عالم برود / نرود عشق چو تو سرو رواں از دل پیر — ۷

گفتم مرا دستے بدہ نامد ز جاناں ایں قدر	خیزم بوسم پائے او ہم نیست پیماں ایں قدر
گویند جاں را تحفہ بر جاناں اگر پیش آیدت	ہیہات تحفہ چوں برم در پیش جاناں ایں قدر
گر یابدیں دیدہ نہد عالم بدست غم دہد	صد ملک را منت بود بر دیدۂ جاں ایں قدر
روحی کہ یابد روح من از یک نسیم کوئے او	واللہ کہ نتواں یافتن از ہشت بستاں ایں قدر
تا چرخ بر شد آہ من کے بود صرصر اینچنیں	اشکم گذشت از بحر ہم کے بود طوفاں ایں قدر
در کافرستان غمم جاں میدہد ہر دشمنے	وہ گر مسلمانی کند آں نا مسلماں ایں قدر

۳۸۵ — وقتے یکے از طالباں کرد ایں ردیف از من طلب / من نظم کردم چوں حسن بر حکم فرماں ایں قدر — ۷

تا دیدہ ام رخسار او از برگ گل سیراب تر	بے خواب ہچوں نرگسم چیزے از و بے خواب تر
دارد دلے گردندہ زانست اندر وعدہا	یکبارگی قلاب شد چشمش از و قلاب تر
گرچہ فلک در قصد من ہر روز قصابی کند	آں غمزۂ خونریز بیں صد بار از و قصاب تر
ناگاہ ماہ چاردہ دید آں رخ تاباں او	زاں پس چہ می پرسی چہ شد شد ہر شبے بیتاب تر
رنگ ترا نازنیں واں سرو قدر آستیں	چوں سبزہ سیراب بیں از سبزہ ہم سیراب تر

لہ جواں

اینک رواں شد سرو من رنگے چو رنگ سبزۂ خوش
مارا چو گل بگذاشتہ دامن بخون ناب تر

۳۸۶ — ۷

از بہر وصل او حسن وجہ زرے داری ولے
شد وصل او چوں کیمیا از کیمیا نایاب تر

گر وجودم زغمت رفت خیالے کم گیر
بارخ فرخ تو دل بجہاں نتواں بست
دلم از دیدن سرو قد او باغ شد ست
خواستم وصف میان تو کنم لیک آں شعر
لب تو یافتہ ام چشمۂ حیواں چہ کنم
رخصتے دہ کہ بدنداں بجنم خال لبت

پیش آں روے چو خورشید ہلالے کم گیر
جاں بریحان تو تازہ ست سفالے کم گیر
گر بہشتم نبود چند نہالے کم گیر
ہمہ مصنوع قفا دست خیالے کم گیر
باچناں آتش تر آب زلالے کم گیر
آخر اے جاں مثلے ہست کہ خالے کم گیر

۳۸۷ — ۷

حسن ار کوفتہ ماند ست زچوگانت چو گوے
تو قوی حال بماں کوفتہ حالے کم گیر

اے مرا حال از غمت از ہر چہ دانی زار تر
من خود از آزار چرخ و جور انجم سالہا
ہر شبے زاری کنم در حسرت پیوند تو
کے رساند از گلستان وصال تو گلے
گیسوئے تو کرد کار من پریشاں طُرفہ آنک
ابر نیساں را ہمی بینم پریشاں خاستہ

بے تو بودن از ہمہ دشوارہا دشوار تر
زار بودم گشتم از روز فراقت زار تر
تو شوی ہر روز از روز دگر بیزار تر
بخت کز خار مغیلانست ناہموار تر
طرۂ داری از آں ظالم پریشاں کار تر
در ہوائے لعل تو ہر بار گوہر بار تر

ؔ چو رنگ ارغواں

۳۸۸

اے شد چشم حسن از عشق لعلت غرق چوں
چشم او خونبار تر یا لعل تو خوں خوار تر

۷

پیر شدیم و نشد شور جوانی ز سر
می نگرم از دروں حاصل خود بیش و کم
موج زناں خون دل گرچہ فروز د رُخم
شب ہمہ شب باغباں کردہ در باغ قفل
پیک ہوا از مصر گر نرسد گو مرس
گر متفرق شوند ہر دو جہاں کے شود

عمر برفت و نرفت صورت یار از نظر
عزم صبوری کم است عشق بتاں بیشتر
شعلہ زناں میجہد آتش عشق از جگر
مرغ حریف گلست تا بطلوع سحر
باد بکنعاں رسید داد ز یوسف خبر
عاشق و معشوق را تفرقہ از یکدگر

۳۸۹

گرچہ بدست جفا خصم کشید ست تیغ
پائے بروں نہ حسن دوست ستادہ بہ بر

۹

بقید عشق صبر ام کرد تقدیر
دل و دیں بندۂ دلبر شد آرے
مگر با جاں رود مستی عشقش
عجب دارم اگر عاشق نمی شد
زہے تُرکے کہ از خمہائے ابرو
شنیدی قصۂ زنجیر و کعبہ
مرا دو شینہ صوت آہنگ حال کرد

رہ تدبیر گم کردم چہ تدبیر
رعیت را بباید ساخت با میر
کہ دایہ آں میم داد ست با شیر
ملک چوں صورتش میکرد تصویر
کماں پیدا کشد پنہاں ز ند تیر
رخش را کعبہ داں و زلف زنجیر
بیا مطرب ہماں آہنگ برگیر

بگوشش مدعی کے جائے گیرد
هراں رمزے کہ هست اندر مزامیر

۳۹

حسن را طعنه در عشق جواناں
مزن کو اندریں خونابه شد پیر

۷

مپرس کز مئے فرقت چگونہ مخمور
ز دوست دور تواں شد ولے نہ چنداں دور

کجاست حضرت دہلی و خوب رویانش
یکے بہشت درون و برون او پر حور

چه حیله چوں که رسد زخم عشق بزرگ جا
چه چاره چوں که فتد پائے پیل بر سر مور

اگرچه غلیتے افتاد بر طریق مجاز
ولے بر اهل محبت محققست حضور

اگرچه کرده از حد بروں خرابیها
درونه ایست مراهم بیاد تو معمور

هزار بار همی مردم از فراق ولیک
مرا امید وصال تو داشتست صبور

۳۹۱

میان ما و تو آمیزشیست سخت حسن
چو اختلاط موافق میان دیده و نور

۷

اے رخ خوب تو از عارض گل زیباتر
چشم رعنائے تو از نرگس تر رعناتر

طوبی از غیرت بالائے تو پنهاں ماندست
خود بگو تا چه صفت باشد ازیں بالاتر

خوب و زیبا بتواں یافت ولے نتواں یافت
روئے ازیں خوبتر و قامت ازیں زیباتر

طرفه حالیست مرا روز و شب اندر غم تو
دل چو دوزخ شده سوزاں مژه چوں دریا تر

شب بکوئے تو شدم نعره زناں دریاوا
بلکه ایں بار ز هر بار دگر شیداتر

حال دوشینهٔ شوریدهٔ ما می پرسی
دوشش رسوا بدم امروز ازاں رسواتر

۳۹۲ — ۵

دلِ مسکین حسن از عشق تو ناپیدا شد
صبر از آں غمزدۂ دل شدہ ناپیدا تر

شکلے عجبے داری و رفتار عجبتر
بلعلت عجب از لعل تو گفتار عجبتر

صفت عجبے حی کشی از مورچہ گویم
بر بستہ کمندے دگر از یار عجبتر

یاراں لب خوانخور عجب خیرہ کشے بود
امسال عجب بینمش از پار عجبتر

ایں خشم ز خوے خوش تو بس عجب افتاد
تلخیت ز یاقوت شکر بار عجبتر

۳۹۳ — ۷

بے ہیچ گنہ کشتن ہمچوں حسنے را
از چرخ عجب دارم و از یار عجبتر

اے بہشتے مجلس مارا تو نور
حور از رشک تو دایم در قصور

اے پری روے بنی آدم فریب
نے فرشتہ ایں صفت دارد نہ حور

حور روح مطلق آمد چوں ملک
تو میان این و آں خیر الامور

در وجود من چومی باشی تو مہر
در سرم چوں دیدہ در دیدہ چو نور

ہم بہ نیکئے تو خواہم داشت چشم
گرچہ چوں چشم بداں ام از تو دور

آنچہ بر من میرود در غیبتت
گر خدا خواہد بگویم در حضور

۳۹۴ — ۵

وصل تو جوید حسن ہذا محال
کے رسد ملک سلیمانی بمور

اے خال ہندو پیکرت از ترک غارتنا کتر
نامد ز ہندوستاں گہے تُرکے ز تو چالاکتر
در کشتن بیچارگاں بے باک می بینم لبت
واں چشم اندک شرم تو بسیار زاں بیباکتر
می گفت امشب بُلبلم یارب کہ داند در جہاں
من از تو اندہ گیں ترم یا تو ز من غمناکتر
گفتی کہ از ہر چشمۂ آلودۂ دامانِ دل
واللہ کزیں تہمت منم از آب دریا پاکتر

۳۹۵ باشد کہ روزے یا شبے طوفے کنی سوے حسنؔ
تا در رہت خاکے شود از خاک غبراخاکتر ۵

خال تو و حال من ہر دو سیہ ہمچو قیر
قد من و ابرویت ہمچو کماں کژ بود
فرق تو و جسم من ہر دو چو ماہ نوست
قہر تو و صبر من تلخ چو زہر آمدست

ذہن من و روئے تو ہر دو چو ماہ منیر
قد تو و قول من راست بود ہمچو تیر
موئے تو و روز من ہر دو چو شب گشت تیر
وصل تو و کام من ہیچ چو امید پیر

۳۹۶ لطف تو عشق من ہمچو فرح جاں فزا
حسن تو شعر حسنؔ ہر دو رواں دلپذیر ۷

مشواز جائے کہ از تو نشدم جائے دگر
بندۂ روئے تو ام تا نہ کنی رائے دگر

هر کہ رویت نگرد کے نگرد سبزہ و گل ‌ ‌ ‌ اہلِ فردوس چہ محتاج تمنائے دگر
نیست در سینہ بجز درد تو اندوہ کسے ‌ ‌ ‌ نیست در شہر بجز عشق تو غوغائے دگر
گر تو یک پائے بدیں سینہ نہی ہم بامید ‌ ‌ ‌ چشم داریم کہ بر دیدہ نہی پائے دگر
روز بازار سر گیسوئے تو تا باقیست ‌ ‌ ‌ سود حاصل نتواں کرد بسودائے دگر
با تو صد سال اگر باشم و چیزے نشوم ‌ ‌ ‌ بہ ازانم کہ بہ ہر چیز شوم جائے دگر

٣٩٧ ‌ گر تو صد بار بخاک افگنی امید حسن
خاک بروے کہ کند جز تو تمنائے دگر ‌ ٧

مشو اے چشم مردم راز تو نور ‌ ‌ ‌ بگفت دشمناں از دوستاں دور
مرا گفتی کہ بے من چیست حالت ‌ ‌ ‌ چہ باشد بے طبیبے حال رنجور
مرا با تو قیامت عشقے افتاد ‌ ‌ ‌ قیامت کے توانم کرد مستور
الا اے چشم جاں را روشنائی ‌ ‌ ‌ بچشم خانہ کن نورٌ علیٰ نور
بیا کز دور حسن خویش امروز ‌ ‌ ‌ تو ہستی و جہانے از تو مخمور
اگر پیدا شوی در قصر فردوس ‌ ‌ ‌ بگنج باغہا پنہاں شود حور

٣٩٨ ‌ نکردی ہیچ وقتے از حسن یاد
سلیماں را کجا یاد آید از مور ‌ ٩

الا اے ساربان محمل فرو گیر ‌ ‌ ‌ کہ بگسست ایں دل دیوانہ زنجیر
بگو آں ترک ترکش بند ما را ‌ ‌ ‌ کہ بنواز ایں شکارے را بیک تیر

چو جاناں میرود جاں ہم بروگو
بادبخشید خواہم زندگانی
لب او بوسہ دادم دوش در خواب
شکست آں میر خوباں عرصۂ دل
مرا ازشان آں آیت بگویند
بجز خول خوردنم دیگر غذا نیست

بگو بر ما چنیں رفتست تقدیر
اگر در مرگ خواہد بود تقصیر
تواں دانست ونتواں کرد تعبیر
فراہم از کہ خواہد گشت از میر
برائے خود نیارم کرد تفسیر
توگوئی دایہ خونم داد با شیر

۳۹۹ — حسن دنبال آں سرو رواں رو
ولیکن در جوانی کے رسد پیر — ۵

ردیف (ز)

جانم ہر آں بلا کہ ز عشق آیدش فراز
گفتی کہ سجدہ میکنی آں روئے را عجب
دل از درت گر یختہ ہر سو کہ میرود
دیر ست تا بغارت دلہاست زلف تو

از جاں قبول کرد و نکرد از تو احتراز
ہر سو کہ قبلہ یافتم آں سو کنم نماز
زنجیریان زلف تواش آورند باز
کس و رزو راند و چنیں رشتۂ دراز

۴۰۰ — بارے بگویم ایں غم دل پیش نرگست
باآنکہ نزد مست نشاید کشاد راز — ۷

از پے دیرے رسیدی دیر می آئی ہنوز
سر فدائے پائے تو چندیں چہ می پائی ہنوز

مدتے در انتظار مقدمت بود ست جاں
جان مسکیں برلب آمد تو نمی آئی ہنوز

یوسف من گرچہ چشمم گشت بے رویت سفید
دارم از بوئے خوشت امید بینائی ہنوز

چندبے زنجیر زلف خود پریشاں داریم
یامن دیوانہ را باقیست رسوائی ہنوز

نے ترا از جملہ عالم در دل من جاے بود
عالمے گشتی و در معنی ہمانجائی ہنوز

نغمۂ ہجر تو حلق عشرتم را تلخ کرد
عیش این بیچارہ شیریں کن کہ حلوائی ہنوز

۴۰۱

دل شدہ از دست و جاں پا در رکابست اے عجب
در چنیں حالت حسنؔ را صبر فرمائی ہنوز

۷

مئے دوشینہ در سرست ہنوز
مست خواہم شدن ہم اول روز

من چہ گویم جہان معنی را
ساقیم صورت جہاں افروز

اے کہ مغرور میروی زنہار
یار ہم مہر بانست ہم کیں توز

نیست ایں راہ راہ رعنایاں
بروا اے خواجہ بندگی آموز

جستجویش بگفتگو نشود
خار از پا بکش دہن بردوز

بر سر آتشم نہد چو سپند
نیز فرماں ہمی رسد کہ مسوز

۴۰۲

اے حسنؔ ہنر خود بروں دادی
مئے دوشینہ در سرست ہنوز

۵

کجاست ہمچو تو اندر دو چشم فتاں ناز
ہزار حسن در وصد ہزار چنداں ناز

اگر ز ناز جفائے کند چہ شاید کرد
کشید نیست ز دیدہ جفا و از جاں ناز

رسید لاله ولیکن کجاست یا آں لطف — شگفت نرگس ولیکن کجاست با آں ناز
چه ظلمهاست دراں زلف کافرش یارب — مزید کرده براں چشم نامسلماں ناز

۴۰۳

حسن ز ناز بتاں سر مپیچ کز عاشق
همه نیاز توقع بود ز جاناں ناز

۷

گر من دل شده یکبار ترا یابم باز — عمر فانی شده را بوئے بقا یابم باز
دولت آں بود که یک روز گذشتے بر من — یارب آں دولت و آں روز کجا یابم باز
دیده روشن شودم بار دگر چوں یعقوب — گرچه تو یوسف غائب شده را یابم باز
طمع خلعت خاص تو ندارم اے کاش — از رقیبان تو تشریف جفا یابم باز
چوں شب تیره خود عیش مکدر دارم — صبح رویت بنما تا که صفا یابم باز
روز و شب قبلهٔ من بهر دعا رویش بود — هم دعائے بکنم کاں بدعا یابم باز

۴۰۴

چوں حسن در غم تو دل بخدائے بندم
که آنچه گم کرده ام از فضل خدا یابم باز

۷

خه که گل همدم صباست هنوز — سبزه با آب آشناست هنوز
از دهان گل و لب بلبل — شاخ با برگ و بانواست هنوز
خار از گل قبائے رنگیں دوخت — غنچه در بنداں قباست هنوز
غنچه از خشم خویش فارغ شد — مرغ را بیں که در دعاست هنوز
لعل ساغر طلب که در سحاب — اندک اندک نثار ماست هنوز

باغ را خانہ گیر گر بتواں	کاب راجہرہ در ہواست ہنوز

۴٠۵	حسن از صورت خزاں بگذر دو ر معنی بہار راست ہنوز	٧

امروز آسماں چو در دل کشاد باز	خورشید وشش کشاد دلم بامداد باز
آیندۂ رسید روندہ نزاز صبا	کوریٔ دشمناں خبر دوست داد باز
الحق صبا روئے کہ وشش از مبارکی	ہر دل کہ تنگ بود چو غنچہ کشاد باز
یارم کہ بستٌ بامن روزے حساب عہد	عہدے گذشت ومیکنداں روزیاد باز
برخاستہ است باز خلافش زمرد ماں	ایں اتفاق مردمیش چوں فتاد باز
الحمد للہ از غم رضے بود در ضمیر	بکشاد قفل آں بکلید مراد باز

۴٠٦	در باغ خرمی شدہ بلبل صفت حسن سودا لبساں داغ بگوشہ نہاد باز	٧

دل زجا رفت کہ دلدار نمی آید باز	غم فزوں گشت کہ غمخوار نمی آید باز
دل زہجرانش ہمی باز کند بند از بند	برکہ ہبندیم کہ دلدار نمی آید باز
یعلم اللہ کہ مرا یار چو جاں بود عزیز	وہ کہ جاں میرود و یار نمی آید باز
چوں برفتے بہ منش باز گزار افتادے	چہ فتادست کہ ایں بار نمی آید باز
یار ہرچند سفر کرد چو گل باز آمد	چیست امسال کہ چوں پار نمی آید باز
پری از من بشد اکنوں من و دیوانگیٔ	صبر بیہودۂ من کار نمی آید باز

ٗ یک روز عہد بستہ فراموش کردہ بود۔

۴۰۷	شب من تیرہ تر از روز حسن شد زیرا ماہِ من ہیچ بدیدار نمی آید باز	۷

در دا کہ من از راحت جاں دور شدم باز
جاں رفت وگزاں جان و جہاں دور شدم باز
آں سرِ روان گشت ہمی نالم از یرا
چوں بلبل ازاں سرِ رواں دور شدم باز
پیوستہ بابروش نظر داشتہ ام راست
وہ وہ کہ چو تیرے زکماں دور شدم باز
چوں شام و شفق یک بدگر آمدہ نزدیک
ہم صبح صفت جامہ دراں دور شدم باز
با او چو دو لب یک نفسے داشتہ ام وصل
گوئی بسبب زخم زباں دور شدم باز
پروانۂ آں شمع بدم دوش ہمہ شب
امروز چہ آمد کہ ازاں دور شدم باز

۴۰۸	در روئے کسے باز نکردم بجہاں چشم تاچوں حسن از روئے فلاں دور شدم باز	۸

منم امروز عشق ترک طناز	کہ ترکیہاش گہ خشم است گہ ناز

ہزار از ما بیند از دبیک تیر	ہزارش ہمچنیں بادش یک انداز
من از ہر رگ نوائے زخمۂ او	شنیدم محتسب گو می شکن ساز
بسا کس کو چو شمع از عشق ان لب	ہمی سوزد میسر نیستش گاز
مکن اے دل بزلف او تعلق	نشاید بود صرعی را رسن باز
چہ خواہی اے حکیم از من درین کار	تو کار خود بکام خود بپرداز
بہ پندارے کہ داری زہد مفروش	ترا گرما بہ خوش میدارد آواز

۴۰۹	حسن را گفتی از فردا میندیش تو از انجام ترسی او از آغاز	۶

اے پیوستہ بود ابروے تو با ما کژ

وعدۂ چشم تو چوں زلف تو سرتا پا کژ

الف قد تو از قد الف راستر ست

ابرویت راست چو دو زلف تو دو طغرا کژ

اے قد خوب تو چوں دین مسلماناں راست

طرۂ کافر تو ہمچو خط ترسا کژ

دل چو برگشت ز من من ہم ازو برگشتم

تیغ کژ را نتواں ساخت نیام الا کژ

بنشیں یار منی حکم گرانمایہ مکن

کعبتین کہ نشست است بنحت ما کژ

۱۴۱۰	در رہِ عشق چو رُخ راست روانند ہمہ اے حسنؔ تا تو چو فرزیں نروی زانجا کژ	۷

اے ملک منعم مفلس نواز
از تو پدیدار شدہ عرش و فرش
قطرۂ از ابر عنایت بریز
آنِ خودم کُن نفسے تا کنم
رحمتِ خود رہبر ما کُن کہ ہست
باکرمِ تو دلِ ما نشکند

نامہ بنام تو تواں کرد باز
ہم تو ازاں وہم ازیں بے نیاز
بو کہ نمازی شودم یک نماز
از خود وہم از دو جہاں احتراز
مرحلہ بس دُور رہے بس دراز
زانکہ کریمی و شکستہ نواز

۱۴۱۱	بندہ حسنؔ را کہ امیدش بہ تست کار تو سازی کہ توئی کار ساز	۷

دل بقصدِ بیدلاں داری ہنوز
زاریم بیں چند آزاری ہنوز
کار ما بر ہم زدی و میزند
ترکِ چشمت تیغ قہّاری ہنوز
کردی اشکِ عاشقاں شنگرف فام
ناکشیدہ خطِ زنگاری ہنوز
برطرف نہ مستئ دوشینہ را

جام دیگر کش کہ ہشیاری ہنوز
اے چو بادہ در کشیدی خونِ من
ہم ازاں مے در قدح داری ہنوز
شہرے از انعام عامت تازہ شد
از غریباں یاد می ناری ہنوز

۴۱۲ — از وفا دردِ حسرت گشتہ حسن
تو نگشتہ از جفا کاری ہنوز — ۷

بازپیکانِ غمزہ کردی تیز
یابر آویز جملہ عالم را
عشق تو برکشید دستِ ستم
تاچو لیلےٰ شدی تو ماہِ عرب
اے دل ار چشم می زنی زبلا
ترک شیریں سوار کو کہ کشم

ترک باشد نہ اینچنیں خونریز
یا یکے پردہ فرو آویز
ہر کرا پائے ہست گو بگریز
منِ مجنوں خوشم براہِ حجیز
دیدہ بردوز زیں بلا انگیز
سر چو فرہاد در سُمِ شبدیز

۴۱۳ — حسن آمیختست با دردش
زاں سخنہاے اوست درد آمیز — ۷

چو گُل را میسر شد اسباب ناز
جگر خوردنِ جانم از حد گزشت

بیا ساقی اسباب شادی بساز
بیاراں جگر پرورِ دلنواز

بخلوت نشیناں خبر دہ کہ ہست
بمے مہر برنہ لبم را ازانک
امام محلہ گلہ می کنند
نگویم غم سینہ با دل بلے

درمیکدہ چوں در توبہ باز
حریفاں ملولند قصہ دراز
بت اندر دلم چوں گذارم نماز
نگویند با مست دیوانہ راز

۴۱۴

نیازے کہ در عشق دارد حسنؔ
کہ داند بجز حضرت بے نیاز

۷

ردیف (س)

اے چہرۂ گلرنگ تو گلزار ہمہ کس
خط گرد عذار تو شبے گیر مقمر
کنجے طلبم با تو پری رو چہ کنم من
درویش ترا جوید نے جنت فردوس
ساقی خس ازاں جام بروں آر و من دہ
در خانۂ پنجاہ مرا عمر چناں رفت

مقصود دلم از گل و گلزار توئی بس
خوے کز رخ خوب تو چکد ماہ مشمس
آں طاق سلیمانی و ایوان مقرنس
بیمار شفا خواہد و نے بستر اطلس
تا کور کنم دیدۂ اندوہ بداں خس
چوں تیر کہ از شست جہد رو نکند پس

۴۱۵

از پائے در آمد حسنؔ دست کہ گیرد
جز فضل خداوند تعالیٰ و تقدس

۹

اے ہمہ شب یاد توام ہم نفس
نامدہ با یاد توام یاد کس

خواستمت گرد دریں سینہ جائے	رفتی و از سینہ نرفت ایں ہوس
جاں در تو یافت کم تن گرفت	مرغ ہوایت چہ کند ایں قفس
گم شدہ من ماندہ ام از کارواں	قافلہ سالار بجنباں جرس
تا بجفا دست بر آوردہ	پائے نمی آرے ازیں باز پس
یک نفسے ماندہ زما طرفہ آنکہ	با تو ازیں در نتواں زد نفس
از تو بغیرے چہ شکایت کنم	اے تو ز فریاد بہ فریاد رس
پیش تو ہر فضل کہ خوانم خطاست	اصل ہمہ نظم نظامست بس

۴۱۶	گفتیم از من بگذر اے حسن چوں گذرد از شکرستاں مگس	۷

خواہم کہ بوسم پائے تو چندانکہ یابم دسترس
اے صبح دولت یکدمے یا دوستاں شو ہم نفس
باز آ و بنشیں[1] یکزماں تا بنگرد نظارگی
جمشید ہم خوان گدا سیمرغ مہمانِ مگس
از ما جو برگیری قدم گردد وجود ما عدم
ما ذرہ و تو آفتاب اے تو ہمہ ما ہیچ کس
اے خسروِ خوباں براں عیشے بشیرینی کہ من
رفتم چو فرہاد از جہاں دست تہی سر پر ہوس
از طرف گوئی گہ گہے عین بلا شد چشم من

[1] بنشیں بر ما یکزماں تا بنگرم نظارگی

اے من غلام طرف تو درویش را یک حرف بس
گہ صومعہ سازیم جا گہ مست را بوسیم پا
فریاد ما و اہسم زما مارا زما فریاد رس

۳۱۷
فریاد بیچارہ حسن ہست از جدائی درت
ست عنایت بر کشا بشکن بریں بلبل قفس
۶

مشولے خواجہ ازیں پیش گرفتار ہوس
فرصت امروز کہ داری نفسے دریابش
توشہ بردار کہ بر بادیہ خواہی رفتن
گر تو امروز بفریاد ضعیفے نرسی
کارواں می گذرد یکیک و تو بر سرِ راہ

کہ بقائے نہ دہد مہلت دہ روزہ بکس
ورنہ خواہد شدن از دست نگہدار النفس
تشنہ مگذر کہ رواں میگذرد آب ارس[1]
نرسد روز پسیں نیز بفریاد تو کس
چوں شترباں شدہ خرسند باوازِ جرس

۳۱۸
گوش کُن پند حسن تا کہ زیانے نہ کنی
انگبیں را بچشے تو نگر از کار مگس
۶

خوش آں شیشہ کز و میسازدش کاس
بیا دورے بگرداں آسیا وار
فلک بنگر خدنگ فتنہ در شست
مے اندر دہ کہ ما خود میہمانم
حریم قدسیاں شد مجلس ما

مے اندروے چو یاقوت اندر الماس
کہ حیرانیم ما چوں دانہ در آس
چہ بر خود می نہی بیہودہ پر خاس
سہ نیمہ خشت و یک پرکالہ کرباس
نہ دیو ایں جا گذر دارد نہ وسواس

[1] نام رود خانہ ایست کہ از کنار طفلیس و مابین آذربائیجان وار آن میگذرد۔ مؤلف

۴۱۹	جہاں دیدی حسن بگذار و بگذر چہ داری خانہ صد رخنہ را پاس	۷

ردیف (ش)

کجائی آخر اے ماہ قصب پوش — مہ نو غرہ ات را حلقہ در گوش
مشو غرہ چنیں بر خوبیٔ خود — خطت فتنہ است وانگہ بر بناگوش
چو در گفتن نباید حد حسنت — ازیں گفتن بباید بود خاموش
گرم مدہوش از وصل تو ہش دار — کہ ہوش اندر فراقت ماندہ مدہوش
چو بخریدی ہنر نادیدہ ما را — کنوں ناکردہ جرمے باز مفروش
خطت بر لب چو زنگی دایۂ بیں — گرفتہ شیر خوارے را در آغوش

۴۲۰	حسن دل یادگارت داد و خود رفت مکن آں رفتہ را از دل فراموش	۸

بیا ساقی طریق ناز را باش — چو دور عشرتست آغاز را باش
چو یک ذرہ دریں نہ شیشۂ چرخ — صفائی نیست سنگ انداز را باش
ہوا ہائے نوا را مرغ مجلس — چکاوک ساخت ایں پرواز را باش
اشارت کرد چشم نے سوئے چنگ — کہ ایں پیر جواں آواز را باش
بیک می ساخت نے با چنگ حسنت — نوازشہائے آں دمساز را باش

لہ در   ئہ دگرگوں

بیا اے وعدہ کردہ لب بریں لب	چو شمع چند سوزی کاز را باشش
برآوردی مرا از آب و گل من	زہے پردہ در آخر راز را باشش

٤٢١	ندیدم گاہ یک گشتی حسن را[۷] سخن از صد برفت ایجاز را باشش	ط

کجاست آنکہ مرا سرمہ بود خاک درش	کہ ہیچ بر من خاکی نمی فتد نظرش
ضعیف و زار شد ستم چو ماہ سی روزہ	دریں سہ روز کہ دورم ز روئے چوں قمرش
مگر ز غصۂ من شرح داد بود کسے	سہ روز شد کہ نمی یابم از کسے خبرش
گرش بجان و سرم قصد ہا بود واللہ	مرا نباشد سوگند جز بجان و سرش
چہ علم باشدش از زحمت سفر کہ نبود	مگر ز دیدۂ من تا دروں دل سفرش
مرا اگر سفرے او فتاد یا خطرے	خدائے بادنگہ دار از ہمہ خطرش

٤٢٢	حسن کہ بود ز روئے بتاں دلش داغی کنوں ز آتش دل داغہا ست بر جگرش	ط

اے دل از عشق جیبیاں پا مکش	دست ازاں معشوقۂ زیبا مکش
پائے در آمد فندِ گویش خوش است	اگرچہ او سر می کشد تو پا مکش
گفتمش سر می نہم بر خطِ تو	گفت سر در چنبر سودا مکش
خواستم زلفش کشیدن تا کمر	گفت ہے ہے پائے تا اینجا مکش
اے ملامت گو چہ رسوائیست ایں	داغِ دیگر بر دل رسوا مکش

لہ ندیدم یکدمے گشتی حسن را ؛ سخن از حد میر ایجاز را باشش

مصلحت در گوش مہجوراں مگو	توتیا در چشم نابینا مکش

۴۲۳	چشم گریان حسن بیں دم مزن روز باراں رخت در صحرا مکش	۷

دل کز غمت محروم شد حالے جگر خوں کردمش

چشم از جمالت دور ماند از خانہ بیروں کردمش

اشکے کہ می آمد بروں چوں دُرِ دندانِ توخوش

ہمچوں درونِ عاشقاں یکبارگی خوں کردمش

عشقت رسید و ملک و دل بگرفت شاہنشاہ شد

عقلم فضولی می نمود از شغل یکسوں کردمش

بختم کہ اختر داشتے از خاک تیرہ تیرہ تر

از خاک بوس درگہت طالع ہمایوں کردمش

شب لابہا کردم بسے با گیسوے شبرنگ او

واں مار زخمے تازہ زد ہر بار کافسوں کردمش

گفتم طبیب عشق را ہاں جان بیمارم چہ شد

گفتا تپش دیدہ بدی درد سرا فزوں کردمش

۴۲۴	دوش از دہان قایلے در گوشم آمد نام او من از غزلہائے حسن پر در مکنوں کردمش	۷

یوسفے کز خانہ غایب بود در می یابمش
اے ملامت گر نسیم دوست جانم تازہ کرد
کم مکن بیش اے فلک آں یک جگر گوشہ از من
گیسویش از تارِ خود میداشت روزم تیرہ تر
چشمۂ خضرش دہن، نطق اندر او جوے بہشت
خار خار عشق او خواہم کہ از جاں بر کنم

آنکہ بے او بے خبر بودم خبر می یابمش
گر ضلالت نام نہی ایں اثر می یابمش
اللہ اللہ من بصد خون جگر می یابمش
امشب آں گیسو شب قدرست در می یابمش
لاجرم ایں بار بر آبِ دگر می یابمش
صبح بر می آید از گل تازہ تر می یابمش

۴۲۵

اے حسن بر چشمِ مستِ یار عاشق شد دلت
زود دریابش کہ در عین خطر می یابمش

۷

ہ از صد جاں شیریں است لعل شکر آلودش
چو دل شیریں برد از ما ملامت کے کند سودش
گرفتم آنکہ من فرمان دل بردم بدل دادن
گنہ کردم[۱] ولے ایں بے گنہ گشتن کہ فرمودش
دل از چشمش امانے خواست آں کافر نداد او را
ز زلفش ہم فغانہا کرد آں ہندو نبخشودش
نکو داند کہ مقصودم جز از وے نیست یک ساعت
بمقصودم نمی خواہد ندانم چیست مقصودش
خوش است آں روے چوں آتش ہمہ عالم از او روشن
ولے ترسم کہ آب از چشمہا بیروں زند دودش

[۱] گنہ کردم ولیکن ایں گنہ کردن کہ فرمودش

دلِ یک شہر در ضبطِ مثال حسن او یابی
خصوصًا کز خطِ جاں بخش طغرایے برافزودش

۴۲۶

حسن بے یار و بے دل آنچناں شد کو نمی داند
کہ روزے دلستانے بود یا وقتے دلے بودش

۷

تعالی اللہ چہ دولت داشتم دوش — زیار نوش لب کردم قدح نوش
فسون دوستی افسانۂ ناز — ہمہ در گوش گویند ہم در آغوش
چہ گویم آں جمالِ بے بدل را — کہ ہوش از حیرت او بودہ بیہوش
کمند گیسواں افگندہ تا پائے — کماں ابرواں آوردہ تا گوش
فریب آمیز خالے بر زنخداں — بلا آموز خطے بر بناگوش
بساط حسن افگندہ در آفاق — شہ افلاک را گستردہ سرپوش

۴۲۷

معنبر کردہ دوش از زلف مشکیں
حسن امروز کے دریابی آں دوش

۷

اے بے تو مرا ز دیں فراموش — وز ہمدم و ہمنشیں فراموش
گفتم ز غمت فرو درم جیب — شد دست در آستیں فراموش
اگر لعل تو بنگرد سلیماں — حقا کہ کند نگیں فراموش
با زلف و رخت جہانیاں را — شد سنبل و یاسمیں فراموش
گویم سخنے اگر نگردد — با خاطر نازنیں فراموش

یاد آر کہ ہرگزم نکردی	یکبارگی اینچنیں فراموش

۴۲۸ در حسرت حسنؔ تو حسنؔ را
دل گم شدہ عقل و دیں فراموش ۷

دل از غم زار شد گو ہمچناں باش	زمن بیزار شد گو ہمچناں باش
در آمد عشق و دست حکم بکشاد	خرد بیکار شد گو ہمچناں باش
ولے کاندک دلیل صحتش بود	زسر بیمار شد گو ہمچناں باش
مقامے کز ریاحیں فرش گل بود	بساطِ خار شد گو ہمچناں باش
بنائے زہد و بنیاد ورع را	خلل بسیار شد گو ہمچناں باش
ہماں خانہ کہ دیرِ طاعتم بود	درخمّار شد گو ہمچناں باش

۴۲۹ بعشقم طعن می کردند خلقے
حسنؔ ہم یار شد گو ہمچناں باش ۷

جاناز سر زلف نسیمے بصبا بخش	جانے تو ازاں عالم ارواح بما بخش
بکشائے رُخ فرخ و دُرج دہن تنگ	مہرے بغریباں کن و قہرے بگدا بخش
تشریف وفا از تو طمع می نتواں داشت	برعادتِ دیرینہ ہماں نقد جفا بخش
می گفت مرا عشق کہ جاں را کمرے بند	وانگاہ براں کج کلہ و جست قبا بخش
ناگاہ شبے خفتم و دیدم سر خود را	اے بخت ہراں خواب کہ داری تو مرا بخش
ایں عشق یکے واقعۂ بود خدائی	اے عقل تو دم درکش و ما را بخدا بخش

ل روے ۲ جاں را بہ کمر بند

۴۳۰

اے دوست یکے درد حسنؔ را نظرے کن
زاں نرگس نوخیز بہ بیمار دوا بخش

۵

اینک آں سروے کہ من می جستمش
ایں سہیل اندر دیارِ ہند بود
بلکہ با من بود آں یوسف مدام
منت بیرونیاں حاجت نبود

چوں صبا در ہر چمن می جستمش
من ہماں سوئے یمن می جستمش
کاش ہم در پیرہن می جستمش
گر درون خویشتن می جستمش

۴۳۱

خود حسنؔ می گفت کو خواہد رسید
من بداں فالِ حسنؔ می جستمش

۷

روز عید ست از لب یاقوت حلوائے بخش
چوں ترا ہم در ازل خرمائے شیر آلود ہست
اے ہلال ابروئے رخ داری چو عید آراستہ
خسروِ خوباں شدی تیمار مسکیناں بدار
چشم نرگس[۱] غنچہ لب چوں سبزہ زارے گرد گل
حیف باشد کاں چناں لبہا نہی بر ہر لبے

تشنگانِ ہجر را رحم آور و مائے بخش
عید وقت کشتگاں را شیر خرمائے بخش
روزہ داراں راز خوان عید حلوائے بخش
با ہمہ مستیز جائے قہر کُن جائے بخش
پردہ از رخ بر فگن مارا تماشائے بخش
ایں طبرزد ہا بہم چوں من شکر خائے بخش

۴۳۲

در وبائے ہجر تو در ماندہ ام ہمچوں حسنؔ
آخر از لعل لبت یاقوت حمرائے بخش

۷

[۱] یہ چشم نرگس شکل، ہمچوں سبزہ داری گرد گل

زلفت کہ باد بر رخ رخشاں رساندش
دل پیش دار و از سر زلفت شبے دراز
عاشق امید بر خط سبز تو داشتست
دیوانۂ کہ بر پر مورش دست نیست
بستم بآہ خود دل خاکیٔ خویش را
بر دست دل دہم پس ازیں قصۂ حسنؔ

ابرے بود کہ بر مہ تاباں رساندش
آں طاقت از کجا کہ بہ پایاں رساندش
تا آں خضر بچشمۂ حیواں رساندش
یکبوسہ ات بمہر سلیماں رساندش
ہم آہ من بگنبد گرداں رساندش
باشد ببارگاہ الغخاں رساندش

۴۳۳

اعظم معز دولت و دیں آنکہ روزگار
ہر آرزو کہ او طلبد آں رساندش

۵

چہ اندازی سوئے دشمن بساں تیرم از ترکش
کماں دار از پئے قرباں بسوئے خویشم اندر کش
مرا گویند ترکش کن کہ آں دلدار بدکیش است
چگونہ ترک جاں گیرم نمیگیرد دلم ترکش
بلائے عشقت اے دلبر بہ لائے محنتم افگند
چو من در لائے ہجرانم زلائے محنتم بر کش
خطت را گر خطا گفتم کہ مشک نافہ چینست
غلط گفتم خطا کردم خطے گرد خطا در کش

۴۳۴

حسنؔ گر عشق میورزی چرا سر میکشی بارے
لوائے عشق جاناں را ز بام عرش بر تر کش

۶

ردیف (ط)

اے درمیان دائرہ مانندۂ نقط
حرفے کہ سرِ ہر دو جہاں مندرج دروست
اول جواہرے کہ زانوار شد پدید
ہر کس کہ ماند بے خبر از ذاتِ خویشتن
در بحرِ معرفت کہ محیطے است پر ز دُر
در نیستی سمندر از یں نار کن حذر

تا نقطہ نیست دائرہ را نیست دور خط
آں حرف ذات تست تو در خود مشو غلط
ذاتِ تو بود تا بدم آخر و وسط
وارثوں چو دیو گشت و شد ایں موجب سخط
جہدے نمائے تا کہ شناور شوی چو بط
زیرا کہ تاب ماہ نمی آورد شمط

۴۳۵

خاموش یکزماں منشیں اے احسنؔ تو ہیچ
میکن بیان جوہر انساں بدیں نمط

۷

ردیف (ع)

دل زما برداشت جاناں الوداع
یاسمن رفت اے سمن زار الفراق
کاروان مصر یوسف را ببرد
خاتمے کاقبال بروے ختم بود
خط عمر از لوح جانم شستہ شد
مہر خاموشی بریں لب مے نہند

جاں بدو اولی ترا اے جاں الوداع
گل سفر کرد اے گلستاں الوداع
الوداع اے پیر کنعاں الوداع
دیو بر بود اے سلیماں الوداع
اے قرینانِ دبستاں الوداع
اے سخن گویانِ گیہاں الوداع

۴۳۶ — دوستاں رفتند و ما پا در رکاب
اے حسنؔ دستے بدہ ہاں الوداع — ۵

دوش خوں ریختم از دیدہ بہنگام وداع
دیدہ شد عاقبتم در سر ایام وداع

آنکہ صد شور و شغب میکند از سختی مرگ
نچشیدست مگر جرعۂ از جام وداع

ہر کہ در کام کند شکرے از عیش و نشاط
بشکند کام بنا کام بہنگام وداع

چوں برفتم بود اعت دل و دین با تو برفت
آخر الامر ہمینست سر انجام وداع

۴۳۷ — از وداع تو حسنؔ نامزد موج بلاست
وہ چہ بودے کہ نبودے بجہاں نام وداع — ۶

ردیف (غ)

اے تو اندر دیدہ چوں در شب چراغ
ماہ را از غیرتت بر سینہ داغ

چشم تو در غمزہ ترکے با خدنگ
زلف تو بر روے دزدے با چراغ

خط سبزت را چگویم گوئیا
سبزۂ رستست گردا گرد باغ

پیش روے چوں گلت بیروں کند
غنچہ ہر بادے کہ دارد در دماغ

حسنؔ مادر زاد تو دادہ ترا
از تکلفہاے مشاطہ فراغ

۴۳۸ — خال تو حال حسنؔ را تیرہ کرد
بر چناں بلبل نشاید جور زاغ — ۷

ردیف (ق)

کارم بہ جاں رسید ہمینست کار عشق
سر رفت و ہم نمیرود از سر خمار عشق

بدکرد روزگار مرا عشق نیکواں
یارب ازیں بتر نشود روزگار عشق

مادر بزاد و دایہ عشقم بپرورید
خوں بود شیر خوردنم اندر کنار عشق

اے گورکن فراخ ترک ساز گور من
با من بس است اندوہ و غم یادگار عشق

ناید فرو بمنزل مقصود محملش
اشتر دلے کہ او نکشیدست بار عشق

اشکے چو لالہ دارم و روئے چو زرد گل
آرے ہمیں شگوفہ دہد نوبہار عشق

۴۳۹

تا کے ہوس کنی گل و گلزار اے حسن
خارے طلب کہ رہ کندت خار عشق

۵

ردیف (ک)

دوش درآمد از درم آمدن نہان ترک
از گل تازہ تر ز آب رواں رواں ترک

شکل قدش چو سرو نو رنگ رخش چو برگ گل
غنچہ صفت جوان و تر بلکہ از و جوان ترک

زلف سیاہ پاکشاں روئے سفید عرق خے
جیب ز باد وا شدہ چشم ز مے چنان ترک

گفتمش اے نگارِ من گر سخنی نمی کنی
کوری آں رقیب را یک نظری نہان ترک

۴۴۰

گفت بخندہ اے حسن کے بر تو کشیدمے
گرنہ بدے سوئے توام خاطر گے کشان ترک

۷

ردیف (گ)

از دہانت چه چشم دارم رنگ — که دہانت چو چشمت آمد تنگ

گرچه تنگیست لیکن اندر وے — از شکر تنگ دیده ام بر تنگ

وه که میداں فراخ یافتهٔ — رخش را چابکانه برکش تنگ

پیش رویت که زہره را ماند — ماند میزاں نیکواں بے سنگ

کار عشاق بے نوازش تو — کج بماندست راست ہمچوں چنگ

عاشقان تو زخمہا خورده — ہم بسوئے تو میکنند آہنگ

۴۴۱

حسن آنجا رسید نتوانست
راه بس دور بود و مرکب لنگ

۹

صبح چوں می زند دم نیرنگ — می یک رنگ خواه چند درنگ

خور مے صبح رنگ به که کشید — صبح زنگے ز حقهٔ نیرنگ

وقت صبحست خوش بود ایں وقت — باد خوش بوئے و بادهٔ خوش رنگ

ساقیا عیش زنگیانه بساز — دل چه داری چو چشم ترکاں تنگ

خیز د آہنگ بزم کن اینک — نائے مطرب بساز کرد آہنگ

باد اندر بروت دارد نائے — ننگرد ہیچ در تواضع چنگ

چنگی از بہر دام مجلس را — بگریباں چنگ در زده چنگ

دف که در دور خویش آئینه ایست — برده از طبع دردنوشاں زنگ

۴۴۲	هر زمانے حسنؔ زکشتی بزم بحرے اندر کشیدہ ہمچو نہنگ	۵

ردیف (ل)

خہے از عنبرِ ترمِ ترا خال	خطِ مشکیں زیادت کردہ با خال
میانِ ہر دو زلفت فرق دیدم	ندیدم فرقے از خطِ تو تا خال
لبت را یا رب آں گنجد چہ زیبا ست	چناں کاں روے گندم گون را خال
مرا آں خال مادر زاد تو گشت	چنیں ہا مادرت فرمود یا خال

۴۴۳	حسنؔ چوں خال شد از تو سیہ پوش مدار از روئے خوب خود جدا خال	۵

خط تو زعنبر خطیست بر گُل	اے خادم خط تو گشتہ سنبل
جُز بر دلِ من نیست بار ہجرت	بنگر کہ چہ حد باشد ایں تامل
بس طرفہ طریقست عشق بازی	تا چند تواں زیست بر تحمل
بسیار نوشتہ ام حدیث خوباں	شستم ہمہ جزو ہا کنوں گُل

۴۴۴	باری چو رود نظم را تفکر در مدح شہنشہ کنم تامل	۷

ے زلفت

ای که از سبزه نهادی دام گل — تازه می دارد رُخ تو نام گل
این نه خط خوانم که بر طرفِ چمن — موئے در مو بافتستی دام گل
آستیں از روے زیبا دُور کُن — جامہ حاجت نیست براندام گل
گفت و گویم از ہوائے تست باز — مرغ ہنگامہ کند ہنگام گل
ذوق لعلت از یکے دہ شد بلے — مے گوارا تر بود ایام گل
عارضت صف سمن خواہد درید — زاں بچوب اندر کشند اعلام گل

۴۴۵ — عاشق گلگوں رخت چوں شد حسن — اینک اینک گونہ زر فام گل — ۷

اے دادہ بتو ہمہ جہاں دل — از دست فراق تو بجاں دل
گر نیست دلت ز سنگ خارا — بر بندہ چہ میکنی گراں دل
دل می طلبی وگرچہ خوں شد — از دیدہ ہمی و ہم رواں دل
یک روز میاں بزلف بستی — گمراہ شد اندراں میاں دل
بنگر چہ خوش آمد اں سوادش — کز زلف تو ساخت خانماں دل
گر دست رسد توانم آورد — از زلف خوش تو موکشاں دل

۴۴۶ — بشنو ز حسن حدیث دردش — اے یار قدیم مہرباں دل — ۷

اے در کمال حُسن تو حیراں شدہ عقول — در سینہا عزیزی و در دیدہا قبول

بر جبهۀ تو آیت رحمت نوشته اند　　ای بخت آں کسے کہ تو بروے کنی نزول
عشقت خراب کرد دلم ہمچنیں بود　　ہر گہ کہ بادشہ بدیارے کند دخول
ز من شکایت آید و نز تو فروتنی　　تو چو سپہر سرکش و من چوں زمیں حمول
مارا غم تو کشت و نگفتیم قصہ باز　　ماکشتہ بہ کہ طبع لطیفت شود ملول
بارِ امانتِ تو ز سر کے نہم فرد　　گر نام من ظلوم کنی یا لقب جہول

۴۴۷

گر بشنوی حدیث حسن ورنہ ماتمام
گفتیم و جز بلاغ نباشد علی الرسول

۷

چنیں یکبارہ مشکیں زلف مفتول　　کہ زیر ہر شکن شہریست مقتول
ز گریہ چشم من تیرہ شد آرے　　بشستن کے شود آئینہ مصقول
ز چندیں خوں کہ کردی نوش چوں شہد　　نشد شہد از لبِ نوشینت مغسول
کند صد صنعت اندر بیت خود نحل　　ولے معنی او از تست منحول
رخت ہم آتش آمد ہم گلستاں　　بمعجزہا نشاید جست معقول
دراں خلوت کہ محرابم تو باشی　　باستغفار نتواں بود مشغول

۴۴۸

حسن را قابلِ اسرار خواندی
ہمیشہ قابل تو باد مقبول

۷

ای رُخ چو ماہ تو دادہ جہاں را جمال　　از در تو دور باد آفت عین الکمال
عید نکردیم ما پردہ ز رُخ برفگن　　عید بنا گوش تست گوشۂ ابرو ہلال

روئے چہ پوشی ازانک بے توجہاں نیست ہیچ
کوئے تو جویم نہ باغ، اینک نعم البدل
گفتیم اے دوست رومصلحتے پیش گیر
مفتیٔ عشق تو باز این چہ روایت کند

چشم جہاں روئے تست مردمک دیدہ حال
روئے تو خواہم نہ گل اینک حسن السوال
دوستیٔ تو بست مملکت بے زوال
کردہ وصالت حرام خون جہانے حلال

۴۴۹

گر تو بدانی کہ چیست عاقبتِ عاشقاں
حال حسن بین نخست بگزر ازیں حسب حال

۷

برانیم با کارواں یک دو منزل
شبے عیش ناراندہ راندند جملہ
زہے دور ناخوش زہے بخت سرکش
ہمیں بود از نقد ایام باقی
منم ز آتش سینہ و آب دیدہ
میسر نشد یک سجود و داعی

وداع عزیزاں رسانیدنِ دل
یکے عہد نابستہ بستند محمل
زہے سوز مہلک زہے دور مشکل
ہمیں بود از وجہ[۱] امید واصل
گہے دست بر دل گہے پائے در گل
چواں قبلۂ من برفت از مقابل

۴۵۰

حسن چند سیارۂ اشک رانی
نہ مہ را طریقست منزل بمنزل

۹

زہے طراوت حسنِ زہے مزید جمال
زمشک دائرہ جیم کرد صفحۂ سیم
اسیر غمزۂ شوخ تو شد دل تنگم

ملاحتے بتمامے لطافتے بکمال
بجائے نقطہ دراں جیم جائے یافتہ خال
شدہ ضعیف گرفتار شحنۂ قتال

[۱] از وجہ ایام حاصل

دل منست بچوگانت خوئے کردہ چوگوئے	رسیدہ ہر طرفش کوب و گشتہ حال بحال
غلو مکن بہلا کم کہ ذوق می ندہد	چو من شکارے و چون تو سوار در دنبال
بیار یک قدح اے نور چشم مشتاقاں	ولے چو چشم من از خون دیدہ مالامال
ستارہ بارئ چشم چو دید گفت حکیم	کہ حکم طالع باراں مقررست امسال
مرا ہمی نخرد ہیچ کس بیازارے	غلام راہزنے نہ چہ عیب بردلال

۴۵۱	زنالہاے حسن خلل گر نیست ہر کہ شنید چگونہ حکم کنم زخم خوردہ را کہ منال	۷

شمائل تو لطیفست و صورتت مقبول	مباد جز تو مرا دل بدیگرے مشغول
اگر قبول نیفتد ترا ارادت من	نرنجم از تو کہ ہم قابلی و ہم مقبول
چو نامۂ تو بخواندم ہزار بوسہ زدم	ہزار بوسۂ دیگر بدست و پائے رسول
ز زندگانئ من بے تو خلق حیرانند	کہ بے وسیلۂ جاں نیست زیستن معقول
وجود تو یکے آیت است از رحمت	امید کایں طرفش باشد اتفاق نزول
امید آنکہ شود با حصول دیدارت	مراد ہر دمہ جاں حاصل و غرض محصول

۴۵۲	زدست عشق چناں عاجزست عقل حسن کہ پیش شحنۂ جبار عامل معزول	۷

ایں صنم گر تو سلامے بمن آوردی رسول	تازہ ترکرد ہوائے من و امید وصول
نامہ آوردی رسول تو و من از شادی	گہ سر نامہ ہمی بوسم و گہ پائے رسول

گر جوابے ننویسم کرمت بسیار است	فضل کن ہر چہ ترا در نظر آید ز فضول
من خود از شوق تو پیچیدہ سرم چوں نامہ	تن نالاں چو قلم از کشش عشق طول
روئے خود ساختہ ام صفحہ بجائے کاغذ	عذر قرطاس بود نزد کریماں مقبول
قلم از نوک مژہ کردہ سیاہی از چشم	ہمہ شب شرح غمت را بکتابت مشغول

۴۵۳	گفتیم حال حسن چیست ز اقبال غمت کار بر حسب مرادست غرضہا محصول	۹

یار ہا گفتم بخواہم گفت وصف آں جمال
نے خیال است ایں نیاید حسن او اندر خیال

ماہ خوبانست و در ہر خانہ کو منزل کند
ہیچ اندیشہ نباشد باچناں مہ از وبال

مہر اگر یک روز مہر خود بنام او زند
کس نہ بیند بیش ملک نیمروزش را زوال

عاشقاں را ضربت معشوق در کار آورد
گوئے را بر زخمۂ چوگاں ہمی بینیم حال

ایں چہ پیدا دست کاندر مجلس ما میرود
دل مغنی وزد دو طنبور یابد گوشمال

لیلٰے اندر قافلہ بس تند می راند شتر
کاروانے در جل حیران و مجنوں در جوال

اے صبا بکشا نقاب از صفحۂ رویش یکے
فال ما فرخندہ کن زاں آیتِ فرخندہ فال
از فراق او غمے بر سینہ دارم ہمچو کوہ
کوہ ہم نتواند ایں غم را نمودن احتمال

۴۵۴	اے حسن دستِ تو در فتراک وصلش کے رسد ایں طرف فقر قوی آں سو غنائے باکمال	۷

دی گذر کردم بہ صحرائے کہ بدنا وائے گل
بلبل آسا شد دلم اندر سر و سودائے گل
بلبلاں دیدم بر آوردہ فغاں بایک دگر
از سر مستی و بیہوشی دراں صحرائے گل
نالہ چوں بلبل بر آوردم کہ بود اندر دلم
یاد روئے یار چوں دیدم رُخِ زیبائے گل
ہمچو گل در غنچہ رُو از من نہاں کرد آں نگار
ورنہ با رویش کجا بودے مرا پروائے گل
ہر کہ خواہد کو بہ بیند چہرۂ زیبائے یار
گو بیا اکنوں و بنگر چہرۂ[1] زیبائے گل
گر نہ گل در جست وجوئے رُوے یارم آمدست
پس چرا رفتست چندیں خار اندر پائے گل

[1] چہرہ وسیمائے

۴۵۵

اے حسنؔ چہ جائے گلزار ست چوں بلبل بناں
زانکہ باغ آراستست از روئے شہر آرائے گُل

۷

ردیف (م)

مرا کامشب توئی ہمراز و ہمدم
بروں زد[1] خواب ماخیمہ زعالم

تو مے می نوشی و من در خمارت
تو از شادی نمی خسپی من از غم

زعشق آں رُخ چوں آفتابت
چو صبح اینک شمردہ میزنم دم

چگونہ آدمی حیراں نماند
پری پیدا شدہ از نسل آدم

چہ زلفست ایں چو شام تیرہ من
کہ یک روزش نمی بینم فراہم

کجائی اے بہشت ایں جہانی
فدایت ایں جہان و آنجہاں ہم

۴۵۶

حسنؔ از آستانت ماندہ محروم
نشد سگ در حریم کعبہ محرم

۷

چیست مطلوب تو تا از سرآں برخیزم
در رہ جاں حکم کنی از سر جاں برخیزم

اندریں رستہ دکا نیست مرا از طاعت
گر نہ سودائے تو باشد زدکاں برخیزم

یک جہاں طعنہ زنندم کہ نشینی بیکار
گر تو دستے بدہی از دو جہاں برخیزم

بے تو از دنیا و عقبے چو نخیزد چیزے
تو بیا تا ہم ازیں و ہم ازاں برخیزم

سوئے گور حسن اگر بگذری اے سرو روان
سرو تو بنگرم از دور و رواں برخیزم

اگر از زمزمہ عشق تو در نفخۂ صور
نیم بلکہ بشنوم رقص کناں برخیزم

[1] بروں زن خواب گو خیمہ زعالم

۴۵۷	دروے از درو به بر سر من بنده حسن تا ازیں زہد فروشی زباں برخیزم	۵

صورتِ جاں فزات می بینم — جان خود خاک پات می بینم

از خوشی عید خوانمت شاید — که بسے روز ہات می بینم

تا نه بینی ندانیم خرسند — اگرچه چندیں جفات می بینم

نظر از چشم او بدوز دلا — که بعین بلات می بینم

۴۵۸	نشنیدی حسن نصیحت من چه کنم مبتلات می بینم	۷

سرگرداں که خاک پائے توام — عہد مشکن که در وفائے توام

تا تو چوں آسماں شدی سرکش — من زمیں وار خاک پائے توام

تا تو سلطان آرزو بخشی — من بصد آرزو گدائے توام

چند بیگانگی کنی آخر — می شناسی که آشنائے توام

گر نه رایت بود نیارم زیست — من که خود زنده ام برائے توام

گر اجابت کنی دعائے کسے — من شب و روز در دعائے توام

۴۵۹	از درت دور نیستم چو حسن چه تواں کرد مبتلائے توام	۷

دلم خوں شد ندانم با که گویم — چه دل کز دل بجانم با که گویم

نہ در کویش رہ و نے بر درش بار
مراز اشکال وصلش می بپرسند
سخن در وصف زلفش خواستم گفت
کمرگاہش صفت می خواستم کرد
حدیث آں دہاں خود ہیچ حالے

چنیں بے خانمانم باکہ گویم
من ایں مشکل ندانم باکہ گویم
گرہ شد بر زبانم باکہ گویم
غلط رفت از میانم باکہ گویم
نگنجد در دہانم باکہ گویم

۴۶۰

حسن را چارہ خواہم ساخت می گفت
من بیچارہ آنم باکہ گویم

۷

اے مرغ بنال تا بنالیم
از دوستئ ہوا تو نالی
تو بہر وصال گل زنی پر
میدان فراق راشدہ گوئے
تو یافتۂ جمال محبوب
تو ساختۂ ہزار دستاں

از اختر خویش در وبالیم
ماہم بہوائے دوست نالیم
ما دیر پر فراق بالیم
انگاہ مپرس درچہ حالیم
ما گم شدگان آں جمالیم
ما سوختگاں ہنوز لالیم

۴۶۱

ما و حسن و نوا و نالہ
اے مرغ بنال تا بنالیم

۷

بیا کہ تا تو برفتی زخویشتن رفتم
تو ہمچو یوسفی در مصر حسن خود باقی

مرا آمدنت شاد کن کہ من رفتم
کہ من زبیت الاحزان خویشتن رفتم

لب تو باز زباں بند کردہ بود مرا
دو عید رفت ہماں مہر بر دہن رفتم

رخت اگرچہ گلے بود از چمن بہ بود
من ارچہ بلبل بودم ازیں چمن رفتم

چو لالہ و گل خنداں نہاد عشقم خار
کہ سوختہ دل و آلودہ پیرہن رفتم

مرا نہ چوں سخن خود رواں ہمی کردی
رواست اینک من ہم براں سخن رفتم

٤٦٢

رواج شہر تو از بودن حسن بود ست
حسن چو رفت من اندر پے حسن رفتم

٧

قرار و عہد تو ایں بود من ندانستم
نوید مہر تو کیں بود من ندانستم

ہمہ سخن چو دل خویش سخت می گوئی
دل تو سخت چنیں بود من ندانستم

چو دل بدادم و جاں لا الہ الا اللہ
جزاے ایں ہمہ ایں بود من ندانستم

گمان وصل ترا خواستم کشید ولے
فراق تو بہ ہمیں بود من ندانستم

دل ایں قیام ترا در گماں ہمی دانست
گماں نبود یقیں بود من ندانستم

دمِ وفات ز دم ہمچو صبح صادق آہ
دمے کہ باز پسیں بود من ندانستم

٤٦٣

حسن کہ دل بتو بخشید و جانش ہم بردی
بلے دل تو بدیں بود من ندانستم

٧

اے گل بیا کہ از چو توئے دور ماندہ ایم
بے روے گل فشانت گلابے فشاندہ ایم

تا باز چوں بہشت شد ست از تو گلستاں
ما از گل بہشتی خود دور ماندہ ایم

در موسمے کہ سنگ زلالہ نشاں گرفت
داغے چو لالہ بر رخ خونیں نشاندہ ایم

مرغاں برسمِ خویش چمن خانہ ساختند	ما در سفر کہ رسم نبود ست ماندہ ایم
تا گل بباغ دفترِ پارینہ باز کرد	ما ہیچ حرف از ورقِ آں نخواندہ ایم
سر بر زدہ چو سبزہ ز میداں بیاد دوست	رخش دل از در ہمہ بیروں جہاندہ ایم

۴۶۴ — زو گرچہ پرسشے نرسد ما حسن صفت
ہر دم بدستِ باد سلامے رساندہ ایم — **۷**

از من چہ گنہ آمدکت یاد نمی آیم	در بندِ فراق تو آزاد نمی آیم
گر تو ز در یاری بیداد کنی میکن	من بر درِ تو بارے بے داد نمی آیم
اندر رہِ عشق تو خوں جگرم زادست	انصاف کہ از خانہ بے زاد نمی آیم
تا تو دہن از پرسش چوں غنچہ فروبستی	شب نیست کہ در کویت چوں باد نمی آیم
تشریف سلام تو درست نشد حاصل	دل کوفتہ کردستی تا یاد نمی آیم
با خستہ تنے درہم می آمدے گہ گہ	آں لاشہ ہم از محنت افتاد نمی آیم

۴۶۵ — گفتی چہ حسن بر من چوں شاد نمی آئی
من غمزدۂ عشقتم چوں شاد نمی آیم — **۷**

ما بجاناں زندہ می باشیم از جاں فارغیم	خاک کویش یافتیم از آبِ حیواں فارغیم
جاں فدائے دوست شد از دشمناں باکے نماند	از کہ اندیشیم چوں ز اندیشۂ جاں فارغیم
دوست میدانیم بس کعبہ چہ باشد دیر چہ	ما قلندر پیشہ ایم از کفر و ایماں فارغیم
گر تو زیں[1] کلبہ گلہ داری برو از ما امیر	کز عطائے پادشاہ و منعِ[2] درباں فارغیم

[1] گر بدرگاہ بزرگاں میروی بگذر ز ما   [2] جور

عشق دارم در درون از طعن بیباکاں چہ باک
کشت مارا گر دعا میخوانی اے زاہد مخوان

نوح داریم آشنا از موج طوفاں فارغیم
ما بدیدہ نم کنیم از ابر باراں فارغیم

۴۶۶
عقل و جاں یار چنیں رادور می داروز ما
ما حسن را یار خود کردیم زیشاں فارغیم
۵

باز بجوئے تو وطن میکنم
دوش سہ بوسہ زدہ ام بر درت
دی سخن از وصف تو کردم بسے
پستہ دہن گفتمت اینک بعذر

داغ غمت بر دل و تن میکنم
ایں چہ دلیریست کہ من میکنم
بہر خدا ایں چہ سخن میکنم
خاک خجالت بدہن میکنم

۴۶۷
گر تو بزنجیر قبولم کشی
پیشکشت جان حسن میکنم
۵

جفا مکن کہ من از جان سر وفائے تو دارم
خرد کہ از سر فکرت رموز غیب شناسد
گرت بہ پیش کشم جاں مراں ز خود زیرا
چو خاک پائے تو گشتم بجائے سر کہ مکن

بیا کہ ہر چہ کہ دارم ہمہ برائے تو دارم
اگر تو عیب نگیری نثار پائے تو دارم
کہ ایں متاع کہ ہم از عطائے تو دارم
بخاک پائے تو گر من کسے بجائے تو دارم

۴۶۸
تو بادشاہ جہانی حسن گدائے در تو
من ایں گلیم قناعت ازاں گدائے تو دارم
۷

لہ یاران حسن

امروز چہ روزیست کہ از روئے تو دورم
ہر بار نمازے کہ ادا می کنم امروز
اصحاب محبت را با صبر چہ نسبت
بے زلف رخت خود بچشم من کہ بصد جان
باطلعت و گیسوئے تو خود یاد نیاید
بوسے بلب جام زنی در دہنم ریز

از مویہ چو موئے شدم از ضعف چو مورم
واللہ چو تو غائب شدہ غیبت حضورم
اے وائے بمن گر چو تو محبوب صبورم
دیوانہ زنجیرم و پروانہ نورم
نز طارم فردوس و نہ از طرہ حورم
تا بوئے بہشت آید ازیں فسق و فجورم

۳۶۹
نزدیک بمردن شدہ ام چوں حسن امروز
دور از تو چو از صورت زیبائے تو دورم
۷

پنج روزیست کہ در شش درہ ہجرانم
تا ازاں راحت جاں دور فتادم افتاد
او چو کعبہ بحرم ساکن و من گم شدہ دل
بارہا خواستہ ام وصف جمالش کردن
آفتابیست کہ آسیب زوالش مرساد
اے دم صبح توانی کہ دعائے بدمی

دل کہ از دست بتاں بردہ بدم می مانم
آتشے در دل آوارگی در جانم
مدتے شد کہ دریں بادیہ سرگردانم
سالہا رفت کہ در صورت او حیرانم
وہ من سوختہ بر سایۂ او لرزانم
آں لبے را کہ برو بوسہ زدن نتوانم

۳۷۰
من ندانم کہ سلام حسن آنجا کہ برد
ایں کرم کس نکند ہم تو کنی می دانم
۷

دریں شش روز کز روئے تو فردم
گذشت از ہفت چرخ آہنگ دردم

نخوردم آب جز از چشمۂ چشم	دریں غربت ہمیں بود آب خوردم
ز رنگ آمیزی[1] عشق بتاں بیں	سرشک لعل بر رخسار زردم
نہ عاشق گرد راہ دوست باشد	من ار گردم بکوئے دوست گردم
سحاب ادرار جوئے آب چشم	صبا اجری اِستان آہ سردم
بُخار ہجر عشق آویخت ذیلم	بدست خون و باد افتاد بُردم

۴۷۱

حسن را قصۂ محنت دراز ست
من[2] ایں قطعہ ہمیں جا ختم کردم

۵

ہفت روز از تف ہجراں دل چو[3] دوزخ تافتم
روز ہشتم رہ بصدر ہشت جنت یافتم
بر بساط حسن معشوق ار بپا آمد کسے
من چو بیدق کو نشود فرزیں بسر بشتافتم
تا ز بازوئے خودم بالیں نہاداں دلستاں
بازوئے غم را بزور نے[4] غمی برتافتم
تار زلف او چو چنگ از پائے تا سر شاخ شاخ
خویشتن چوں شانہ با گیسوئے او در بافتم

۴۷۲

گر حسن سرے نگہ میدارد او میدار گو
من ز مستی انچہ در دل داشتم بشگافتم

۷

۱؎ بدست عشق و ہجر آویختم دل
۲؎ من اینجا ہم سخن را ختم کردم
۳؎ ہیچو
۴؎ منعمی

اے بخونم رائے کردہ من برائے تو خوشم
باخوشی و ناخوشی من بارضائے تو خوشم

توزدہ در کشتنم رائے و خرد گوید گریز
من بتدبیر خرد ناخوش برائے تو خوشم

یک خوشی ناورد بختم گرچہ از ادبار من
گو میاور من باقبال جفائے تو خوشم

تو بخندہ ہمچو گل خوش باش زیر امن چو ابر
گرچہ غرق گریہ ام ہم در ہوائے تو خوشم

گر ہر افرازاں بتاج زر سر افرازی کند
خاکپائے تو کہ من با خاکپائے تو خوشم

ہر کہ میرد صوفیاں گویند اندر پردہ شد
من بہر پردہ کہ باشم بانوائے تو خوشم

۴۷۳

گر کشی بندہ حسن را چوں حسین کربلا
ہم بحق حق من خود در بلائے تو خوشم

۷

ترک من نازی کند چہ کنم
چشم ترکانہ اسش بہر غمزہ
سرو او سر براستی دارد
در من عشق اوست مشک خطش

ترکی آغازی کند چہ کنم
ناوک اندازی کند چہ کنم
نرگسش نازی کند چہ کنم
کشف ایں رازی کند چہ کنم

هر زماں بہر قصد مرغ خرد — بچشم را بازِ می کند چہ کنم
دلِ چوں شمع سوختہ زلبش — ہوس کازِ می کند چہ کنم

۴۷۴

بر حسن کو بزخمہ اش خو کرد
خوئے بد سازِ می کند چہ کنم

۸

تو خوش خوش چو گل خندہ زن کاں منم — کہ چوں ابر پر قطرہ شد دامنم
بمن یائے اے چشمہ خضر روئے — کہ طوفان تو جست پیرامنم
تو گیسو فشاندی ندانم کہ گشت — پری یا خود آسیب اہریمنم
دلم تا بزلفت فرود آمدست — شد اندر دم اژدہا مامنم
و صبرم جوئے گاہ برگے نماند — چو آتش زد ایں عشق در خرمنم
من ایں عشق را خود کشیدم بخود — چہ تدبیر چوں فتنہ من منم

۴۷۵

حسن را گر از تو ملامت کنند
من آں دوست را بدتریں دشمنم

۹

دل خو گرفت بر درت آیا کجا روم — از خویش دور میکشیم تا کجا روم
عالم ز شرق و غرب بفرماں ورائے تست — اے ماہ روئے ہم تو بگو تا کجا روم
یاراں ہمی روند تماشائے باغ و گل — من صورت تو دیدہ تماشا کجا روم
گہ گہ بطنز گوئی کز پیش من برو — جان و دلم تو داری تنہا کجا روم
راہے دراز و منزل مقصود ناپدید — نے رہبری نہ قافلہ پیدا کجا روم

خلقی برائے حاجت خود کعبه می روند سلطان علائے دولت و دیں کہ منت دست مبارکش بسخا گنج گوہر ست	من ہم ہوس کنیم کہ آیا کجا روم ایں جا سرے ہمی نہم آنجا کجا روم گنج گہر گذاشته دریا کجا روم

۴۷۶	گوید حسن که من در جاناں گرفته ام آسان ز آستانهٔ والا کجا روم	۷

مے کجا تا شکر آب جگرش گردانم رنگ مے ہمچو جگر راحت جانست ولے عقل کز غیب خبرها دہدم میداند جام شادی ہمه بر روئے الغخاں امروز ہر کسے خدمتے آرد من مفلس چه کنم باامیدے که اگر بر سر من پائے نهد	از یکے دست خورم وز دگرش گردانم بخورم راحت جان و جگرش گردانم که بیک جرعهٔ مے بخیرش گردانم بہترش نوش کنم بیشترش گردانم دیدهٔ خویش فدائے نظرش گردانم سر خود را بحیل خاک درش گردانم

۴۷۷	یک غلامیست حسن نام و درونی ناخوش گر قبول از تو فتد گرد سرش گردانم	۷

با مستی عشق تازه کردیم اکنون که تو خط خود نمودی ہر گه که تو در شکار باشی[1] اے مه که سر تو سبز بادا	زاں جرعه که از لب تو خوردیم ما نامه زہد در نوردیم ما در قدم سگانت گردیم دریاب که آفتاب زردیم

۱؎ تو در طلب شکار گردی

تو طبل نشاط خود فرو کوب — ما نوبت خود تمام کردیم
مستی چہ کنی بسے نماند است — کز دور غمت خراب گردیم

۴۷۸

تو شاد بمانؑ کہ ما حسن وار
دور از در تو اسیر دردیم

۷

گر تو برانی بہ تیغ از تو سپر افگنم — ور بخدنگم زنی دست تو بوسہ زنم
بر نکنم دل ز تو در بخلاف توام — موئے بر آید ز پوست پوست ز تن برکنم
غم نخورم ور مرا جائے بدوزخ کنند — سلسلہہا را چہ باک طوق تو در گردنم
گر نفسے از جور تو دم زدہ باشم چونے — باد بروز جزا چنگ تو در دامنم
راست چو چنگم کہ رگ راست نہادم بعشق — نالہ بروں آمدہ از رگ و رگ در تنم
چوں تو زنی غمزہ تقوی من ضائع است — تیر تو تیز ست سخت بگذرد از جوشنم

۴۷۹

عشق بتے داشتم آں صنم اینک توئی
قصد حسن داشتی آں حسن اینک منم

۵

بکشائے در رحمت تا خاک درت گردم — این بندگیم خوش کن تابندہ ترت گردم
پروانہ منم امشب بر شمع رخ خوبت — پروانۂ مطلق دہ تا گرد سرت گردم
از مار سر زلفت گر ایمنے باشد — چوں مور کمر بستہ گرد شکرت گردم
تا جاں بودم در تن باشم سگ کوئے تو — ور خاک شوم روزے ہم خاک درت گردم

جاں بر تو فدا کردن باید ز حسن آموخت

۱؎ نشیں

(۴۸۰)　ور تیغ زنی واللہ من ہم سپرت گردم　(۵)

آرزو ہاست کہ یک قصہ بدست تو دہم
جان پاک و دل صافی شدہ را گر گوئی
واللہ ار تیر زنی بر جگرم ہر بارے
گلہ نیست کہ کشتہ شدم از ناوک تو

شرح خونریزی آں نرگس مست تو دہم
خدمتے دو لب بادہ پرست تو دہم
از جگر بر کشم و باز بدست تو دہم
کہ اگر زندہ شوم بوسہ[1] بشست تو دہم

(۴۸۱)　اے حسن گر دل تو بشکند از لشکر غم
عشق را مژدہ نصرت ز شکست تو دہم　(۷)

نہ تو گفتۂ کہ روزے ز تو جوئے خوں برانم
چہ سخن بود کہ جاں را کنمت نثار مجلس
بدو بوسہ[1] با تو گفتم کہ مرا ہیچ بتاں
غلیان گریۂ من گذر نفس گرفتہ
خردم بتو بخواند ہمہ زہد تو بہ من
بضمیر ہر کہ نبود ہوس پری جمالے

چہ خوشست گر برانی من خستہ ہم برانم
ببر چو تو عزیزے چہ بضاعتست جانم
نشد اتفاق گوئی کہ بدیں بہا گرانم
غم دل تمام گفتن چکنم نمی توانم
برواد آں حکایت مرواد از زبانم
اگر او فرشتہ گردد[2] منش آدمی نخوانم

(۴۸۲)　چو ہوائے عشق گیرد جہت سماع گیرم[3]
چو حدیث درد جنبد غزل حسن بخوانم　(۷)

زہدے کہ من نمودم گم گشت از وجودم　　ساقی بیار بادہ کاں نیستم کہ بودم

[1] دوسہ بار　[2] خوانند　[3] پریم

عشقے کہ با فلانے میباختم بلا شد | تخمے کہ در خطر گہ میکاشتم درودم
بر ہر وفا کہ کردم بیدادہا کشیدم | بر ہر دعا کہ گفتم دشنامہا شنیدم
حال دلم چہ پرسی در اشتیاق زلفت | جان سوختہ[۱] چو عودم سودائے بوئے عودم
سودات یختم اے جاں سرمایہ ہم زیاں شد | سودم ہمیں کہ عمرے سر بر در تو سودم
خط بر رخ تو گوئی کز سینہ پر آتش | شبہا کہ آہ کردم بر مہ رسید دودم

۴۸۳

گفتی حسن زخوباں باز آیم اندک اندک
ہرگز تو باز نائی بسیارت آزمودم

۷

حدیث اشتیاقت چوں نویسم | زہر چہ افزوں ترست افزوں نویسم
دلم آتش ہمی ریزد مژہ آب | نمیدانم کہ نامہ چوں نویسم
بوصف اشک خود از دیدہ تر | سخنہا چوں در مکنوں نویسم
اگر دانم کہ خواہد خواند لیلیٰ | چہ زاریہا کہ از مجنوں نویسم
درون خاطر خود جائے فرما | حدیثے گز صفت بیروں نویسم
سیاہیہا ہمہ از چشم من ریخت | مگر ایں ماجرا از خوں نویسم

۴۸۴

غزلہائے حسن بر تو چنانست
کہ سوئے ساحراں افسوں نویسم

۶

چیست کہ یکبار نمی پرسیم | زیں غم و تیمار نمی پرسیم
یار ہمانست کہ پرسد زیار | چوں کنم اے یار نمی پرسیم

[۱] جاں ہم بسوخت چوں عود

مردن از اندوه تو فرض منست   گرچه تو از عار نمی پرسیم
واللہ بسیار شکیب اندکست   زاندک و بسیار نمی پرسیم
یار خبر داشتی از آه من   آه که چوں یار نمی پرسیم

۴۸۵   خوں حسن آب شد و ہم نگفت
کائے بت خونخوار نمی پرسیم   ۸

باز دل دادم و دنبالۂ دلدار شدم   محرم کعبہ بُدم محرم خمار شدم
خرقہ از من بکشائید کہ زلف بت من   شکلے انگیخت کہ پابستۂ زنار شدم
چہ غم گر خرد و صبر و دل از من ببرند   زانکہ من زیں ہمہ پیش از ہمہ بیزار شدم
طعنہا میزدمے آه گرفتاراں را   تا خود آہے کہ گرفتا ایں کہ گرفتار شدم
آسمان نیز زمین کوه مرا خواند آیں   بارے ایں مرتبہ شد گرچہ گرانبار شدم
دوش میکشت من غمزده را غمزۂ یار   یار خوش می شد و من نیز بآں یار شدم

۴۸۶   چند ازیں گونہ سخنہائے حسن گردم گوش
از قبول سخنش قابلِ اسرار شدم   ۹

ما گرچہ بدیم یا نکوئیم   چہ نیک چہ بد از آں اوئیم
اے خواجہ بگوئے ہرچہ خواہی   بر ما تو مگیر ہرچہ گوئیم
بالاتر ہر کہ ہست بنشیں   ما خود ز فرو تراں اوئیم
ہر چند کہ نیست در جگر آب   یکقطره ز جوئے کس نجوئیم

گر غرق کنند ماں بدریا ہم دست ازیں صفت نشوئیم
گر دوست زدست رفت بارے تا پائے ہمی رود بپوئیم
گل آمد و بوئے یار آورد آں[1] یار کجا کہ گل ببوئیم
ایں رفتن ما چو گل بُدے کاش تا باز چو گل رسد بروئیم

۲۸۷

چوں گل غمت اے حسن بصد[2] توست
گل داند و ما کہ در چہ توئیم[3]

۷

بنمائے رخت کہ فال گیریم با وصل تو اتصال گیریم
ما ذرہ تو آفتاب مائی از پرتو تو جمال گیریم
گر دیدن خود حرام داری ما کشتن خود حلال گیریم
مرغانِ قفس فتادگانیم از فرّ تو پرّ و بال گیریم
گر حبل متین بدست ناید فتراک ترا دوال گیریم
چوں خوش خواہیم روز خود را از روئے خوش تو فال گیریم

۲۸۸

روزے کہ تو با حسن نشینی
آں روز ہزار سال گیریم

۹

اے باغ و بوستانم وے بوستانِ جانم من جاں بر و فشانم کز تو دہد نشانم
نہ صبر ماند نہ دل از دوری تو آرے در من چہ صبر ماند چوں از تو دور مانم
برد آں ہمہ خوشیہا دوران روزگارم تا عاقبت چہ باشد تقدیر آسمانم

[1] تا ماش بوئے او ببوئیم [2] بو [3] بوئیم

چندانکه دیده بودی پندار در سر من
امروز اگر بہ بینی پنداریم نہ آنم

از دفتر وصالت حرفے نماند وہ وہ
ایں غصہ باکہ گویم ایں قصہ باکہ رانم

از تو چگونہ پرسم آں وقت خوش کہ گر تو
حال دلم بپرسی من حال آں ندانم

خواہم کہ باز گویم احوال ناتوانی
از بیم آہِ سوزاں آں ہم نمی توانم

روزے بہ ہمت دل جاں ہم کنم نثارت
گر فرصتے دہد دست از چرخ جاں ستانم

٤٨٩

وقتے خوش است و خرم ہاں اے حریف ہمدم
نظم حسن بروں کش تا ایں غزل بخوانم

٧

ہر صبح بدیں بوئے بہ کوئے تو در آئیم
گز گیسوئے شبرنگ تو بوئے بربائیم

گیریم کشاد سر گیسوت ولیکن
سرّیست دراں سر بکشد گر بکشائیم

ہر حکم کہ خواہی بسر ما ز قضا کن
ما ہم ہمہ بربستۂ زنجیر قضائیم

ہر گہ کہ ہمی خوانی مستغرق شکریم
واندم کہ ہمی رانی مشغول دعائیم

امروز گروہے ہنر خویش نمودند
مارا ہنرے نیست چگونہ بنمائیم

گفتی چہ کنی آنکہ ہنرشاں ہمہ عیب است
گر عیب نہ فرمائی آں طائفہ مائیم

٤٩٠

یکبار بگفتار حسن داشتۂ گوش
ما ہم یکے از حلقہ بگوشاں شمائیم

٩

مے دہ کہ خمار دے نداریم
دورے دو سہ در قنینہ داریم

ترس ہمہ مردماں ز فرد است
ما ترس ز حکم دے نداریم

شاہاں ہمہ رخت خاصہ خواہند
اے ابر مکن ہوائے ژالہ
واللہ کہ بباج می نیرزد
با ایں ہمہ نیستی کہ دیری
اے خواجہ بمعرفت چہ نازی
گر خلوت تو درون کعبہ است

ما اقمشۂ کمینہ داریم
ما خانہ ز آبگینہ داریم
ایں جنس کہ در سفینہ داریم
از ہستی غم دفینہ داریم
ایں دُر نہ ازاں خزینہ داریم
ما عرش درون سینہ داریم

۴۹۱

ہاں اے حسنؔ از قرابۂ خویش
مے دہ کہ خمار دی نداریم

۶

فراق روئے تو بسیار شد چہ چارہ کنم
شبے کہ ہمچو مہ از اوج حسن جلوہ کنی
اگر وصال ترا حکم بر ستارہ کنند
گرفتم اینکہ بہ بندم دہاں ز نالیدن
نمی تواںم دل بر جدائی تو نہاد

مگر لباس حیاتے کہ ہست پارہ کنم
اگر رضا دہی از دور یک نظارہ کنم
من از مژہ ہمہ آفاق پر ستارہ کنم
طپیدنِ دلِ بیچارہ را چہ چارہ کنم
مگر دلے چو دلِ تو ز سنگ خارہ کنم

۴۹۲

نیافتہ چو حسنؔ بار بر درت یکبار
چہ بو الفضولم کیں آرزو دو بارہ کنم

۹

دل بہ دلبر عاقبت تسلیم کردم اے سلیم
در کلاہِ ہمتِ درویش تا یک ترکِ ہست

تا بروں دادم علم از عالم امید و بیم
ترک جنت خوشترست و ہر چہ در جنت نعیم

یا فتم الحمد للہ ہم بکوئے عشق دوست
آنچہ در الحمد میخوانم صراط المستقیم

درگلوئے قمریاں از شوق طوقے کردہ اند
تو ہماں خط بینی و عارف نوائے یا کریم

دوش سودائے دگر میدیدم اندر سیر[۱] من
گُل فروشاں سیم می بردند و دلِ ریشاں نسیم

مایۂ من بیں کہ دست عشق تخمم می نہد
بر تر از دار الجناں بالاتر از نار الجحیم

آبِ خضر اندر دہن شربت چہ آری اے طبیب
آسماں زیرِ قدم طالع چہ بینی اے حکیم

وقت سعدی خوش کہ خوش میگفت بعد از ہر چہ گفت
وقت عذر آوردنست استغفر اللہ العظیم

۴۹۳

زاں ندیمہا کہ میکرد اے پشیماں شد حسن
آرے آخر از پشیمانی بود حرفِ ندیم

۷

نیم من مرد دردِ او ولے بر خویش می پوشم
بدستِ خویش چشم عقل دور اندیش می پوشم

ردائے عشق بر بالائے چوں ما ناکساں ناید
من ایں معنی نکو دانم ولے بر خویش می پوشم

بدو گفتم چرا ہرگز نخندی در حضورِ من
بگفتا سلک مروارید از درویش می پوشم

بتم از نوکِ[۲] غمزہ بر دل من میزند نیشے
چو در وے[۳] میرسم خوں می نایم نیش می پوشم

بپرسیدم کہ تیرت از کدامیں کیش می آید
کہ من آں تیر می بوسم ولیکن کیش می پوشم

۱ ہر سرے ۲ غمزہ نو ۳ یارم می رسد

زہے غفلت کہ حال سینہ با خوباں نمیگویم
چہ درماں دردِ بد را کز طبیباں ریش می پوشم

۴۹۴	حسنؔ میگوئیم کز دشمناں پوشیدہ دار ایں سر مگو از دشمناں کز دوستان خویش می پوشم	۷

کجائی اے ز تفایت بقائے جان و تنم
عذابِ تفرقۂ دوستاں کسے داند
دگر چہ داغ فراقم نہی بریں دلِ ریش
اگر چہ طعنۂ دشمن مرا بکشت اے دوست
ز خاک من گل راحت بروں دمد تا حشر
حدیث سینۂ سوزانم اے بہشتی روے

بیا کہ بیش نماند احتمال جاں بہ تنم
کہ مبتلا بود اندر چنیں بلا کہ منم
مرا کہ سوختۂ روزگار خویشتنم
گماں مبر کہ بدیں طعنہا سپر فگنم
گر از رخِ تو گلابے زنند بر کفنم
مپرس کاتش دوزخ برآید از دہنم

۴۹۵	حسنؔ تو نام نہادے مرا بحسنِ وفا تو گر دگر شدی اے دوست من ہماں حسنم	۷

سر سودائے آں دارم کہ روزے ترک سر گیرم
بپایش درفتم زیں رہ مراد خویش برگیرم
چو چشمش روزے از مستی بہ بیماری برآرم سر
چو زلفش یکشب از سودا پریشانی ز سر گیرم
چناں با عشق خو کردم دریں مدت کہ نتوانم

کہ تا من در جہاں باشم پے کارے دگر گیرم
کمر ز و طرف می بندد برائے آنکہ زر دارد
من از رشک کمر روزے رہ کوہ و کمر گیرم
بت خورشید رو گر زر طمع دارد ز من تا من
ز رنگ چہرہ چوں خورشید عالم را بزر گیرم
دوائے عاشقی یا زور یا زر یا سفر باشد
مرا چوں زور و زر نبود مگر راہِ سفر گیرم

۴۹۶	حسن نظمے کہ من دارم اگر ہمچوں حسن روزے حدیث لعل او گویم جہانے در گہر گیرم	۵

تا غمت یافتہ ام ہر نفسے شاد ترم
بندہ ہر وقت کہ آزاد شود شاد شود
ہمہ آباد نشیناں ز خرابی ترسند
چہ فرستی غم خود تا کند استاد مرا

تا کہ بندہ شدمت از ہمہ آزاد ترم
من بوقتے کہ ترا بندہ شوم شاد ترم
من خرابت شدم و دمبدم آباد ترم
من دریں شیوہ عجب از ہمہ استاد ترم

۴۹	اے حسن گر تو ز عشق لب شیریں تباں ہمچو فرہاد شدی من ز تو فرہاد ترم	۶

امروز من آں نیم کہ بودم
خوردم دو سہ جام آتش انگیز

کاشفتہ عشق شد وجودم
از دل بدماغ رفت دودم

در پاے حریف سر فشاندم
عشق آور دم بلائے من شد
حالِ بدمن بتر شد از تو

از فرق خرد کلہ ربودم
تخمے کہ بکاشتم درودم
اے شوخ نخوت آزمودم

۴۹۸

در بند حزن نمی فتادم
گر پند حسنؔ همی شنودم

۷

توانم کہ پیوستہ رو شستہ باشم
غمِ دل ببندست تسکین جانم
صلاحیت باطن از من مجوئید
تصرف چہ ورزم کہ نازکؔ مزاجم
عمل ناستودست خرقہ چہ پوشم
حسنؔ از ملامت دلم می خراشی

ولیکن زخونے کہ از دیدہ پاشم
زرِ چہرہ کافیست وجہ معاشم
اگر چند ظاہر بدیں شیوہ فاشم
دکاں چوں کشایم کہ کاسد قماشم
دروں ناستردست سر چوں تراشم
شبے در خروش آور داین خراشم

۴۹۹

همی پرسیم خاطرے جمع داری
تو خاطر براں دار تا جمع باشم

۷

توحسنؔ مطلع حسنی من از ہوائے تو مستم
ور آفتاب بتانی من آفتاب پرستم
مرا بباغ چہ حاجت کنوں کہ روئے تو دیدم
مرا زسرو چہ خیزد کنوں کہ با تو نشستم

ا فاسد ۲ گنج

من آں شکاریٔ عشقم کہ از کمینگہ خلوت
چو چشم باز گشودم نظر بروئے تو بستم
رسید موج معشوق و ہوشں رفت ز عقلم
گذشت کو کبہ شاہ و قیصر ماند بدستم
خرد ز صحبت جانم قدم بروں زد و گفتہ
تو دانی و غم جاناں من از مخاطرہ جستم
چہ پرسے از غم مجنوں ببیں کہ حالِ دگر شد
چہ پوشی آں لب میگوں ز من کہ توبہ شکستم

۵۰۰	حسن زدرد تو گوید کہ کارخانۂ تقویٰ اگر خراب شد از من بہ من مگیر کہ مستم	۵

خلق بر امید مقصود ست من بارے نیم
ہر یک از نوزادگانِ بوالبشر بروحِ خاک
صبح خیزے جانِ بدروز از غمِ جاناں نداد
گر کسے ہمدست او شد تا بوسد آستینش

ور کسے از بخت خوشنود ست من بارے نیم
عاقبت بر حرف مقصود ست من بارے نیم
تا کرا آں روزِ مسعود ست من بارے نیم
آں گل سوری ست یا عود ست من بارے نیم

۵۰۱	گفتیم دوشینہ ہمزانوے یار خود بدی آں تو بودی یا حسن بود ست من بارے نیم	۷

وہ ندانم تا بداں معشوق زیبا کے رسم
دل ز دستم شد بآں دلبند رعنا کے رسم

برلب شیرینش انگشت طمع کردم دراز
آنکہ انگشتم دراز آمد بحلوا کے رسم

دلبرم بالائے بام وصل می خواند مرا
نردبان عمر کوتاہست بالا کے رسم

پایۂ وصلش بلند و پائے بختم آبلہ
اے عفا اللہ من بداں پایہ بدیں پا کے رسم

بارہا گفتم کنم چوں بخت آنجا مدخلے
وہم زحمت میدہد ورنہ من آنجا کے رسم

دوستاں گویند فردا بردرش خواہی رسید
ایں چنیں دردے کہ من دارم بفردا کے رسم

۵۰۲

ہر کسے راہے کہ می پوید بمنزل میرسد
چوں حسن من نیز جہدے میکنم تا کے رسم

۷

جاناں شبکے خود را در کوئے تو جا خواہم
وز جام لب لعلت یک جرعہ دوا خواہم

تو باغ ظریفانی ہم باغ ترا ہم نخل
دردم چو ز تو باشد پس از کہ دوا خواہم

خلقے ز در کعبہ خواہند مراد خود
اے کعبۂ وقت من من از کہ دوا خواہم

گر سلسلۂ زلفت بر دور چناں بندی
در پنج نماز خود دوزخ بدعا خواہم

ہر بار ہمے آئی شمشیر ہوا کردہ
آں کن کہ ترا باید من بندہ ہوا خواہم

چوں ہست بقائے من باقی ببقائے تو
بس ہم تو بماں باقی خود را چہ بقا خواہم

۵۰۳

بیچارہ حسن گوید نظمے بامید تو
نظمش چو رواں کردی امید روا خواہم

۷

امشب فلک موافق من شد زمانہ ہم
چشمم ز روئے خوب تو افروخت خانہ ہم

خاص از برائے صید دل ما رسید باز
از زلف دام کردہ واز خال دانہ ہم

از بهر ضبط مملکت حسن ساخته — از غمزه دورباش وز گیسو نشانه هم
گفتم کناره گیر بگفتا بشرط آنک — از دل کناره گیری و از جاں کرانه هم
بگرفتم آں میانِ چو نیشکرش کنار — ایں ذوق داشتم شکرے زاں میانه هم
هاں اے حکیم طالع مسعود من ببیں — عیش مدام بل طرب جاودانه هم

(٥٠٤)
احسنت اے حسن غزلے خوب ساختی
زهره[١] نسازد ایں غزل و ایں ترانه هم
(٦)

از دست دل بجانم و از جور یار هم — صبر از درون سینه بروں شد قرار هم
دی یار کرده بود بمن روے و بخت نیز — امروز بخت پشت بمن داد و یار هم
یک روز نیم شاد که بودم ز روزگار — آں روز از جهاں شد و آں روزگار هم
میخواستم بروں کشم از پاے خسته خار — سوزن دریں جراحت گم گشت و خار هم
جاناں یکے دو لعل شکربار بر کشاے — کیں دیده درفشاں شد و یاقوت بار هم

(٥٠٥)
در دو غمے که داشت حسن در فراق تو
گز اشتیاق مردم و از انتظار هم
(٦)

چه نسبت ایں که من از شمع شکرلب دورم — شمع جاں می ندهد نور ز جاناں دورم
گر قصورے بود از ناز خوش او فدا — ز قصورم خوشی باشد و نے از حورم
شوخ چشما ز بتاں گوشه گرفتم یکچند — گوشهٔ چشم تو نگذاشت بے مستورم
گرچه فرماں تو اینست که من نزدیکم — ورنه من از طرف خویش بغایت دورم

[١] زهره بسازد ایں غزلت را ترانه هم

تا پریشاں سرِ زلف تو ام مجموعم	تا خراب لب میگوں تو ام معمورم

۵۰۶	از لب تو کہ حسنؔ تر سخن از جرعہ اوست مست شد جملہ جہاں من چہ سبب مخمورم	۵

از ناز کویت میکند ہر بار خوشش می آیدم
شوخی زغیرے ناخوشست از یار خوشش می آیدم

گویند سوئے باغ کش ذوق مے و میوہ بچش
بے او بہشتم نیست خوش دیدار خوشش می آیدم

زندہ زبے صبری خجل وز بیدلی پائے بگل
نہ صبری خواہم نہ دل دلدار خوشش می آیدم

آں روئے چوں خورشید و مہ محراب کردم چند گہ
اکنوں ازاں زلفِ سیہ زنار خوشش می آیدم

۵۰۷	بر عشق آں ماہ ختن اقرار کردم چوں حسنؔ انکار چوں آید ز من ایں کارِ خوشش می آیدم	۹

دوستاں ہیچ مپرسید کہ چوں شد حالم راست چوں نائے کہ نالیدن او از دیدہ ست اے کماں کردہ ز ابروئے و کمیں کردہ ز چشم روئے تو دیدہ دگر قرعہ نخواہم انداخت	بر جوانے نظر افتاد بہ پیراں سالم من غمدیدہ ہم از دیدۂ خود می نالم من چہ صیدم کہ چنیں داشتۂ دنبالم کہ بہ بند ست ہماں آیت رحمت فالم

دستے گر بر سرایں بندہ فرومی ناری
منت سندس واستبراق فردوسم نہ
مگراز زحمت خاصم بخرے ورنہ مرا
باغبانا کجی وراستی من منگر

پائے بگذار کہ بر چشم جہاں بیں مالم
گرز گیسوت سلاسل بود و اغلالم
ہنرے نیست کہ آں عرض دہد دلالم
کہ بر آنساں کہ ہمی پروریم می بالم

۵۰۸

حال خود خواستمت گفت حسنؔ چوں دیدم
حال زارِ تو بسے زار ترست از حالم

۷

ما جگر خستگانِ مسکینیم
پاکبازان چاک دامانیم
تو ہماں بادشاہ خودکامی
باتو درکنج خانہ شادانیم
باتو اے مدعی جدل نتواں
خواہ مے نوش و خواہ صومعہ نشیں

جز غمت مرہمے نمی بینیم
خاک خسپاں خشت بالینیم
ما ہماں بندگانِ مسکینیم
بے تو در ہشت باغ غمگینیم
ہر چہ خواہی بگوے ما اینیم
ہر چہ دین تو ما براں دینیم

۵۰۹

چوں حسنؔ میرویم در رہ عشق
سر نہادہ ز پائے ننشینیم

۷

شبے آں چشم مست و آں لبِ خونخوار را دیدم
ز گریہ چشم من تر شد پشیمانم چرا دیدم
مرا گفتند سوئے او مبیں دیدم بلا کردم

مرا گفتند گفت دل بکن کردم سزا دیدم
ثباتِ صبر می پنداشتم در خود غلط کردم
نشان دوستی میدیدم اندر وے خطا دیدم
سگِ کویش بشست آں خوں کہ چشمم ریخت بردامن
زمردم مردمی ناید زسگ بارے وفا دیدم
شب اندر موج خوں بودم خیالش دستگیرم شد
بحمداللہ دراں غرقاب روئے آشنا دیدم
ندید ایں چشم من جز در سرِ زلفِ بلا شورش
ازیں چشم بلا جوئیں ہمہ عمر ایں بلا دیدم

۵۱۰	حکیم ار پند خواہی گفت میگو ہر کرا خواہی ولیکن از حسنؔ بگذر کہ اورا مبتلا دیدم	۷

نہ دل بدید نہ دلبر نہ زر بدست نہ زورم
چو مرد عشق زنخدانش بودہ ام سن مسکین
نخواستم کہ دگر پے روم بمجلس مستاں
بزلف چوں حبش او ہزار چیں چو بدیدم
پری رخا تو سلیماں دستگاہ مرادی
ز زلف خویش نسیمے بمن رساں کہ مردن

رہا کنید کہ بختے چو بخت خویش بشورم
بچہ فگند در آخر دلالت دل کورم
کمند گیسوئے ساقی کشید و برد بزورم
گہ از حبش گہے از چیں رسید غارت غورم
بزیر پائے رعونت فرو ممال چو مورم
کہ آں فرشتۂ رحمت بست مونس گورم

حسنؔ چہ گفت کہ اے سر بجیب ناز کشیدہ

ا۔ پریشاں ہیں

٥١١	بدامن کرم خود مرا بپوش که عورم	۷

ساقی گل و مل بیار باهم	باشد که کنی دلے فراهم
خرقه فگنم که راست ناید	ایں جامه و جام باده باهم
ایں باده اگر صبوحیاں راست	درده که شبانه ایم ماهم
مے درده و باز جائے خود شو	ما تہمتیم و مبتلا هم
گفتی که بکعبه رو دعا کن	خود کعبه ما توئی دعا هم
خم خانه بخاص و عام دادی	آخر قدحے بدیں گدا هم

٥١٢	هرگه که قدح دهی حسن را یک جرعه کرم کنی مرا هم	۷

بود گہے که سر گیسوئے تو باز کنم	برائے وصل تو از وے شبے دراز کنم
همه حدیث بهشت است و آیت رحمت	بفال روئے تو هر مصحفے که باز کنم
بموضعے که مرا قبله مشتبه گردد	بجانب که توئی آں طرف نماز کنم
نماز کز جهت خود کنم همه هیچست	دعائے تست که آں از سر نیاز کنم
اگر ندیم کنندم بصحبت محمود	حکایتے که کنم اول از ایاز کنم
مسافرے که برو گردے از درت نبود	اگر ز کعبه رسیدست در فراز کنم

٥١٣	کنوں که در صف عشقت علم شدم چو حسن رواست کز همه عالم احتراز کنم	۷

دلم بروی و منت می پذیرم
اگر سر خواہی از سر دست گیرم
وگر گوئی بمیر اندر غم من
عجب باشد گر از شادی نمیرم
شبت خوش باد اے مرغ سحر خیز
کہ من در دام بد مہرے اسیرم
طبیب آں بہ کہ از در باز گردد
چو بیند درد نادرماں پذیرم
بیادت روز و شب مستم تو گوئی
شراب دوستی بود ست شیرم
گہے زخم زباں گہ تیر غمزہ
نگارا من چہ مرد تیغ و تیرم

۵۱۴
زکاتِ حسن خود دادی حسن را
گراو مسکینست بارے من فقیرم
۱۱

خہ خہ اے ماہ روے کبک خرام
بسلام آمدی ز دار سلام
آہوئے دام جستہ را مانی
پاکشاں از دو زلف مشکیں دام
لقب خود اگر نہ گوئی تو
ماہ و خورشید را اگیر د نام
مہ توئی در میانۂ خوباں
آسمانت بود کنارہ بام
برلب جام اگر نہی لب خویش
جاں چکد جائے قطرہ از لب جام
بدہ آں جام نیم خوردہ خود
تا بگیرم نصیب عمر تمام
با تو بادہ حلال میگیرند
عمر بے تو باتفاق حرام
گفتیم حال ابتلائے تو چیست
ایں بلائیست دور از انجام
عشق در عہد تو قوی حال است
صبر آوارہ عقل دشمن کام
ہمہ در خواب خوش بیارامند
من مسکیں نہ خواب و نہ آرام

۵۱۵	ہیچ شب در غمت نخفت حسن "عجبا للمحب کیف ینام"	۵

از در دنیا چه دم زنم که ندارم	از بہت دل چه جاں کنم که ندارم
خلق بجست امید تخم تمنا	میفگند من چه افگنم که ندارم
نقد مراد اندر آستین حیاتست	خیره چه گیرند دامنم که ندارم
شاد نشسته شما بدانچه که دارید	شاد ترا از ہر ہمه منم که ندارم

۵۱۶	دزد چه گردد بگرد من که حسن وار شب ہمه شب نعره میزنم که ندارم	۷

رخت را جز مه روشن نگویم	برت را جز گل و سوسن نگویم
اگر رنگ قبایت بینم از دور	سخن از بوئے پیراہن نگویم
نگویم با خسرو احوال عشقت	حدیث دوست با دشمن نگویم
مثل گر خود رود سر در سر تیغ	ز سِرّ تو سر سوزن نگویم
حدیثت در جہاں پوشیده دارم	صفات کعبه در گلخن نگویم
مرا گوئی بگو مقصود تو چیست	مگر ہم خود بدانی من نگویم

۵۱۷	اگر در وصف حسن تو نباشند غزلہائے حسن احسن نگویم	۷

در جفا چه کشائی چو در وفائے تو باشم	ره بلا چه نمائی چو مبتلائے تو باشم